اردو ترجمہ و تقدیم

پیر سید محمد فاروق القادری

حقائق و معارفِ الٰہیہ اور علوم و اسرارِ ربّانیہ کی شہرۂ آفاق کتاب

فتوحاتِ مکیّہ

شیخِ اکبر محی الدّین ابنِ عربی قدس سرہ

اردو ترجمہ و تقدیم

پیر سیّد محمد فاروق القادری

دار العلم والمعرفۃ

خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف، گڑھی اختیار خان

ضلع رحیم یار خان

نام کتاب	فتوحاتِ مکیہ
ترجمہ	پیر سید محمد فاروق القادری
کمپوزنگ وتزئین	رئیس نذیر احمد
سال اشاعت	۲۰۰۴ء
قیمت	۲۷۵ روپے

﴿ باہتمام ﴾

دار العلم والمعرفة

خانقاہ قادریہ گڑھی اختیار خاں

ضلع رحیم یار خاں

فون: ۶۸۴۲۴۵[۰۷۰۷]

﴿ شائع کنندہ ﴾

گسخنج ویلفیئر ٹرسٹ

مرکزی دفتر: خانقاہِ قادریہ

گڑھی اختیار خاں، خان پور

ذیلی دفاتر: ۱ عائشہ لاج-۲۲-اے ممتاز سٹریٹ

حبیب اللہ روڈ، گڑھی شاہو لاہور

۲ C-۱۶- مین روڈ۔ سیٹلائٹ ٹاؤن

خان پور۔ ضلع رحیم یار خاں

بسم الله الرحمن الرحيم
١٤٠٩

مضامین

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
۱۳	علم الاحوال	۱۵۲
۱۴	علم الاسرار	۱۵۳
۱۵	علمِ نبویؐ اور علم نظری	۱۶۰
۱۶	سیرِ حق میں اہلِ حق کا طریق	۱۶۳
۱۷	راہِ الٰہی کی چار صورتیں	۱۶۴
۱۸	راہِ حقیقت کے مراتب	۱۶۵
۱۹	اہلِ حق کے سات خصوصی مسائل	۱۶۹
۲۰	علمِ کلام کے حوالے سے عقائد کی صحت پر نظر	۱۷۰
۲۱	مسلمانوں کے مسلمہ عقائد	۱۸۴
۲۲	پہلی شہادت	۱۸۵
۲۳	دوسری شہادت	۱۹۵
۲۴	رسالۃ المعلوم من عقائد اہل الرسوم	۱۹۸
۲۵	حامل قائم مغربی کی زبان سے	۲۰۱
۲۶	جو چیزیں حوادث سے خالی نہیں ہوتیں	۲۰۱
۲۷	اثبات بقاء اور علومِ قدیم کا محال ہونا	۲۰۲
۲۸	انتقال عرض اور اس کے عدم کے باطل ہونے کا بیان	۲۰۳
۲۹	ان حوادث کے باطل ہونے کا بیان جن کا اول نہیں	۲۰۳
۳۰	اللہ تعالیٰ جوہر نہیں	۲۰۴

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
۱۰۰	ارواح فانی نہیں ہیں	۲۹۰
۱۰۱	چار عناصرِ اربع اوران کی ترکیب	۲۹۲
۱۰۲	حقائق مفرد اور حقائق مرکب	۲۹۴
۱۰۳	طبائع اپنے وجود اور ترکیب میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں	۲۹۸
۱۰۴	بسائطِ حروف کے مراتب	۳۰۰
۱۰۵	اسرارِ حروف ناپیدا کنارِ سمند ہیں	۳۰۱
۱۰۶	علم میں زیادتی کا مفہوم	۳۰۳
	الجز الخامس پ۳	**۳۰۸**
۱۰۷	حروف کے بعض مراتب	۳۰۸
۱۰۸	حروف مخاطب ومکلّف ہیں	۳۰۸
۱۰۹	عالمِ جبروت	۳۰۸
۱۱۰	عالمِ عالی	۳۰۹
۱۱۱	عالمِ اوسط	۳۰۹
۱۱۲	عالمِ اسفل	۳۰۹
۱۱۳	عالمِ امتزاج۔	۳۰۹
۱۱۴	حروف کے رسول ہیں	۳۱۰
۱۱۵	الٓمٓ کے اسرار	۳۱۵
۱۱۶	حروف مبہم ومفرد	۳۱۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشکل حکایتے است کہ ہر ذرہ ہر عینِ اوست
امانمی تواں کہ اشارت باو کنند

معلوم انسانی تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ہستیِ اعلیٰ' حسنِ حقیقی' اور خالق کائنات' کی تلاش وجستجو' اور اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ آگاہی حاصل کرنے کی تڑپ ہر دور کے انسان کا اہم ترین مسئلہ رہا ہے۔ اسے محبوبِ حقیقی کی کشش کا حیرت انگیز کمال سمجھنا چاہیے کہ یہ راستہ جس قدر پیچیدہ' تہ در تہ' مشکل اور پُر پیچ ہے' انسانی قافلے اُس پر چلنے کے لیے اُسی قدر بے تاب' سر بکف اور کمر بستہ ہو کر رواں دواں ہیں۔ انسانی تاریخ جتنی پرانی ہے اس کے اس سفر کی داستان بھی اسی قدر طولانی ہے۔

معرفت الٰہی یا حقیقت کُبریٰ تک رسائی کے اس خارزار مگر حد درجہ دلکش سفر میں ہزاروں قافلے گم ہو گئے' کئی تھک کر بیٹھ گئے کئی راہ بھٹک گئے اور بے شمار محوِ سفر ہیں۔ مگر شوق اور ہمت ہے کہ بدستور بڑھ رہی ہے ۔

تیرے وصال کا عالم نہ جانے کیا ہو گا
تیرے فراق کی لذت میں مر گئے ہیں لوگ

گویا اپنے خالق کی طلب' تلاش اور اسے پانے کی آرزو انسانی فطرت اور ضمیر کا

ایک ایسا داعیہ ہے جو اسے چین نہیں لینے دیتا' عرفی نے تڑپ کر کہا تھا ؎

حرم جویاں درے را می پرستند　　فقیہاں دفترے را می پرستند
برافگن پردہ تا معلوم گردد　　کہ یاراں دیگرے را می پرستند

اندھوں کے ہاتھی کی طرح ہر شخص نے اپنی فہم و فراست' ادراک کی وسعت' اور الفاظ و عبارت پر قدرت کے مطابق اس کی تعریف کی ہے کوئی شک نہیں کہ اس میں شدید ٹھوکریں بھی لگی ہیں مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ سارے لوگ متلاشی اُسی ایک ذات کے ہیں اور سب کے سر پر دھن بھی اسی کی سوار ہے ؎

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا　　آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے　　غرض انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

وحدت الوجود صرف کشفی مسئلہ نہیں ہے یہ عرفانی مسئلہ ہے۔ قرآن مجید نے جگہ جگہ تعقل' تدّبر اور تفکّر کی دعوت دی ہے اور خالق و مالک کی معرفت حاصل کرنے کے لیے انفس و آفاق کی رنگارنگی کو بطور استشہاد اور دلیل پیش کیا ہے جہاں یہ کہا گیا ہے کہ التوحید الحیرۃ' التوحید اسقاط الاضافات' یا التوحید السکوت اس سے یہ مراد نہیں کہ اس موضوع پر سرے سے گفتگو ہی نہ کی جائے اس لیے کہ اس موضوع پر گفتگو تو خود قرآن کا بیان کردہ طریق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس طرح کے غور و فکر اور اس کے نتائج کو قطعی اور فیصلہ کن حیثیت نہ دی جائے کہ انسان اپنے محدود علم کے ذریعے لامحدود کی حقیقت کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ لا تدرکه الابصار (۱) اور لا یحیطون به علما (۲) سے خود اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱؎ الانعام: ۱۰۳　　۲؎ طٰہٰ: ۱۱۰

فتوحاتِ مکیہ اپنے موضوع کی بلندی' افکار کی نُدرت' زبان و بیان کی بلاغت' جگہ جگہ کتاب وسنت سے استشہاد اور حیرت انگیز تخاطب کی وجہ سے عقلوں کو شکار کرنے والی کتاب ہے۔ پوری کتاب کا مرکزی موضوع اپنے خالق کے بارے میں انسان کی فطری پکار اور اس کے ضمیر کی الستی تڑپ اور تجسس اور اس کے فراق کا جواب ہے۔ یہ ایک ایسی دلفریب داستان ہے جس کی لذت اور چاشنی کی کیفیت اُس شخص کو سمجھائی ہی نہیں جاسکتی جس نے اُس کو چکھا نہیں۔

''خود ابن عربیؒ کا خیال ہے'' کہ فتوحات مکیہ'' جیسی کتاب نہ ماضی میں لکھی گئی ہے اور نہ مستقبل میں لکھی جائے گی''۔(۱)

یہ درست ہے کہ فتوحات میں مکاشفات' تجربات اور مشاہدات کا سلسلہ برابر جاری رہا ہے مگر یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ فتوحاتِ مکیہ کی بیناد عقل وخرد پر اُٹھائی گئی ہے۔ کتاب وسنت اور مکاشفات ومشاہدات نے اس کی تائید وتوثیق کی ہے۔

ہمارے نزدیک امام ربانی 'مجدد الف ثانی اور شیخ علاء الدولہ سمنانی یا پھر ان کی اتباع میں کچھ نقشبندی حضرات کے علاوہ ابن عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود کی کوئی قابل ذکر ہستی مخالف نہیں ہے بلکہ شاہ محمد اسماعیل کے مطابق مجدد الف ثانی کے وصال کے بعد ان کے تکیے کے نیچے سے جو کاغذ برآمد ہوا اس میں وہی کچھ بیان کیا گیا تھا جو ابنِ عربیؒ کا موقف ہے۔(۲)

۱؎ محی الدین ابن عربیؒ حیات وآثار' از: ڈاکٹر محسن جہانگیری' مترجم: احمد جاوید سہیل عمر : ۱۰۱

۲؎ عبقات' مترجم: مولانا سید مناظر احسن گیلانی: ۹۰۔ ادارۂ اسلامیات لاہور۔

رہی علامہ ابن تیمیہ یا علامہ ابنِ قیم اور ان کے ہم خیال لوگوں کی تنقید تو اس کے لیے یہی کافی ہے کہ ملت اسلامیہ کے جلیل القدر علماء وصوفیاء نے اسے قبول نہیں کیا اور اس کی وجہ سے خود علامہ ابن تیمیہ اور ابنِ قیم کی شدومد سے تردید ہوئی ہے۔ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ العجز عن درک الادراک ادراک تو اس راہ کا ایسا متفقہ کلیہ ہے جس پر تقریباً سب کا اتفاق ہے ۔

کس ندانست کہ منزل گاہ آں یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

مفکرین عالم بلکہ خود مفکرین اسلام نے اس عنوان کو موضوع بحث بنایا ہے اور ہزاروں سال سے شروع ہونے والی اس باریک، لطیف اور پر معنیٰ گفتگو کو آگے بڑھا کر اسے درجۂ کمال تک پہنچا دیا ہے۔

حقیقت کُبریٰ کی تلاش اور جستجو کسی ایک قوم کی میراث نہیں ہے۔ میں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ خالق کے مخلوق کے ساتھ ربط یا قدیم کے حادث کے ساتھ تعلق کی کیفیات کے بارے میں دنیا کے اکثر مفکرین کے خیالات میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس لیے کہ بات ہر عنوان اور ہر وجہ سے اُسی حسن ازل ہی کے بارے میں ہے۔

عباراتنا شتیٰ وحسنک واحد
وکلٌّ الیٰ ذاک الجمال یُشیر

فتوحاتِ مکیہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی آخری تصنیف ہے۔ اس کی تحریر میں وہ تقریباً ۳۵ برس مصروف رہے۔ یہ کتاب انہوں نے ۵۹۹ھ

میں شروع کی اور وفات سے دو سال قبل ۶۳۶ھ میں مکمل کی۔فتوحات مکیہ میں ابن عربیؒ کا فکر و فلسفہ اپنی معراج کو پہنچ گیا ہے۔فکر کا ارتقاء اور تدریج اپنا پورا سفر طے کر گئی ہے۔

خیال رہے کہ ابن عربیؒ کے بعد تمام اسلامی ادوار کے عام و خواص کی بہت بڑی اکثریت اُن کی مداح معترف' عقیدت منداور ہم خیال رہی ہے۔اُن پر نشتر چلانے سے پہلے ہمیں سوچنا پڑے گا کہ اس کی زد کہاں کہاں پڑ رہی ہے اور ہمارے پاس کچھ بچتا بھی ہے یا نہیں۔

فتوحاتِ مکیہ کا مکمل ترجمہ آج تک نہیں ہوا۔ مولوی فضل محمد خان صاحب نے اپنے ماہوار رسالے میں قسط وار ترجمہ شائع کرنا شروع کیا تھا اس ترجمے کو شرح کہنا زیادہ مناسب ہے۔اس ماہوار رسالے کی ضخامت سو صفحات ہوتی تھی۔۱۹۲۷ء میں اس کی آخری قسط چھپی اور پھر یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ یہ ترجمہ اصل کتاب کی چوتھائی سے بھی کم پر مشتمل ہے۔مولوی فضل محمد خان صاحب عالم فاضل آدمی تھے۔ میں نے بھی ان کے ترجمے سے فائدہ اٹھایا ہے تاہم پون صدی قبل ہونے والا یہ ترجمہ قدیم اردو زبان اور پرانے انداز کے مطابق تھا جس سے فائدہ اٹھانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔

ابنِ عربیؒ کی تمام کتابیں بالخصوص فصوص الحکم اور فتوحاتِ مکیہ اپنے موضوع کی بلندی' لطافت اور گہرائی و گیرائی کے علاوہ ادب و انشاء کا بھی بہترین نمونہ ہیں۔اس لیے کہ ابن عربیؒ انتہائی اونچے درجے کے ادیب' انشا پرداز' شاعر اور عالم ہیں۔بعض دفعہ ان کی ترجمانی کرتے ہوئے الفاظ ساتھ چھوڑ

جاتے ہیں ایسے مواقع مولوی فضل محمد خان کو بھی پیش آئے ہیں اور ظاہر ہے مجھے اُن سے بھی زیادہ پیش آئے ہوں گے۔ تاہم میں نے اپنی طرف سے فتوحات کے ترجمے کو سلیس اور بامحاورہ بنانے کی پوری کوشش کی ہے۔ اس ترجمے کے بعد فتوحات کا ایک اور ترجمہ بھی شائع ہوا ہے مگر انتہائی افسوس ہے کہ اس کی کیفیت ''من چہ گویم وطنبورہ من چہ می سراید'' والی ہے۔ میرا خیال ہے ایسے ترجمانوں کو دیکھ کر ابنِ عربیؒ کی روح ضرور فریاد کرتی ہوگی۔

یارب نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات

میں نے اپنے پیش لفظ کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصے میں ابن عربیؒ کے مختصر حالات زندگی، دوسرے حصے میں ان کے عقائد خود ان کی زبانی اور تیسرے حصے میں وحدت الوجود کی تعبیر وتوضیح۔ ابنِ عربی کا اصل موقف اس بارے میں اکابرینِ امت کی رائے اور ضروری اعتراضات اور ان کے جوابات شامل ہیں۔

میں نے غیر ضروری تفصیلات میں جانے اور بحث برائے بحث سے اجتناب کیا ہے، نہ ہی اپنے آپ کو الزامی جوابات کے کارِ بے خیر میں الجھایا ہے۔

مجھے اپنی بے مائیگی کا پورا پورا احساس اور اعتراف ہے۔ تاہم ناشکر گزاری ہوگی اگر میں اس بات کا اعتراف نہ کروں کہ میرے خاندان کے بیشتر بزرگ، جید عالم، صاحبِ تصانیف، اور عملاً صاحبانِ رُشد وہدایت ہوئے ہیں، میں خود تصوف کے مختلف موضوعات پر ہزاروں صفحات سپردِ قلم کر چکا ہوں اور بحمد للہ اندرون وبیرون ملک کے اہلِ علم نے میرے کام کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

یوں اگر میں بھی اس بھاری پتھر کو چوم کر رکھ دیتا تو فرض سے کوتاہی کا مرتکب ہوتا۔

ملک کے کئی اہلِ علم دوست عرصہ سے تقاضا کر رہے تھے کہ میں یہ کام شروع کروں' میں بوجوہ لیت ولعل سے کام لے رہا تھا۔ لاہور اور کراچی کے چند اہلِ علم اور ابنِ عربیؒ کے ارادت مند دور دراز کا سفر کر کے میرے پاس آتے بھی رہے۔ مگر میں تیار نہیں ہو رہا تھا۔ اس دوران اچانک میرے خصوصی دوست' محبؔ' صاحبِ علم وبصیرت محمد یوسف خان صاحب خٹک سابق اکاؤنٹنٹ جنرل سرحد وبلوچستان حال لاہور مستعد ہو کر میرے سر پر بیٹھ گئے۔ خٹک صاحب سے انکار میرے بس کی بات نہ تھی۔ خٹک صاحب اردو' انگریزی' فارسی اور عربی زبانوں کے فاضل ہیں۔ ان کا مطالعہ بے حد وسیع ہے۔ ان کا ذاتی کتب خانہ ان کے ذوقِ لطیف کا ثبوت ہے۔ انہوں نے نہ صرف مجھے آمادہ کیا بلکہ اپنے ادارے گنج میموریل ویلفیئر ٹرسٹ (مرکزی دفتر خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان' ذیلی دفتر عائشہ لاج ۲۲/اے ممتاز اسٹریٹ' حبیب اللہ روڈ لاہور) کی طرف سے فتوحات کے ترجمے کی اشاعت کے تمام تر اخراجات کی منظوری بھی عنایت فرمائی۔ **فجزاهم الله احسن الجزاء**۔

فتوحات مکیہ کا یہ ترجمہ جناب محمد یوسف خان خٹک کی ہمت' لگن اور شوق کے نتیجے میں منظر عام پر آ رہا ہے۔

فتوحاتِ مکیہ کا پہلا ایڈیشن مصر سے انتہائی باریک خط میں چار جلدوں میں چھپا تھا حال ہی میں جدید ایڈیشن تمام ظاہری ومعنوی خوبیوں کے ساتھ تیرہ جلدوں میں چھپا ہے' ہم جدید ایڈیشن کی پہلی جلد کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

میں اپنے محبّ' صاحبِ علم اور درویش منش دوست رئیس نذیر احمد صاحب کا خصوصی طور پر شکر گزار ہوں کہ انہوں نے فتوحاتِ مکیہ کی کتابت' تزئین اور چھپائی وغیرہ کے سارے مراحل انتہائی محبت اور خلوص سے سرانجام دیے' اللہ تعالیٰ نے انہیں عاجزی' ہیچمدانی اور انکسار کا پیکر بنایا ہے۔ اس سے پہلے وہ ہمارے ادارے دارالعلم والمعرفۃ کی کتاب ''ہدیۂ مرسلہ'' بجناب سرورِ کائنات ﷺ (درود وسلام کا نیا اور بے حد دلکش مجموعہ از جناب فقیر محمد یوسف خاں خٹک) انتہائی نفاست اور خوب صورتی کے ساتھ چھاپ چکے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کے پیش لفظ سے انہوں نے اپنے بارے میں تشکر و تحسین کے الفاظ بھی آخری مراحل میں باقی رکھنے نامناسب سمجھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس محنت' اخلاص اور دینی کاموں میں خصوصی دلچسپی پر جزائے خیر عطا کرے۔

اگر اس ترجمے اور پیش لفظ میں کوئی خوبی ہے تو یہ شیخ اکبر ابنِ عربیؒ کی روحانیت' للٰہیت اور راہِ معرفت میں ان کے مقام و مرتبے کا نتیجہ ہے' اگر کوئی لغزش اور کوتاہی ہے تو وہ میری طرف سے ہے حضرت شیخؒ کی شخصیت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

خاک نشیں

فقیر سید محمد فاروق القادری

مرکزی دارالعلم والمعرفۃ

خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف

گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان

۳/ جون ۲۰۰۴ء

مختصر حالات زندگی

نام نامی محمد بن علی بن محمد، لقب محی الدین اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ بعض کتابوں میں کنیت ابو بکر بھی بیان کی گئی ہے۔ آپ کا تعلق عرب کے مشہور قبیلے بنو طے سے تھا۔ سلسلہ نسب مشہور سخی مرد حاتم طائی سے ملتا ہے اس لیے آپ کو حاتمی اور طائی بھی کہا جاتا ہے۔

آپ سوموار کی رات سترہ رمضان المبارک ۵۶۰ھ بمطابق ۲۸ جون ۱۱۶۵ء اندلس کے شہر ''مرسیہ'' میں پیدا ہوئے (۱)۔ آپ کو ابن افلاطون اور ابنِ سراقہ کی کنیت سے بھی یاد کیا جاتا رہا ہے مگر جس کنیت سے عالمگیر شہرت ملی وہ ''ابنِ عربی ؒ'' کی کنیت ہے۔ مغرب میں آپ کو ابنِ العربی ؒ اور مشرق میں ابنِ عربی (الف لام کے بغیر) کا نام دیا جاتا رہا۔ ابن عربی ؒ کی کنیت غالباً اس وجہ سے اختیار کی گئی تا کہ شیخ ابو بکر محمد بن عبداللہ ابن العربی اندلسی ؒ متوفی ۵۴۳ھ سے اشتباہ والتباس نہ ہو۔

ابن عربی ؒ کی کنیت کے ساتھ ساتھ دوسرے جس لقب سے آپ کو شہرت ملی وہ ''شیخ اکبر'' کا لقب ہے۔ بقول ڈاکٹر محسن جہانگیری بلاشبہ یہ لقب

۱۔ ابنِ عربی ؒ حیات وآثار، ڈاکٹر محسن جہانگیری، مترجم احمد سہیل عمر: ۱۵

اپنی تمام تر معنویت اور شکوہ کے ساتھ ان کو زیبا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لقب آپ کے استاذ ابومدین غوث تلمسانیؒ نے آپ کو دیا تھا۔ بحث یہ نہیں ہے کہ یہ لقب کس نے دیا اور واقعہ یہ ہے کہ ''زبانِ خلق نقارۂ خدا کے'' مطابق یہ لقب آپ کو قدرت کی طرف سے عطا ہوا ہے اور عوام وخواص کی زبان پر اس طرح جاری ہوا کہ شیخ اکبر کا لفظ سنتے ہی ذہن فوراً ابن عربیؒ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ معرفت خداوندی کے سفر میں جو سبقت' شناوری اور حقیقت تک رسائی حضرت ابن عربیؒ کو عطا ہوئی ہے اور اقوامِ عالم میں جس طرح انہوں نے اس راہ کے راہیوں کی امامت وسیادت کا درجہ حاصل کیا شیخ اکبر کا لقب بجاطور پر انہیں سجتا ہے۔

آپ کی ولادت کا ایک واقعہ اکثر کتابوں میں مذکور ہے کہ آپ کے والد گرامی علی بن محمد پچاس برس کی عمر تک اولادِ نرینہ سے محروم رہے۔ ایک دن انہوں نے اپنے مرشد غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوکر دعا کے لیے درخواست پیش کی۔ آپؒ نے دعا فرمائی تو الہام ہوا کہ اُن کی قسمت میں اولاد نہیں ہے اگر کوئی دوسرا شخص اپنی ہونے والی اولاد انہیں ہبہ کر دے تو ممکن ہے۔ چنانچہ غوث الاعظمؒ نے علی بن محمد سے فرمایا کہ میری صلب میں ایک لڑکا ہے وہ میں نے تمہیں ہبہ کر دیا ہے۔ وہ امت محمدیہ میں امتیازی شان کا حامل ہوگا۔ اس کا نام محمد رکھنا۔ بشارت اور دعا کے مطابق حضرت ابن عربیؒ کی ولادت ہوئی تو آپ کے والد آپ کو غوث الاعظمؒ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے فرمایا یہ میرا لڑکا ہے اور انشاءاللہ ولایت کے اعلیٰ درجے کو پہنچے گا۔

غوث الاعظمؒ کی بشارت کے مطابق ابن عربیؒ علم وفضل اورفقر و ولایت اور کشف وشہود کی اُن بلندیوں پر فائز ہوئے جہاں اُمتِ محمدیہ کے گنے چنے افراد پہنچے ہیں۔

ابنِ عربیؒ کا خاندان علم وفضل، نجابت وشرافت اورزہدتقویٰ کے ساتھ ساتھ دنیاوی حیثیت سے بھی انتہائی ممتاز حیثیت کا حامل تھا، جدِ امجد شیخ محمد اندلس کے قاضی اور نامور عالم تھے والدعلی بن محمدفقہ و حدیث کے جیّد عالم، معروف صوفی اورابن عربیؒ کے الفاظ میں منزلِ انفاس پر فائز تھے نیز وہ مشہور فلسفی ابن رشد کے دلی دوست اور سلطانِ اشبیلیہ کے وزیر تھے۔

اسی طرح ان کے دونوں ماموں یحییٰ بن یغان اورابومسلم خولانی کا شمار بھی اپنے دور کے نامورلوگوں میں تھا۔الغرض ابن عربی کا خاندان دینی دنیوی وجاہت وسیادت کا حامل تھا۔

ایں سلسلہ از طلائے ناب است　　　ایں خانہ ہمہ آفتاب است

آپؒ نے قرآن مجیداورابتدائی تعلیم شیخ ابوبکر بن خلف سے حاصل کی اورآٹھ سال کی عمر میں اشبیلیہ چلے گئے جوحکومت کا دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے علماء، فقہاء اورمشائخ صوفیا کرمرکز تھا۔یہاں آپؒ نے تقریباً تیس برس تک اپنے وقت کے جیّد علماء اورمحدثین سے تمام علوم کی تکمیل کی۔ہرچند کہ آپ کے خاندان کے بزرگ فقہ میں امام کے مسلک پر تھے تاہم ابن عربیؒ نے تمام مکاتبِ فکر کے ائمہ اور مجتہدین سے فیض اُٹھایا۔

آپؒ بچپن ہی سے وہبی طور پرعبقری دل و دماغ کے مالک تھے۔

اشبیلیہ میں آپ کی ملاقات شیخ ابوالعباس عرینی سے ہوئی۔ چنانچہ اکثر کتابوں میں ان کا ذکر انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ ہوا ہے۔فتوحات میں بھی متعدد باران کا ذکر آیا ہے۔ابن عربیؒ انہیں شیخ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

ایک سے زیادہ مرتبہ آپؒ قرطبہ تشریف لے گئے جہاں مشہور فلسفی ابن رُشد سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ بجایہ میں مشہور بزرگ اور شیخ ابومدین سے ملے اور اُن سے استفادہ کیا۔ابن عربیؒ نے اپنی متعدد تصانیف میں ان کا ذکر انتہائی عقیدت و محبت سے کیا ہے بلکہ فتوحات میں انہیں رجالِ غیب میں شمار کیا ہے۔کئی جگہ انہیں ''ہمارے شیخ'' کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔

۵۹۰ھ میں ابنِ عربیؒ نے تیونس کا سفر کیا جہاں کچھ عرصہ مقیم رہے۔یہ مشاہداتی سفر تھا جس میں مردانِ خدا کی زیارت' اُن سے ملاقاتیں اور فیوض و برکات کا حصول تھا۔تیونس ہی میں قیام کے دوران دو دفعہ آپؒ نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی۔ سیر و سیاحت کے اس سفر میں دوبار اشبیلیہ واپس لوٹے۔ پروفیسر لطیف احمد صاحب کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ ابن عربیؒ بلادِ مشرق کی طرف گئے تو پھر وطن کبھی واپس نہیں لوٹے۔ابنِ عربیؒ ۵۹۵ھ کے لگ بھگ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور یہیں ۵۹۹ھ میں اپنی شہرہ آفاق کتاب ''فتوحاتِ مکیہ'' کا آغاز کیا۔مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران آپ عبادت و ریاضت' بیت اللہ کے طواف اور اربابِ طریقت کی ملاقاتوں میں مشغول رہے۔

۶۰۱ھ میں بغداد پہنچے مگر چند روز سے زیادہ قیام نہ رہ سکا۔ابن عربیؒ کے پانچ خرقہ ہائے طریقت بیان کیے گئے ہیں ان میں تین علیحد علیحدہ واسطوں

سے آپ کو نسبت قادریہ حاصل ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے الانتباہ میں اپنا سلسلہ طریقت بیان کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ :

امام محی الدین ابن عربیؒ نے ابوالبرکات جمال الدین بن یونس بن یحی الہاشمی سے خرقہ پہنا جب کہ انہوں نے شیخ وقت سید عبدالقادر جیلی سے خرقہ پہنا۔(۱)

مولانا عبدالقدیر صدیقی نے آپؒ کا سلسلہ طریقت اس طرح بیان کیا ہے:

سید المرسلین، حبیب رب العالمین، محمد رسول اللہ ﷺ ، وعنہ الامام مظہر العجائب سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ وعنہٗ سیدنا الحسن البصری رضی اللہ عنہ وعنہ ابا محمد حبیب العجمی رضی اللہ عنہ وعنہٗ وسیدنا داؤد الطائی رضی اللہ عنہ وعنہٗ سیدنا معروف الکرخی رضی اللہ عنہ وعنہٗ وسیدنا السری السقطی رضی اللہ عنہ وعنہٗ سیدنا سید الطائفہ ابوالقاسم جنید البغدادی رضی اللہ عنہ وعنہٗ سیدنا ابوبکر محمد بن خلف الشبلی رضی اللہ عنہ وعنہٗ سیدنا عبدالعزیز ابن الحارث التمیمی رضی اللہ عنہ وعنہٗ سیدنا ابوالفرح محمد بن عبداللہ الطرطوسی رضی اللہ عنہ وعنہٗ سیدنا علی بن احمد الہنکاری رضی اللہ عنہ وعنہٗ سیدنا ابوسعید المبارک المخرمی رضی اللہ عنہ وعنہٗ سیدنا ابومحمد الغوث الاعظم محی الدین عبدالقادر الحسنی الحسینی الگیلانی رضی اللہ عنہ وعنہٗ سیدنا ابوالسعود بن الشبلی رضی اللہ عنہ وعنہٗ الشیخ محی الدین محمد بن علی بن محمد الاندلسی

۱؎ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: ۱۳۸۔ ترجمہ سید محمد فاروق القادری مطبوعہ لاہور۔

الدمشقی المشہور بالشیخ الاکبر رضی اللہ عنہ ۔(۱)

ابن عربی ؒ ضعیف العمری کے باوجود تصنیف وتالیف' عبادت و ریاضت اور مسلسل سفر میں مصروف رہے۔امام عبدالوہاب شعرانی نے ابن عربیؒ کی تصانیف چار سو کے قریب بیان کی ہیں۔ جب کہ جامی نے ان کی تعداد پانچ سو سے بھی زیادہ بڑھ کر بتائی ہیں۔ڈاکٹر محسن جہانگیری نے یہ تعداد پانچ سو گیارہ بیان کی ہے اور باقاعدہ پانچ سو گیارہ کتابوں کی فہرست دی ہے۔ (۲)

آپؒ کا انتقال ۸۰ برس کی عمر میں دمشق میں ہوا۔اس وقت آپؒ کے اعزہ واقربا اور مریدین ومعتقدین کی خاصی تعداد موجود تھی۔آپؒ کا انتقال ۲۸ ربیع الاوّل ۶۳۸ھ جمعے کی رات ہوا۔عیسوی سن کے حساب سے یہ ۱۶ نومبر ۱۲۴۰ء کی تاریخ تھی۔

آپ ؒ کو شہر کے شمال میں کوہ قاسیون کے دامن میں قریہ ''صالحیہ'' کے مقام پر قاضی محی الدین کے پہلو میں دفن کیا گیا۔سلاطینِ آلِ عثمان اس صوفی بزرگ اور مشہور عارف کو ہمیشہ نگاہِ احترام سے دیکھتے رہے اور اس کے اعزاز وتکریم میں سرگرداں رہے۔کیونکہ وہ نصاریٰ پر اپنی فتح اور خصوصاً قسطنطنیہ کو ابنِ عربیؒ کی دعا کی برکت سمجھتے تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ ابن عربیؒ نے اس فتح کی پہلے سے خبر دے دی تھی جب سلطان سلیم خاں شام آیا تو اُس نے ابن عربیؒ کے مزار کی تعمیر پر توجہ دی اور مزار کے پاس ایک مسجد اور بڑا مدرسہ بنوایا اور ان کے

۱ــ　مقدمہ ترجمہ فصوص الحکم'از: مولانا عبدالقدیر صدیقی' نذیر پبلشرز'اردو بازار'لاہور۔

۲ــ　ابنِ عربیؒ حیات وآثار'ڈاکٹر محسن جہانگیری (ترجمہ) ۱۱۹

لیے بہت سے اوقاف مقرر کیے۔خود ابنِ عربی ؒ نے اس واقعے کی پیش گوئی کی تھی اور جفر پر اپنی کتابوں میں سے ایک میں جو غالباً شجرۃ النعمانیہ تھی، لکھا ہے ''جب سین شین میں داخل ہوگا محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی۔''نفح الطیب'' کے مؤلف نے شعبان، رمضان اور اوّل شوال ۱۰۳۷ھ میں ابنِ عربی ؒ کی قبر کی زیارت کی وہ لکھتے ہیں:

''میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اور اس سے بار بار برکت حاصل کی اور وہاں میں نے انوار کی چمک ظاہر پائی اور کوئی بھی انصاف پسند اُن واضح احوال سے انکار نہیں کرسکتا جن کا مشاہدہ ابنِ عربی ؒ کی قبر پر ہوتا ہے۔(۱)

شیخ ابنِ عربی ؒ کی قبر مبارک آج بھی اہلِ دل لوگوں کے لیے مرجع عقیدت ومحبت ہے اور زبان حال سے پکار رہی ہے۔

زیارت گاہِ اہلِ عزم و ہمت ہے لحد میری
کہ خاک راہ کو میں نے بتایا رازِ الوندی

❁

۱؎ ابنِ عربی ؒ حیات وآثار مترجم :۸۳- ۸۲

شیخ اکبر ابن عربیؒ کے فکر و فلسفے کا ماحصل

ابنِ عربیؒ کے فکر و فلسفے نے صرف ایک دور، علاقے یا خاص مذہب و ملت کو نہیں بلکہ ہر دور، زمانے اور بالتخصیص تمام مفکرین عالم کو متاثر کیا ہے۔ یہ افکار و خیالات اپنے موضوع کی گہرائی اور تنوع کے اعتبار سے اس قدر پیچیدہ، تہ در تہ اور پھیلے ہوئے ہیں کہ اگر انسان کے پاس وسیع علم اور عربی زبان و ادب پر پوری دسترس [illegible] صوفیاء اور ارباب کشف کی اصطلاحات، رموز، کنایات اور اسالیب سے اچھی طرح باخبر نہ ہو، بالخصوص ابنِ عربیؒ کے مخصوص انداز بیان اور منفرد طرزِ تکلم [illegible] سے شناسائی نہ ہو تو اسے سوائے حیرت، انکار، یا پھر من مانی اور غلط سلط تعبیرات کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ بیشتر اکابر صوفیا بالخصوص ابن عربیؒ عام لوگوں کو اپنی کتابوں کے مطالعے سے شدت کے ساتھ منع کرتے ہیں۔ (۱)

بعض حضرات سادگی سے ابن عربیؒ کے انداز بیان کو عسیر الفہم، مغلق اور مبہم ہونے کا طعنہ دیتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ابنِ عربیؒ کا موضوع

۱؎ (الیواقیت والجواہر، امام شعرانیؒ، فصل: ۳: ۱۷)

الٰہیات ہے اور یہ ایسا موضوع ہے جہاں ع

لسانُ النطق عنه اخرس

کے مطابق الفاظ درماندہ وعاجز ہوجاتے ہیں۔ الفاظ اس مقام کی نزاکت اور لطافت کا ساتھ دینے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

یُحَذِّرُ کُمُ اللّٰہُ نَفْسَه‘

''اور اللہ تمہیں اپنے سے ڈراتا ہے''۔ [آل عمران : ۲۸]

امام العرفاء سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا تھا:

ماعرفناک حق معرفتک

''ہم تیری معرفت کا حق ادا نہیں کر سکے''۔

لاَ تَفَکَّرُوْا فِی اللّٰہِ فَتُھْلِکُوْا

''اللہ کے بارے میں زیادہ غور وفکر نہ کرو ہلاک ہوجاؤ گے''۔

خواجہ عطارؒ نے فرمایا تھا:

در ذاتِ خدا فکر فراواں چہ کنی جاں را از قصورِ خویش حیراں چہ کنی
چوں تو نہ رسی بہ کنہ یک ذرہِ تمام در کنہِ خدا دعویٰ عرفاں چہ کنی

خود ابنِ عربیؒ نے فرمایا ہے کہ:

کل الناس فی ذات اللہ حمقاء

''ذاتِ حق کی معرفت کے بارے میں سب لوگ بے خبر ہیں''۔

اسی لیے صوفیاء نے ذاتِ حق کو غیب الغیب، منقطع الوجدان، غیب ہویت مکنون المکنون، بطون البطون، خفا الخفا، قدم القدم، نہایۃ النہایات اور معدوم

الاشارات سے تعبیر کیا ہے۔

ابنِ عربیؒ تو بقول علامہ شعرانیؒ بے پایاں سمندر ہیں۔ان کا موضوع بھی اسی شان کا حامل ہے۔میں عرض کرتا ہوں کہ کوئی ہماری فنون کی اہم کتابوں مثلاً سُلم العلوم‘‘ ’’حمد اللہ‘‘ ’’شمسِ بازغہ‘‘ ’’قاضی مبارک‘‘ ’’ہدیہ سعیدیہ‘‘ وغیرہ کوتو غور سے دیکھے کہ انہیں حل کرنے میں کس طرح عقل دنگ اور دماغ چرخ میں آجاتا ہے۔کوئی شک نہیں کہ ابن عربیؒ کے فکر و فلسفے نے ایک طرف انہیں آسمان کی بلندیوں تک پہنچایا ہے۔ جہاں بڑے بڑے مفکرین عالم اُن کے سامنے گردنیں جھکائے کھڑے ہیں تو دوسری طرف ان کے چند ناقدین ومخالفین کو بھی ایسا موضوع ہاتھ لگا ہے کہ جوان کی کتابوں کا ایک جملہ صحیح پڑھ تک نہیں سکتا وہ بھی اُن پر نشتر زنی سے نہیں چوکتا۔

میں ایک عرصے سے سوچ رہا تھا کہ انتہائی اختصار کے ساتھ ابنِ عربیؒ کے فکر و فلسفے کا نچوڑ اور خلاصہ مرتب کیا جائے تا کہ جولوگ تفصیلاً ان کی کتابیں نہیں پڑھ سکتے یا کسی وجہ سے انہیں کوئی دشواری ہے وہ اس فکر و فلسفے کے بنیادی نکات ذہن نشین کرلیں۔

مجھے تسلیم ہے کہ یہ نکات بھی ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا مگر میں معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ ان خالص فنّی اصطلاحات اور دشوارترین علمی مباحث کے خلاصے کو اس سے آسان پیرائے میں بیان کرنا کم ازکم میرے بس میں نہیں ہے۔

ابنِ عربیؒ کے فکر و فلسفے کے کچھ اہم نکات مولانا عبدالقدیر صدیقی نے فصوص الحکم کے ترجمے کے مقدمے میں بیان کیے ہیں۔ان کے علاوہ میں نے

فتوحاتِ مکیہ، فصوص الحکم، شجرۃ الکون، رسائل ابن عربیؒ، قرآن اور تصوف از ڈاکٹر میر ولی الدین، تصوف اور سرّیت از پروفیسر لطیف اللہ التکشف عن مہمات التصوف، اور تنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن عربیؒ از مولانا اشرف علی تھانوی اور سرِ دلبراں، وغیرہ سے انتہائی احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ مرتب کیے ہیں۔ اگر ان میں کوئی غلطی اور کوتاہی رہ گئی ہے تو میری طرف سے ہے اور اگر کوئی مفید بات آئی ہے تو وہ ابن عربیؒ کی روحانیت، للّٰہیت اور راہِ حقیقت میں اُن کی پیش قدمی کا نتیجہ ہے۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌ م بِالسُّوۡٓءِ

''اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں کہتا بے شک نفس تو بہت برائی کا حکم دینے والا ہے''۔ [یوسف : ۵۳]

ابن عربیؒ کے افکار کا خلاصہ

۱ وجود بالذات حق تعالیٰ میں منحصر ہے ماسویٰ اللہ کا وجود بالعرض ہے۔

۲ وجود بمعنی ما بہ الموجودیۃ عین ذاتِ حق ہے حق تعالیٰ کے سوا تمام وجود انتزاعی ہیں ان کا وجود مستقل تو کیا انضامی بھی نہیں ہے۔

۳ اسمائے الٰہیہ اور ممکنات لاعین ولا غیر ہیں یعنی ان کا منشا ذاتِ حق ہے اور بعد انتزاع و مفہوم ہونے کے غیر ہیں۔

۴ علم و معلومات حق یعنی اعیانِ ثابتہ کا مرتبہ قبل قدرت و ارادہ ہے یعنی

غیر مخلوق ہیں۔

۵ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ اس میں حوادث حلول کریں یا وہ حوادث میں حلول کرے۔

۶ عبد کے لیے عبودیت کی کوئی انتہا نہیں کہ اسے پالے اور پھر رب بن جائے جس طرح کہ رب کے لیے کوئی حد نہیں کہ وہ ختم ہو جائے اور وہ عبد بن جائے۔ اس لیے رب' رب ہے بغیر نہایت اور عبد' عبد ہے لانہایت۔

العبد عبد وان تَرَقّٰی

والربُّ ربٌ وان تنزل

''بندہ بندہ ہے گو وہ لاکھ ترقی کرے رب رب ہے خواہ وہ کتنا نزول کرے''۔

[فتوحات: باب ۲۸]

اعیانِ ثابتہ اور حقائق اشیاء ظہوراتِ اسمائے الٰہی کے امکان ہیں ان کو وجودِ خارجی کی بو تک نہیں پہنچی۔

الاعیان ما شَمَّتُ رائحةُ الوجود

''اعیان نے تو وجود کی بو تک نہیں سونگھی''۔

۹ کُن سے پہلے مراتب داخلی والٰہی ہیں اور کُن کے بعد مراتب خارجی اور مخلوقات ہیں۔

۱۰ اعیانِ ثابتہ' مخلوقات' حقائق کونیہ اور طبائع ممکنات پر اسماء وصفاتِ الٰہی کی تجلی ہوتی ہے تو دونوں کے ملنے سے مخلوقات وممکنات نمایاں ہوتے ہیں۔

۱۱ اعیانِ ثابتہ اور حقائق ممکنات پر ویسی تجلی ہوتی ہے جیسا ان کا اقتضا ہے۔

۱۲ حقیقت کلی پر تجلی کلی اور حقیقتِ جزئی پر تجلی جزئی ہوتی ہے۔

۱۳ اعیان وحقائق کے متعلق سوال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ایسے کیوں ہیں؟

۱۴ جو کچھ عالم میں ظاہر ہونے والا ہے تقدیر اس کا نظام العمل یا پروگرام ہے۔

۱۵ اسے ب پیدا ہوا ب کا نتیجہ ج ہے ج کو دال لازم ہے تو یہ استلزام ہے نہ کہ جبر' جبر یہ ہے کہ کسی کو اس کے افعال طبیعی سے کوئی خارجی قوت روکے۔

۱۶ وجود مطلق خیر مطلق ہے اور عدم محض شرِّ محض' وجودِ اضافی کے ساتھ عدم اضافی لگا رہتا ہے لہٰذا اس سے کچھ خیر کچھ شرّ ظاہر ہوتا ہے۔

۱۷ مرکب گو اعتباری ہوتا ہے مگر اس کی بھی ایک طبیعت وحقیقت ہوتی ہے اور اس کے لوازم وآثار ہوتے ہیں جو آثار کے اجزاء کے علاوہ ہیں۔

۱۸ علم معلوم کا تابع ہوتا ہے یعنی جیسی چیز ہوتی ہے ویسا ہی اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے نہ یہ کہ چیز کچھ اور ہے اور وہ جانتا کچھ اور طرح ہے۔

۱۹ قلبِ حقیقت صحیح نہیں لہٰذا عدم وجود اور وجود عدم نہیں ہوسکتا۔

۲۰ وجود علمی کو ثبوت اور وجودِ خارجی کو وجود کہتے ہیں' بعض اوقات ثبوت ووجودِ علمی کو عدم بھی کہہ دیتے ہیں لہٰذا اعیانِ ثابتہ جو معلوماتِ حق ہیں غیر موجود فی الخارج اور معدوم ہیں۔

۲۱ عینِ ثابتہ کی استعداد کلی کے مطابق عینِ خارجی کے استعدادات پیدا ہوتے ہیں۔

۲۲ ظہورات وتعلقات کے حدوث سے اصل شے کا حدوث لازم نہیں آتا۔

۲۳ شئے کے دو تعین ہیں ایک تعین ذاتی ذات کے لحاظ سے یہ کبھی نہیں بدلتا

دوسرا تعین وصفی جو اوصاف کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے اس تعین کے بدلنے سے ذات کے تشخص پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۲۴ عالم حق تعالیٰ کا عین نہیں ہے اس لیے کہ اگر وہ حق تعالیٰ کا عین ہوتا تو حق تعالیٰ کا ''بدیع'' ہونا صحیح نہ ہوتا جس کا معنی ہے عدم سے وجود میں لانے والا۔

۲۵ عقل اپنے طور پر یا اپنی قوتوں کے ذریعے معرفت خداوندی پر قادر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کا علم سلبی ہے۔

۲٦ احکام شریعت کے اسرار و رموز کا علم بھی عقل کی پہنچ سے باہر ہے۔ یہ علم انبیائے کرام سے خاص ہے۔ شریعت کو ماننا اور اس پر عمل کرنا سب کے لیے ضروری ہے اس کے لیے انبیائے کرام کے خصوصی علم پر اعتماد کرنا لازم ہے۔

۲۷ الہام اور علم لدنی میں فرق ہے' علم لدنی کو الہام پر کئی گنا فضیلت حاصل ہے یہ ایک اعتبار سے قطعی ہے۔

۲۸ معرفت الٰہی کے راستے میں دلیل و برہان پر کشف و مشاہدہ کو فضیلت حاصل ہے۔

۲۹ قلب محل معرفت ہے۔

۳۰ وجودِ حقیقی واحد ہے اس کی کوئی مثل ہے اور نہ ضد۔ چنانچہ عارف اس امکانی کائنات کو جو مفارقت اور کثرت کا گہوارہ ہے۔ معدوم دیکھتا ہے اور وہ سوائے ذاتِ حق کہ عین وحدت ہے کے علاوہ کوئی چیز نہیں پاتا یہاں غیریت تو ہے ہی نہیں نہ کوئی واصل ہے نہ موصول' نہ اس کی کوئی صورت ہے نہ شکل' یہ نہ کلی ہے نہ جزی' نہ خاص نہ عام' تمام قیود سے مطلق و آزاد'

بلکہ قید اطلاق سے بھی منزہ اور پاک۔

۳۱ محققین اور سچ کے صحیح متلاشیوں کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی اور چیز موجود نہیں ہے اور اگرچہ ہم بھی موجود ہیں تاہم ہمارا وجود اس کی وجہ سے ہے اور جو وجود غیر کی وجہ سے ہو وہ عدم کے حکم میں ہوتا ہے۔

۳۲ اعیانِ ثابتہ کی اصطلاح پہلے پہل ابنِ عربیؒ نے استعمال کی ہے اس سے ان کی مراد حق میں قائم اشیاء کے حقائق و ذوات اور ماہیات ہیں بالفاظ دیگر یہ اشیاء کی علمی صورتیں ہیں جو ازل سے علم الٰہی میں ثابت ہیں۔

❁

شیخ اکبر ابن عربیؒ کے عقائد خود ان کی زبانی

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

یوں تو ابنِ عربیؒ کی وفات سے آج تک آپ سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کی تعداد ہر دور میں حد و شمار سے زیادہ رہی ہے۔ ان میں عالم اسلام کے جلیل القدر علماء، مفسرین، محدثین، فقہاء اور صوفیا شامل ہیں۔ ''الیواقیت والجواہر'' میں امام شعرانیؒ نے ایسے لوگوں کی ایک فہرست دی ہے ان میں مجدالدین فیروز آبادی صاحبِ قاموس، شیخ سراج الدین مخزومیؒ، کمال الدین زملکانیؒ، قطب الدین حمویؒ، شیخ صلاح الدین صفدیؒ حافظ ابو عبداللہ ذہبیؒ شیخ قطب الدین شیرازیؒ شیخ موید الدین خجندیؒ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فخر الدین رازیؒ امام محی الدین نوویؒ امام یافعیؒ شیخ محمد مغربی شاذلیؒ شیخ عزالدین عبدالسلامؒ عماد الدین ابن کثیرؒ شیخ تقی الدین السبکیؒ، شیخ جلال الدین سیوطیؒ، شیخ صدرالدین قونویؒ، مولانا جلال الدین رومیؒ عبدالرحمٰن جامیؒ، سرفہرست ہیں۔ الغرض بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی ابنِ عربیؒ سے اسلام کے بہترین دل و

دماغ متاثر ہوئے اور اُن کا فلسفہ تصوف کی روح بن گیا۔(۱)

عالم اسلام بالخصوص برصغیر میں ابنِ عربیؒ کی مقبولیت اور ان کے نظریہ وحدت الوجود پر تقریباً اتفاق ہے۔ شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، حاجی امداداللہ مہاجر مکی، فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خانؒ اور مولانا اشرف علی تھانوی تک یہ مسئلہ اجماعی صورت اختیار کر گیا ہے۔ مولانا تھانوی نے ''التکشف'' ''بوادر النوادر'' اور ''کلید مثنوی'' میں اس کی تائید وحمایت اور تشریح وتوضیح میں سینکڑوں صفحے لکھے ہیں حد یہ ہے کہ ابنِ عربی اور ان کے نظریے کے مخالفین میں علامہ ابن تیمیہ کا نام شدّ ومدّ سے لیا جاتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے بارے میں جدید تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ وہ خود صوفی تھے اور تین واسطوں سے غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بیعت تھے اور ہر سال غلّے کے کئی اونٹ اُن کے لنگر میں بھجوایا کرتے تھے۔ (۲)

دوسرے یہ کہ ان کے سامنے ابنِ عربیؒ کی جو تصانیف آئی تھیں وہ تحریف شدہ تھیں۔ اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ دوسرے نامور لوگوں کی طرح ابنِ عربیؒ کی تصانیف میں بھی بعض مقامات پر کچھ بیرونی چیزیں داخل کر دی گئی تھیں، یہ عبارات ذو معنیٰ اور بعض جگہ ملحدانہ نظریات پر مشتمل تھیں۔

جو شخص ببانگِ دہل اپنی کتابوں میں بار بار اعلان کر رہا ہے کہ:

''جو حقیقت خلاف شریعت ہو وہ زندقہ باطلہ ہے''۔ (۳)

۱؎ تاریخ مشائخ چشت: ۱۶۲، پروفیسر خلیق احمد نظامی، مطبوعہ دارالمؤلفین، اسلام آباد۔

۲؎ ابن تیمیہ قادریہ سلسلہ کے ایک صوفی، از: مقدسی، مرتبہ محمد سہیل عمر بحوالہ تصوف اور سریت، ڈاکٹر لطیف احمد۔

۳؎ فتوحاتِ مکیہ

فرمایا:

''ہمارے لیے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں بجز اس طریقہ کے جو مشروع ہے''۔ (۱)

فرمایا:

''جو شخص میزانِ شریعت کو ایک لمحے کے لیے اپنے ہاتھ سے چھوڑے گا وہ ہلاک ہو جائے''۔ (۲)

ابنِ عربیؒ کے تقویٰ و طہارت' تلاوتِ قرآن اور قیام اللیل پر تمام سوانح نگار متفق ہیں۔ صاحبِ روح البیان نے ابنِ عربیؒ کے بارے میں یہ حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے:

''حکی ان الشیخ الاکبر قال راعیت جمیع ما صدر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سویٰ واحد وھوانہ علیہ السلام زوج بنتہ علیا رضی اللہ علیہ و کان یبیت فی بیتھابلا تکلف ولم یکن لی بنت حتی افعل کذا''(۳)

''بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ اکبرؒ نے فرمایا کہ میں نے آنحضور ﷺ کے ہر فعل کا اتباع کیا ہے مگر ایک عمل مجھ سے رہ گیا ہے وہ یہ کہ آپؐ نے اپنی صاحبزادی کا عقد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اور آپ بعض دفعہ بلا تکلف رات وہاں گزار لیتے تھے' مگر میری بیٹی ہے نہیں جو میں اس عمل کی پیروی کرسکوں''۔

---

۱ فتوحاتِ مکیہ ۲ فتوحاتِ مکیہ ۳ روح البیان ج :۲ : ۲۵۷

بعض کتابوں میں ابن عربیؒ کی ایک بیٹی کا ذکر کیا گیا ہے جس کا نام زینب بتایا جاتا ہے۔ آپؒ کا یہ قول اس بیٹی کی پیدائش سے پہلے کا ہے یا اس کے فوت ہو جانے کے بعد کا ہے۔

اتباعِ نبویؐ میں جس بزرگ کے مقام و مرتبے کی یہ کیفیت ہے اس سے اس کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے جو کچھ لوگ بے خبری یا سنی سنائی باتوں پر یقین کرتے ہوئے ان کے بارے میں کہہ دیتے ہیں ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

ابن عربیؒ کی کتابوں پر اعتراضات کی وجوہ بیان کرتے ہوئے شعرانیؒ فرماتے ہیں :

وجميع مالم يفهم الناس من كلامه انما هو لعلو مراتبه وجميع ما عارض من كلامه ظاهر الشريعه وما عليه الجمهور فهو مدسوس عليه كما اخبرنى بذلك سيدى الشيخ ابو الطاهر المغربى نزيل المكة المشرفة ثم اخرج لى نسخة الفتوحات التى قابلها على نسخة الشيخ التى بخطه فى مدينه قونية فلم ار فيها شيئا مما كنت توقفت فيه وحذفته عين اختصرت الفتوحات (۱)

''شیخ ابنِ عربیؒ کا جس قدر کلام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا کلام بلند پایہ ہے اور ان کے کلام میں سے جو باتیں ظاہر شریعت اور جمہور کے موقف کے خلاف ہیں وہ الحاقی عبارتیں ہیں۔ چنانچہ شیخ ابو الطاہر مغربی نزیل مکہ نے پہلے مجھ سے یہ بیان کیا

۱۔ التنبیہ الطربی : ۲۸، ۲۹

پھر فتوحات کا وہ نسخہ نکالا جو ابن عربیؒ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے اس نسخے سے مقابل کیا گیا تھا جو ''قونیہ'' میں تھا' میں نے اس نسخے میں کوئی ایسی عبارت نہیں دیکھی جن کے بارے میں مجھے تردد تھا۔ چنانچہ فتوحات کے اختصار کے وقت میں نے انہیں حذف کر دیا''۔

علمائے اہل حدیث یا سلفی حضرات میں سے انصاف پسند اور جیّد علماء بھی ابن عربیؒ کے مداح اور معترف رہے ہیں یا کم از کم انہوں نے ان کے بارے میں زبان کھولنے سے سخت احتیاط برتی ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی نے ''شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک'' میں لکھا ہے:

''امام ولی اللہ کی عقلیت' اور ان کا فلسفہ' وحدت الوجود کے مسئلے پر مرتکز ہے۔ وہ امام ربانی کی وحدت الشہود کو بھی وحدت الوجود سے تطبیق دیتے ہیں''۔

اس پر حاشیہ نگار مولانا نورالحق علوی نے یہ نوٹ لکھا ہے :

''میاں صاحب (سید نذیر حسین محدث) علمائے کرام میں شیخ محی الدین ابن العربیؒ کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور انہیں ''ختم الولایۃ المحمدیہ'' کہہ کر پکارتے تھے۔ مولانا بشیر قنوجی جو شیخ اکبر کے مخالف تھے ایک مرتبہ دہلی میں اس غرض سے تشریف لائے کہ ابن عربیؒ کے بارے میں میاں صاحب سے مناظرہ کریں گے۔ وہ دو مہینے دہلی میں رہے روزانہ مجلس مناظرہ گرم رہی مگر میاں صاحب اپنی عقیدت سابقہ سے جو شیخ اکبر سے تھی' ایک تل برابر پیچھے نہ ہٹے۔ آخر مولانا ممدوح دو ماہ کے بعد واپس وطن تشریف لے گئے۔ علیٰ ہٰذا القیاس مولانا ابوالطیب

شمس الحق نے بھی شیخ اکبر کے متعلق کئی دن تک متواتر میاں صاحب سے بحث کی اور فصوص پر اعتراضات جمائے۔ میاں صاحب نے پہلے تو سمجھایا مگر جب دیکھا کہ لانسلّم کے کوچے میں ہیں تو فرمایا کہ فتوحاتِ مکیہ شیخ اکبر کی آخری تصنیف ہے اس لیے وہ ان کی سب تصانیف کی ناسخ ہے تو وہ سمجھ گئے''۔ (۱)

اسی طرح میں نے کہیں پڑھا ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے ایک دفعہ مولانا سیّد داؤد غزنوی سے کہا کہ علامہ ابن تیمیہ نے ابنِ عربی ؒ کی تکفیر کی ہے' انہوں نے فرمایا وہ دونوں بڑے لوگ ہیں آپ کو اور ہمیں ان کی باتوں میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے''۔

راقم کا خیال ہے کہ ابنِ عربی پر تنقید کرنے والے بیشتر حضرات نے نہ انہیں پڑھا ہوتا ہے نہ وہ ان کتابوں کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ پروفیسر لطیف احمد نے خوب صورت بات کہی ہے' لکھتے ہیں:

> ''شیخ اکبر قدس سرہ سے متعلق ایک اور پہلو ہے جسے وحدت الوجود پر تنقید کرنے کو بہت شدّ ومدّ سے بیان کرتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود دین کی خدمت یا تلاش حق نہیں ہوتا بلکہ مناظرہ بازی کے شوق کی تسکین ہوتی ہے یا اپنے علم کی برتری کا احساس ہوتا ہے جسے وہ دوسروں پر مسلّط کرنے کے لیے ایسے حربے استعمال کرتے ہیں جو یقیناً دیانت علم سے فروتر ہیں''۔ (۲)

۱؎ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک' ۱۴۴-۱۴۵' پنجاب اشاعت گھر لاہور۔

۲؎ تصوف اور سریت: ۳۴۳' پروفیسر لطیف احمد

ایک اہم بات قارئین کے ذہن میں رہنی چاہیے کہ وحدت الوجود کے تصور کے بانی شیخ ابنِ عربیؒ نہیں ہیں اس کا حوالہ متقدمین کے علاوہ دوسرے مذاہب کے الٰہیاتی افکار میں پورے شدّ ومدّ کے ساتھ مل جاتا ہے البتہ اس کی تعبیر وتشریح اور تفاصیل جس طرح ابنِ عربیؒ نے بیان کی ہیں وہ شاید کسی ایک جگہ اور کہیں نہیں پائی جاتیں اسی لیے یہ نظریہ ابن عربیؒ کی طرف منسوب ہوگیا ہے۔ ہماری اس بات کی تائید مولانا اشرف علی تھانوی کی بوادر النوادر سے بخوبی ہوتی ہے۔(۱)

راقم کے نزدیک ابن عربیؒ ایسے بلند پایہ مفسر، متکلم، کتاب وسنت کے عالم، لاکھوں علماء واصفیاء کے مرجع عقیدت اور عقلیات کے امام کو خود اس بات کا حق دینا چاہیے کہ وہ اپنے عقائد کی وضاحت کریں اور ان کی وضاحت کے بعد کسی فردِ بشر کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان کی توضیح کر رد کر کے صرف فتووں کے شوق پورا کرتا رہے۔ جب کہ امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ کا مسلمہ فیصلہ موجود ہے کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہِ کفر ہیں اور ایک وجہ اسلام کی تو اسے کافر نہیں سمجھا جائے گا۔ شرح عقائد نسفی یہ عقیدہ بیان کرتی ہے۔

اما المقر بالسان وحده فلا نزاع فی انه یسمی مومناً لغة وتجری علیه احکام الایمان ظاهراً وانما النزاع فی کونه مومناً فیما بینه وبین الله تعالیٰ (۲)

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص صرف زبان سے کلمہ پڑھ لے

۱؎ بوادر النوادر: ۶۹۶- ۶۹۸، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔

۲؎ شرح عقائد نسفی: ۱۸۷، مطبع انوار محمدی

باعتبار لغت اسے مومن ہی سمجھا جائے گا اور اس پر ایمان کے ظاہری
احکام جاری ہوں گے اختلاف ہے تو اس میں کہ جو صرف زبان سے
اقرار کر رہا ہے (اور دل سے تصدیق کے بارے میں اس کا علم نہیں)
وہ عنداللہ مومن ہے یا نہیں''۔

شیخ ابنِ عربیؒ کو ملتِ اسلامیہ کا ایک جلیل القدر ولی اللہ سمجھا جاتا ہے انہیں علم توحید اور اسرار و معرفت کا ایک ایسا بحر ذخّار قرار دیا گیا ہے جس کی مثال نہیں پائی جاتی وہ اصحاب کشف و شہود کے ایسے امام ہیں جن کی نگاہیں پردے سے دوسری طرف پڑ رہی ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کا آمنا سامنا ہو گیا، رسمی علیک سلیک کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ کوئی گفتگو نہیں چلی۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے آپ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ شخص علوم حقائق و اسرار کا ناپیدا کنار سمندر ہے۔ شیخ ابن عربیؒ سے حضرت سہروردی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کے جسم کے روئیں روئیں سے سیرت و سنت نبویؐ کا ظہور ہو رہا ہے۔

یورپ کی صنعتی ایجادات سے مرعوب کچھ لوگ چھوٹتے ہی ابن عربیؒ کے فکر فلسفے کو افلاطون کے خیالات قرار دینے لگ جاتے ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ شیخ کی کتابیں قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے بھری ہوئی ہیں وہ جگہ جگہ قرآن مجید اور احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں جگہ جگہ

بایزید بسطامیؒ جنید بغدادیؒ اور سہل بن تستریؒ کے اقوال وارشادات موجود ہیں۔ کسی ایک جگہ بھی یونانی مفکرین کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ جہالت کی لے اس قدر بڑھ گئی ہے کہ کسی ایک شخص نے ناواقفیت یا کلام شیخ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بے پر کی ہانک دی ہے تو وہ لکیر مسلسل پیٹی جارہی ہے۔

میرے نزدیک شیخ ابن عربیؒ کی پہلی تصنیف سے لے کر ان کی آخری تصنیف فتوحاتِ مکیہ تک میں سے توحید' رسالت' حیات بعدالموت' جنت دوزخ' ملائکہ' حساب کتاب' ایسے دوسرے مسلمہ عقائد جمع کر کے ایک کتاب مرتب کردی جائے تو وہ ہمارے وہی عقائد ہیں جو ابتداء سے جمہور مسلمانوں کے عقائد ہیں اور جو ہم صدیوں سے پڑھتے پڑھاتے آرہے ہیں۔

اسے حسنِ اتفاق سمجھنا چاہیے کہ شیخ ابنِ عربیؒ نے اپنی آخری کتاب فتوحات میں خود اپنے عقائد بیان فرمائے ہیں۔ ہم ذیل میں فتوحات کی جلد اول سے انہیں نقل کرتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ شیخ ابن عربیؒ کے عقائد و نظریات کے بارے میں رائے قائم کرنے سے پہلے شیخ کی اپنی وضاحت کو کافی سمجھا جائے گا اور یہی پختہ' مضبوط اور ثقہ ذریعہ ہے۔

ملت اسلامیہ کے تمام مکاتب فکر کے علماء وصلحاء نے ہر دور میں ان کے سامنے عقیدت ومحبت کی جبینیں جھکائی ہیں تو مشائخ طریقت اور صوفیاء نے تو انہیں امام العارفین کا درجہ دیا ہے۔ ابنِ عربیؒ نے اپنے عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

شیخ ابن عربیؒ کے عقائد خود ان کی زبانی

میرے بھائیو اور دوستو! اللہ تعالیٰ تم پر راضی رہے۔ اس کتاب (فتوحات مکیہ) کا مصنف جو ایک کمزور مسکین اور اللہ تعالیٰ کا محتاج بندہ ہے وہ ہر آن ہر لمحے اپنے آپ پر تمہیں اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں حاضرین اور سننے والوں کو گواہ ٹھہراتا ہے اور وہ زبان و دل سے گواہی دیتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ ایک ہے الوہیت میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے وہ بیوی بچوں سے پاک ہے وہ مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ بادشاہ ہے اس کا کوئی وزیر نہیں وہ صانع ہے اس کے ساتھ کوئی اور تدبیر سکھلانے والا نہیں وہ بذاتِ خود بغیر کسی موجد کی ضرورت کے موجود ہے بلکہ ہر موجود (سوائے اس کے) اپنے وجود میں اس کا محتاج ہے۔ سارا عالم اس کے ذریعے سے موجود ہے وہ اکیلا اپنے وجود کے ساتھ موصوف ہے اس کی وجود کی کوئی ابتدا نہیں اور اس کے بقا کی کوئی انتہا نہیں وہ ایسا وجود مطلق ہے جو غیر مقید ہے وہ اپنی ذات میں قائم ہے جو ہر کی طرح متحیز نہیں جس کے لیے مکان فرض کیا جا سکے نہ وہ عرض ہے جس پر بقا محال ہو نہ وہ جسم ہے جس کے لیے جہت اور طرف قائم کی جائے وہ اطراف و جہات سے پاک ہے اگر وہ چاہے تو اس کا دیدار آنکھوں سے بھی ہو سکتا ہے اور دل سے

بھی، وہ اپنے عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اس نے خود ارشاد فرمایا ہے اور اس سے جو اس کی مراد ہے، جیسے کہ عرش اور دوسری تمام ماسوٰی اشیاء اسی کے ساتھ قائم ہیں اول و آخر اسی کے لیے ہیں نہ اس کی کوئی مثال ہے جو عقل میں آ سکے، اور نہ عقلیں اس کی طرف رہنمائی کر سکتی ہیں، نہ زمانہ اسے محدود کر سکتا ہے نہ وہ کسی مکان میں سما سکتا ہے بلکہ وہ تھا اور کوئی مکان نہ تھا اور جیسے وہ پہلے تھا اب بھی اسی طرح ہے، مکان اور اس میں رہنے والے مکین، اسی کی پیداوار ہیں، زمانے کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے، اس نے فرمایا ہے کہ میں اکیلا ہوں، زندہ ہوں، اس پر مخلوق کی حفاظت دشوار نہیں، اس کی طرف کوئی ایسی صفت منسوب نہیں ہے جو اس کی مصنوعات میں شامل نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ اس سے منزہ اور پاک ہے کہ اس میں حوادث حلول کریں یا وہ حوادث میں داخل ہو، یا وہ اس کے بعد ہوں یا اس سے پہلے ہوں بلکہ کہنا چاہیے کہ وہ موجود تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی "قبل" اور "بعد" زمانے کے اعتبار سے ہیں جو اسی کا پیدا کیا ہوا ہے، وہ قیوم ہے تمام چیزوں کے قیام کا دارومدار اسی پر ہے وہ کبھی نہیں سوتا، وہ قہّار ہے، اس کی بارگاہ میں دم زدنی کی مجال نہیں، اس جیسی کوئی شے نہیں، اس نے عرش کو پیدا کیا اور اسے استویٰ کی حد قرار دیا، کرسی بنائی، اور زمین و آسمان اس میں سما دیے وہ سب سے اونچا ہے، اس نے لوح و قلم کو پیدا کیا اور قضا و قدر کے دن تک اپنی مخلوق کے لیے اپنے علم کے مطابق کتابت کا حکم دیا۔

اس نے دنیا کو پہلے سے کسی مثال کے بغیر پیدا کیا، تخلیق کو پیدا کیا اور

پھر اس کے ذریعے مخلوق کو پیدا فرمایا' اس نے روحوں کو جسموں میں امانت کے طور پر اُتارا' پھر ان جسموں کو جن میں روح اُتارے گئے تھے زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اور جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے وہ تمام انسان کے لیے مسخر کر دیا' کوئی ذرہ اس کی اجازت اور حکم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔

اس نے تمام چیزوں کو بغیر کسی ضرورت کے پیدا کیا' ایسا کوئی نہیں جس نے اللہ تعالیٰ پر مخلوق کا پیدا کرنا ضروری قرار دیا ہو' پیدا کرنے سے پہلے اسے ان سب کا علم تھا' چنانچہ وہی اول وہی آخر وہی ظاہر' وہی باطن' وہ ہر شے پر قادر ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْر o

''اور وہ جو چاہے اس پر قادر ہے''۔ [ہود : ۴]

اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا o

''اللہ نے احاطہ فرما لیا ہے ہر چیز کا اپنے علم سے''۔ [الطلاق : ۱۲]

اَحْصٰى كُلَّ شَىْءٍ عَدَدًا o

''ہر چیز کی گنتی کو اس نے پورا کیا ہے''۔ [الجن : ۲۸]

يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى o

''بے شک وہ آہستہ اور اس سے بھی پوشیدہ بات کو خوب جانتا ہے''۔

[طٰہٰ : ۷]

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ o

''اللہ جانتا ہے خیانت کرنے والی نگاہوں کو اور جو کچھ سینوں کی چھپی ہوئی باتیں ہیں''۔ [المؤمن : ۱۹]

اَلا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ○

''کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا وہی ہر باریکی کو جاننے والا خوب خبردار ہے''۔ [الملک : ۱۴]

وہ چیزوں کے وجود میں آنے سے پہلے انہیں جانتا ہے پھر اس نے انہیں اپنے علم کے مطابق پیدا کیا ہے' وہ ہمیشہ سے تمام چیزوں کا عالم اور اُن سے واقف ہے' نئی چیزوں کے وجود میں آنے سے اس کا علم نیا نہیں ہوتا' اس نے اپنے علم سے چیزوں کو استوار اور مستحکم کیا ہے' وہ حاکم ہے اور چیزوں میں جن کو جس وقت چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔

علمائے کلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ علی الاطلاق تمام کلیات وجزئیات کا عالم ہے وہ عالم وجود اور عالم غیب سب کا عالم ہے۔

تَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○

''اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بلند وبرتر ہے جنہیں وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں''۔ [النمل : ۶۳]

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ○

''وہ سب کچھ کرنے والا ہے جو چاہے''۔ [البروج : ۱۶]

اُسی کے ارادے سے زمین' آسمان اور تمام کائنات وجود میں آئی ہے جب تک اس نے کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا اس وقت تک اس کی قدرت اُس کے ساتھ متعلق نہیں ہوئی جیسا کہ اس نے ہر چیز کا ارادہ اپنے علم کے مطابق کیا جب کہ عقلی اعتبار سے یہ بات ناممکن ہے کہ جو چیز علم میں نہیں اس کا ارادہ کیا جائے پھر

کام کا فاعل مختار، صاحبِ قوت واقتدار بھی ہو، ترک فعل کی بھی اسے طاقت ہو، اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ علم، ارادہ، قدرت اس کی طرف منسوب ہوں جس میں زندگی (حیات) بھی نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ صفات ذات کے بغیر قائم رہیں۔

پس ہر عبادت، نافرمانی، نفع ونقصان، آزاد اور غلام، سردی، گرمی، زندگی، موت، حاصل وغیر حاصل، دن ورات، اعتدال و جھکاؤ، بر و بحر، جفت وطاق، جوہر و عرض، صحت ومرض، خوشی وغمی، روح وجسم، اندھیرا اور روشنی، زمین وآسمان، متحرک و ساکن، خشک وتر، چھلکا ومغز، یہ تمام متضاد اور ایک دوسرے کی مخالف اور ہم مثل نسبتیں تمام کی تمام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہیں گویا وہ مراد ہیں۔

یہ تمام چیزیں اس کے ارادے کے تحت کیونکر نہ ہوں گی جب کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا پیدا کرنے والا ہے جو ارادہ نہ کرے وہ مختار کس طرح ہوسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ کوئی اس کے حکم کو پھیر سکتا ہے اور نہ اسے موخر کرسکتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے حکومت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے جس کو چاہے عزت بخشتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت سے دوچار کرتا ہے۔ جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے جو کچھ اس نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا۔

اگر ساری مخلوق جمع ہو کر کسی چیز کا ارادہ کرے مگر اللہ اسے نہ چاہے تو مخلوق اس کا ارادہ کرنے پر بھی قادر نہیں ہوسکتی۔

پس کفر وایمان، طاعت وعصیان اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کی حکمت اور ارادے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ازلی ہے، یہ عالم معدوم تھا اس کا کوئی وجود نہ تھا اگرچہ وہ علم الٰہی میں ثابت تھا۔ پھر اس نے عالم کو بغیر سوچ اور فکر کے وجود عطا

کیا ایسا تفکر اور سوچ جو نا واقفیت یا عدم علم کی بنا پر ہوتی ہے پھر غور و فکر اس چیز کا علم عطا کرتی ہے جس سے وہ پہلے آگاہ نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ایسی سوچ و فکر سے برتر اور منزہ ہے بلکہ اس نے اپنے علمِ سابق' ارادۂ منزہ اور ازلیہ جو کائنات کے تمام امور کو وجود میں لانے کا سبب ہے کے مطابق عالم کو وجود عطا کیا اور اسی ارادہ سے اس نے زمان و مکان اور رنگا رنگ کائنات کو پیدا فرمایا۔

پس درحقیقت اس کے سوا کسی صاحبِ ارادہ کا کوئی (بالذات) وجود نہیں ہے اس کا اپنا ارشاد ہے:

وماتشاء ون الا ان یشاء اللہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق حکم جاری کیا اور ارادے کے مطابق خصوصیات عطا کیں اور اندازہ و تقدیر کے مطابق ہر چیز کو وجود بخشا' اسی طرح وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے ہر اس چیز کو جو حرکت کر رہی ہے' ساکن ہے' اسی طرح عالم علوی اور سفلی جو کوئی بات کرتا ہے وہ سب کو دیکھتا سنتا ہے۔ اس کے سننے کو دوری مانع نہیں ہے وہ قریب ہے نہ قریب سے سننا اس کے لیے حجاب میں ہے' اور وہ دل کی بات دل ہی میں سنتا ہے اور چھونے کی خفیف آواز کو چھونے کے وقت سنتا ہے' وہ اندھیرے میں سیاہی اور پانی کو پانی میں دیکھتا ہے اس کے لیے آپس میں ملی ہوئی چیزیں بے نقاب ہیں' اسی طرح نہ اندھیرا اس سے حجاب میں ہے نہ روشنی وہ بے مثل سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ گزری ہوئی خاموشی یا

سوچنے والے سکوت کے بعد کلام کرتا ہے بلکہ وہ اپنی دوسری صفات' علم' ارادہ' اور قدرت کی طرح اپنے قدیم ازلی کلام سے گفتگو کرتا ہے۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور اپنے کلام کا نام تنزیل (قرآن) زبور' تورات اور انجیل رکھا' اس کا کلام حروف' آواز' لحن اور لغات کے بغیر ہے۔ وہ آوازوں' حروف اور لغات کا خالق ہے۔ اس کے کلام کے لیے نہ زبان کی ضرورت ہے نہ کوے (تالو) کی اسی طرح اس کی سماعت کے لیے نہ سوراخِ گوش کی ضرورت ہے نہ کان کی' اس کا دیکھنا بغیر پتلی اور پلکوں اور اس کا ارادہ بغیر دل کے ہے' اس کا علم نہ اضطرار سے ہے اور نہ دلیل و برہان سے' اس کا حی (زندہ ہونا) اُن بخارات کے بغیر ہے جو مختلف ارکان و عناصر کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں' اس کی ذات نہ زیادہ ہوتی ہے نہ کم پس وہ ذات پاک اور وراء الوراء ہے وہ قریب بھی ہے بعید بھی' اس کی سلطنت عظیم ہے اس کی د ت بے پایاں احسان کرنے والی' بے پناہ کرم والی' اور ہر ایک کو اپنی عطا سے نوازنے والی ہے اس کا فضل اور عدل انتہائی کشادہ اور ہر ایک کے شامل حال ہے اس نے دنیا کو بنایا اور اسے وجود بخشا تو اسے کاریگری اور ایجاد کا کامل ترین نمونہ بنایا اس کے ملک میں کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ ہی اس کے ملک میں کوئی تدبیر اور مشورہ دینے والا ہے۔

اگر وہ انعام دے تو نعمت اور اس کا فضل ہے اور اگر وہ آزمائش میں ڈالے تو یہ اس کا عدل ہے' سارا ملک اسی کا ہی تو ہے وہ اپنے ملک میں تصرف کرتا ہے ملک کسی اور کا نہیں کہ اس میں اس کا تصرف ظلم و زیادتی قرار پائے' نہ ہی اس پر اس کے سوا کسی کا حکم چلتا ہے کہ اسے خوف اور افسوس کا الزام دیا جا سکے

ہر چیز اس کے غلبۂ تصرف میں ہے وہ حکم اور ارادے سے تصرف کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہی انسانی نفوس میں نیکی اور برائی الہام کر کے انہیں اُن کی شناخت عطا کی ہے وہ جس کی کوتاہیوں اور لغزشوں سے چاہتا ہے درگزر کرتا ہے۔ اور جس کے بارے میں چاہتا ہے یہاں اور آخرت میں اس کی گرفت کرتا ہے اس کا عدل اس کے فضل پر اور اس کا فضل کے عدل پر غالب نہیں ہے اس نے عالم کی دو مُٹھیاں نکالیں اور ان کے لیے دو علیحدہ علیحدہ مقام بنائے پھر فرمایا یہ لوگ جنتی ہیں اور مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں اور یہ دوزخی ہیں اور مجھے کوئی پروا نہیں وہاں کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا اس لیے کہ وہاں کوئی موجود ہی نہ تھا۔ صرف اسی کی ذات پاک تھی سب کچھ اس کے اسمائے مبارکہ کے تصرف کے ماتحت ہے ایک مٹھی اس کی آزمائش کے اسماء کے تحت اور دوسری اس کی نعمتوں کے اسماء کے نیچے ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ سارا جہان سعادت مند ہو تو وہ ہو ہی جاتا اگر وہ چاہتا کہ سارا عالم بد بخت ہو تو وہ ہو کر رہتا مگر اس نے ایسا نہیں چاہا۔ لہٰذا ان میں بعض نیک بخت ہیں اور بعض بد بخت اس نے جو چاہا ویسا ہوا جو تقدیر الٰہی ازل سے مقرر ہو گئی ہے اس میں تبدیلی کی کوئی صورت نہیں۔

نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نمازیں پڑھنے میں پانچ اور ثواب میں پچاس ہیں۔

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝

''میرے حضور بات بدلی نہیں جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا

ہوں''۔ [ق : ۲۹]

اپنے ملک میں تصرف اور اپنے ملک میں ارادے اور مشیت کا میں ہی مالک ہوں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے سمجھنے اور دیکھنے سے لوگوں کے دل اور آنکھیں بند ہیں اور نہ اس طرف اُن کے فکر و ذہن کی رسائی ہے یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگوں کو عطائے ربانی اور فضل خداوندی اس مقصد کے لیے منتخب کرے اور نہیں اپنے حضور حاضری کی نعمت سے سرفراز کرے۔ آگاہی سے بندہ جان لے کہ یہ خدائی تقسیم کا وہ بہرہ ہے جو تقسیمِ ازلی کے نتیجے میں اسے حاصل ہوا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کے سوا کوئی فاعلِ حقیقی نہیں ہے اور نہ سوائے اس کے' بغیر اس کے اپنی ذات میں کوئی موجود بالذات ہے' پس انسان اور اس کے اعمال کا خالق وہی ہے۔

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ○

''حالانکہ تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا ہے''۔

[الصفت : ۹۶]

دوسری جگہ فرمایا:

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ○

''اللہ سے نہیں پوچھا جا سکتا اس کے کاموں کے متعلق جو وہ کرتا ہے اور اُن سب سے باز پرس ہو جائے گی''۔ [الانبیاء : ۲۳]

پھر فرمایا:

قُلْ فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ فَلَوْ شَآءَ لَھَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ ○

''کہہ دیجیے اللہ ہی کے لیے ہے پکی دلیل تو اگر اللہ چاہتا تو ضرور تم سب کو ہدایت فرماتا''۔ [الانعام : ۱۴۹]

دوسری شہادت:

جس طرح میں نے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی ساری مخلوق کے ساتھ ساتھ تھا۔ اے ناظرین! آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت پر ایمان لانے کے بارے میں اپنا گواہ بنایا تھا بالکل اسی طرح میں گواہ ٹھہراتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی مخلوق اور آپ لوگوں کو اس بات پر کہ میں ایمان رکھتا ہوں اس برگزیدہ ذات پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا، چن لیا اور پسند کیا اور وہ ہیں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی طرف خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا۔ ارشاد ہوا:

وَمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا٥ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ٥

''اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا آفتاب''۔

[الاحزاب : ۴۵، ۴۶]

آنحضور ﷺ پر جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہوا وہ آپؐ نے مخلوق تک پہنچا دیا۔ آپؐ نے امانت کا حق ادا کر دیا اور اپنی امت کی خیرخواہی فرمائی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر موجود اپنے پیروکاروں سے خطاب کرتے ہوئے آپؐ نے انہیں نصیحتیں فرمائیں۔ منہیات سے بچنے کی تاکید کی، انہیں بشارتیں دیں، ڈرایا، اُن سے وعدے کیے، انہیں وعیدوں سے آگاہ کیا، یہ ابرِ رحمت گرجا مگر کھل کر

برسا بھی' اس خطاب میں آپؐ نے کسی فرد یا جماعت کو مخصوص نہیں فرمایا' یہ خدائے واحد و بے نیاز کے حکم کے مطابق ہوا۔ پھر آپؐ نے فرمایا:
لوگو! میں نے تمہیں اس اللہ کا پیغام پہنچا دیا یا نہیں؟ تمام لوگوں نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے پیغامِ الٰہی پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! تو اس بات کا گواہ ہے۔

میں (ابنِ عربیؒ) اس چیز پر ایمان لایا ہوں جو آنحضور ﷺ لے کر آئے ہیں چاہے میں وہ چیزیں جانتا ہوں چاہے نہیں جانتا جو چیزیں آپ لائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک موت کا ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آ جاتا ہے تو کسی صورت موخر نہیں ہوسکتا۔ میں اس بات پر بغیر کسی شک و گمان کے ایمان لاتا ہوں۔

میں ایمان رکھتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ قبر میں دو فرشتوں کا سوال کرنا حق ہے نیز عذابِ قبر اور مردوں کا جسموں سمیت قبروں سے دوبارہ اٹھنا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا حق ہے' حوضِ کوثر حق ہے اعمال کا وزن ہونا حق ہے' بہشت حق ہے' دوزخ حق ہے۔ اسی طرح ایک گروہ کا جنتی اور دوسرے کا دوزخی ہونا حق ہے' قیامت کے دن ایک گروہ پر اس روز کی تکلیف اور عذاب حق ہے۔ اسی طرح دوسرے گروہ کا اس روز شدید گھبراہٹ اور غم و اندوہ سے محفوظ رہنا بھی حق ہے۔

انبیائے کرام' فرشتوں اور مومنین کی شفاعت کے بعد ارحم الراحمین اللہ تعالیٰ کی رضا سے ایک گروہ کا دوزخ سے نکالا جانا بھی حق ہے۔

مسلمانوں میں سے کبیرہ گناہوں کے مرتکب افراد کا جہنم میں جانا پھر شفاعت واحسان کے بعد ان کا وہاں سے نکلنا حق ہے' رسولوں اور آسمانی کتابوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ آیا ہے وہ ہمارے علم میں ہے یا نہیں ہے' سب حق ہے' یہ اپنے اوپر میری اپنی شہادت ہے جسے بھی میری یہ شہادت پہنچ جائے اس کے پاس امانت ہے جب اور جہاں اس سے پوچھا جائے وہ میری شہادت پر گواہی دے کر اس امانت سے سبکدوش ہو۔

اللہ رب العزت ہمیں اور آپ کو اس ایمان سے فائدہ مند کرے اور اس دارِ فانی سے دارِ حقیقی کی طرف رخصت ہوتے وقت اس پر ثابت قدم رکھے اور ہمیں اپنے عزت اور سلامتی والے گھر میں داخل فرمائے۔

ہمارے اور دوزخ کے درمیان دیوار قائم کر دے اور ہمیں اس جماعت میں داخل فرمائے جسے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ملیں گے نیز ان لوگوں میں شامل کرے جو حوضِ کوثر سے سیراب ہو رہے ہوں جن کے اعمال نامے وزنی ہوں اور جو پلِ صراط پر ثابت قدم رہیں وہ عظیم نعمتیں عطا کرنے والا اور بڑا احسان کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ج لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط

''اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا اور ہم نہ تھے کہ اس مقام تک راہ پاتے اگر اللہ ہمیں نہ پہنچاتا بے شک ہمارے رب کے رسولؐ ہمارے پاس حق لے کر آئے ہیں''۔(۱) [الاعراف: ۴۳]

۱؎ فتوحات مکیہ جلد:۱

انصاف کی اپیل:

اگر انصاف دنیا سے رخصت نہیں ہوگیا تو کوئی ہمیں بتائے کہ کیا اِن عقائد کا حامل اس لائق ہے کہ اس کے بارے میں آج نیم خواندہ لوگ کفر و اسلام کے فیصلے کریں۔

وحدت الوجود:

سوال یہ ہے کہ کیا وجود ایک نہیں تو دو ہیں؟ اگر وجود دو ہیں تو یہ ثنویت اور شرک فی الوجود تو ہے ہی مگر عقلی اعتبار سے بھی اس پر ایسے شدید اعتراض وارد ہوتے ہیں جن کا جواب دینا کسی کے لیے ممکن نہیں۔ مشائخ صوفیاء اور مسلمان علماء نے اِس اعتراف اور اعلان کے باوجود کہ العجز عن درک الادراک اِدراک' (ذاتِ حقیقی کے ادراک سے عجز ودرماندگی ہی اس کا ادراک ہے) ابتدا سے اس کی معرفت کے سفر کا دورازہ بند نہیں کیا۔ خود قرآن مجید نے انفس وآفاق میں غور وفکر اور کائنات کے لگے بندھے اصولوں کو ذاتِ حقیقی کی معرفت کا ذریعہ قرار دیا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ بار بار تعقل، تدبر اور تفکر کی دعوت دینے والی کتاب حکیم اس بارے میں کفِ لسان کر دے۔

اب اگر عالم بھی اپنا مستقل وجود رکھتا ہے تو دو وجود بن جاتے ہیں پھر ان میں ایک کو موجد یا خالق قرار دینا ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر وجود (حقیقی) صرف ایک ہے تو پھر عالم کی کیفیت کیا ہے۔ یہ مسئلہ بقول علامہ اقبال کشفی نہیں فلسفیانہ ہے(۱) گویا اس کا تعلق عقل وخرد سے ہے البتہ کشف نے اس کی تائید و

۱۔ فکرِ اقبال: ۴۳۵۔ از: ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، بزمِ اقبال لاہور۔

توثیق ضرور کی ہے۔اس کا جواب دینے کی دنیا کے عقلاء نے جو کوششیں کی ہیں اس کی وجہ سے نفس مسئلہ مزید الجھاؤ' اِغلاق اور پیچیدگی کا شکار ہوا ہے' اس میں جو بھی صورت اختیار کی جاتی ہے' عقل اسے قبول نہیں کرتی ' اگر مسلم مفکرین خدانخواستہ یہ اعلان کر دیں کہ اس کا سرے سے عقل سے واسطہ ہی نہیں ہے تو یہ اور بھی افسوس ناک بات ہوگی۔شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مکتوب مدنی میں اس کی بہت عمدہ تصریح فرمائی ہے۔(۱)

وجود کی معرفت کے اس سفر میں پُر امن' عقلی اعتراضات سے نسبتاً محفوظ' ومصؤن' اور قرآن وسنت میں پائی جانے والی بنیادوں اور واضح اشارات کے موافق' اگر کوئی نظریہ اور مسلک ہے تو وہ مشائخ صوفیاء کا نظریہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے مفکرین نے ''وجود'' کے بارے میں صوفیاء کے نظریات کو نہ صرف اہمیت دی ہے انہیں سراہا ہے بلکہ ان کی تحسین وتوثیق کی ہے۔صوفیاء نے انتہائی بالغ نظری' ژرف نگاہی اور سوچ وفکر کی بلندی سے ایک ایسی شاہراہ تلاش کر لی ہے جسے ایک طرف علم فلسفہ وکلام نے قبول کیا ہے تو دوسری طرف قرآنی توضیحات واشارات کی بنا پر یہ ایک خالص اسلامی مسئلہ بن گیا ہے پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس خالص فلسفیانہ مسئلے کو صوفیاء کے مکشوفات نے زبردست قوت فراہم کر دی ہے۔

مولانا عبدالباری ندوی نے بہت خوب صورت بات کہی ہے وہ لکھتے ہیں:

''عقلیات وفلسفیات خصوصاً اس کے مادہ ومکان کے مباحث نے

۱۔ مکتوب مدنی:۱۱' مترجم مولانا محمد حنیف ندوی۔

حضرت شیخ اکبر کی وجودیت بلاعینیت کی تعبیر کو زیادہ اقرب الی العقل کر دیا ہے اور ایک وجود دو ذات کی تشریح کے بعد شریعت یا کتاب وسنت سے بھی کم از کم تصادم یا تعارض نہیں رہتا ...... خاص کر جو لوگ عقل وفلسفہ سے مغلوب الحال ہیں اور عدم اثبات وعدم انکار کے پل صراط پر قدم نہیں جما سکتے اور وجود وتخلیق کا راز بزعم خود کچھ نہ کچھ سمجھ لینا چاہتے ہیں اُن کے لیے یہ وجودیت بلاعینیت والی تعبیر کا قبول کر لینا ہی غنیمت واسلم ہے''۔(۱)

یوں تو قرآن مجید کی بیشمار آیات ایسی ہیں جن میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ اوّل وآخر ظاہر وباطن اللہ ہی اللہ ہے جو اپنے بندوں کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں چند آیات پیش کرتا ہوں۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط

''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو''۔ (۲)

شاہ ولی محدث دہلویؒ نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے:

''او با شما است ہر جا کہ باشید''۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ٥

''اور ہم اس شخص کی طرف تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم نہیں دیکھتے''۔ (۳)

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد ٥

---

۱ تجدید تصوف، مولانا عبدالباری ندوی، بحوالہ تصوف اور سرّیت: ۲۵۰۔ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور۔

۲ الحدید: ۴ ۳ الواقعہ: ۵۸

''اور ہم اسکی شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں''۔(۱)

وَلا یَسْتَخِفُّوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ ○

''اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ اللہ ان کے ساتھ ہے''۔ (۲)

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْب ○

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے دریافت کریں تو آپ فرمادیں کہ بے شک میں ان کے قریب ہوں''۔(۳)

هُوَالْاَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ○

''وہی اول ہے اور وہی آخر اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن''۔ (۴)

اس قسم کی تمام آیات قرب اور معیت ذاتی کے بارے میں واضح اور قطعی الدلالۃ ہیں ان سے علمی قرب اور معیت مراد لینا قرآن مجید کی صریح نصوص کے یقینی اور بدیہی مفہوم سے اعراض کرنا ہے اور یہ نظریہ آخر میں شرک فی الوجود کی طرف لے جاتا ہے۔

سنن ابو داؤد' صحیح مسلم اور ترمذی میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو دعا منقول ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

اَنْتَ الْاَوّل فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الآخِیرُ فَلَیْس بَعْدَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَیْس فَوْقَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِن فَلَیْس دُوْنَکَ شَیْءٌ

''اے اللہ! آپ ہی اول ہیں آپ سے پہلے کوئی شئی نہیں آپ ہی آخر ہیں آپ کے بعد کوئی شئی نہیں آپ ہی ظاہر ہیں آپ کے اوپر

۱ ق:١٦ ۲ النساء: ١٠٨ ۳ البقرہ: ٢٨٦ ۴ الحدید: ٣

کوئی شے نہیں اور آپ ہی باطن ہیں آپ کے سوا کوئی شی نہیں''
دوسرے جملے کے الفاظ کہ آپ ہی آخر ہیں آپ کے بعد کوئی شی نہیں' مرتبہ آخر سے وجود اشیاء کی نفی ہوگئی ہے۔(۱)

میں یہاں فاضل محقق ڈاکٹر میر ولی الدین کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جو ذرا طویل ہے مگر نفس مسئلہ کی بہترین وضاحت ہے۔ فرماتے ہیں:

''تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ وجود حق تعالیٰ ہی کے لیے ثابت ہوتا ہے اور توابعات وجود (صفات وافعال) بھی اسی کے لیے مختص ہو جاتے ہیں حق تعالیٰ ہی اول و آخر ہیں' ظاہر و باطن ہیں' قریب واقرب ہیں' محیط اور ساتھ ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اول و آخر کس کے ہیں؟ ظاہر و باطن کس کے ہیں؟ قریب واقرب کس سے ہیں' محیط کس پر ہیں؟ جواب یہ ہے کہ ذات شی ہی کے ساتھ یہ ساری نسبتیں قائم ہوتی ہیں' ذاتِ شی نہ ہو تو نہ اولیت و آخریت ہی کا تصور ممکن ہے نہ ظاہریت و باطنیت کا' نہ قرب واقربیت کا' ذات شی معلوم حق ہے اور بحیثیت معلوم ہونے کے علم الٰہی میں ثابت ہے۔

اب سوال یہ ہے اور کتنا اہم اور دقیق ہے کہ ذواتِ اشیا جو معلومات حق ہیں' صور علمیہ حق ہیں جواز قبیل اعراض ہیں۔ بالغیر علماً ثابت ہیں وجود اور اعتبارات وجود کے کس طرح حامل ہو گئے' کن فیکون کا راز کیا ہے؟ کیا سرّ تخلیق کا انکشاف ممکن ہے۔

ذواتِ اشیاء صورِ علمیہ کے خارجاً وجود پذیر ہونے کے متعلق تین منطقی

۱؎ قرآن اور تصوف' از: ڈاکٹر میر ولی الدین' مطبوعہ لاہور۔

احتمالات ہو سکتے ہیں۔

۱ صورِ علمیہ بغیر کسی ذاتِ مقوّم یا معروض کے خارجاً موجود ہو گئے یہ احتمال عقلاً محال ہے اس لیے کہ صورِ علمیہ اعراض ہیں اور بغیر وجود (معروض) کے اعراض کا ظاہر و موجود نا قابل تصور ہے۔قبل تخلیق وہ عارض ذاتِ حق تھے بعد از خلق بھی بغیر کسی معروض کے ان کی نمود نہیں ہو سکتی۔

۲ صورِ علمیہ کسی ذاتِ مُقوّم یا معروض کے اعراض ہیں لیکن یہ معروض (وجود) غیر ذاتِ حق ہے یہ احتمال بھی باطل ہے کیونکہ وجود صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے۔**الا کل شیء ماخلا اللہ باطل**

۳ صورِ علمیہ کسی ذاتِ مُقوّم یا معروض کے اعراض ہیں اور یہ معروض وجود مطلق ہے جو غیر ذاتِ حق نہیں۔یہی ذاتِ قیومِ صُورِ علمیہ کی معروض ہے مقوِم ہے جس سے وہ قائم ہیں''۔

آگے فرماتے ہیں:

''خوب سمجھ لو کہ تخلیق اشیاء کا عدم محض سے پیدا ہونا نہیں ہے کیونکہ عدم سے عدم ہی پیدا ہوتا ہے' نہ ہی عدم محض کا اشیاء کی صورت میں نمایاں ہونا ہے کیونکہ عدمِ محض تعریف ہی کی رو سے کوئی شے نہیں کہ کسی ہستی کا مادہ بن سکے یا اس کو کسی ہستی کی صورت میں ڈھالا جا سکے۔ **العدم لا یوجد**

اور نہ ہی حق تعالیٰ کا خود صورتوں میں تقسیم ہو جانا ہے کیونکہ وہ تجزی و تبعیض سے منزہ ہے تخلیق حق تعالیٰ کا مع لقائہ علیٰ ماھو کان

بصور معلومات بمصداق ھو الظاھر تجلی فرماتا ہے''۔ (۱)

بعض حضرات ابن عربیؒ کو وحدت الوجود کا بانی سمجھتے ہیں یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ کتاب وسنت کے واضح اشارات وتوضیحات پر خیر القرون کے لوگوں نے غور وفکر نہ کیا ہو۔

''دمغ الباطل'' میں شاہ رفیع الدین نے لکھا ہے کہ ''جب کتاب وسنت میں تصریحاً معیت اور احاطہ قرب وغیرہ مذکور ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور تابعین عظام اوران کے اتباع کیسے اس کے قائل نہ ہوں گے جب کہ یہ حضرات نصوص کو ظواہر پر محمول کرتے ہیں اور بلا کیف وتشبیہ کا قول کرتے ہیں''۔ (۲)

دمغ الباطل کے مقدمے میں مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رقم طراز ہیں:

''پھر شاہ صاحب (شاہ رفیع الدین) نے متقدمین کا اس مسئلہ میں قائل ہونا ذکر کیا ہے اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ''صاحبِ رسالہ کا کہنا کہ اس مسئلہ نے شیخِ اکبر اوران کے اتباع کے زمانے سے شیوع پکڑا ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ یہ مسئلہ تو صحابہ' تابعین اور قدماء کے وقت سے موجود ومعلوم تھا لیکن وہ لوگ بوجہ قرب زمانہ نبویؐ کے اور بوجہ کمال سکینت کے کی اس مسئلہ کی تنقیح وتفصیل میں مشغول نہیں ہوئے''۔ (۳)

اسی طرح ''نظریۂ وحدت الوجود'' کے شیخ اکبر سے پہلے موجود ہونے

۱؎ قرآن اور تصوف: ۷۹' ۸۰' از: ڈاکٹر میر ولی الدین' مطبوعہ لاہور۔

۲؎ دمغ الباطل' از: شاہ رفیع الدین دہلوی: ۱۳۰' مطبوعہ گوجرانوالہ۔

۳؎ مقدمہ دمغ الباطل: ۴۳' از: مولانا عبدالحمید سواتی۔

کے بارے میں مولانا تھانوی لکھتے ہیں:

''گو اجمالاً اس دعویٰ کا اُن سے پہلے بھی بعض بزرگوں سے صدور ہوا ہے''۔(۱)

اگر وحدت الوجود کا تصور ''اپنشدوں'' یا بعض یونانی مفکرین کی توضیحات سے مماثل ہے تو اس میں کوئی خرابی نہیں اس لیے کہ انسانی فکر کا دھارا اکائی کی طرح سفر کرتا ہے بے شمار ایسے مسائل کی نشان دہی کی جاسکتی ہے جن پر ایک دوسرے سے تبادلہ افکار نہ ہونے کے باوجود اہلِ مغرب، یونانی، مصری، اور برصغیر کے مفکرین یک رائے ہیں۔ وحدت الوجود کے بارے میں سید محمد ذوقی شاہؒ سرِّ دلبراں میں لکھتے ہیں:

''جمہور صوفیاء کا مسئلہ توحید وجودی پر اتفاق ہے اظہارِ حقیقت کے لیے البتہ مختلف پیرایوں اور اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے''۔(۲)

شیخ العرب والعجم شاہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ رسالہ وحدۃ الوجود میں لکھتے ہیں:

''نکتہ شناسا! مسئلہ وحدت الوجود حق وصحیح است دریں مسئلہ شکے و شبہے نیست معتقد فقیر و ہمہ مشائخ فقیر و معتقد کسانیکہ با فقیر بیعت کردہ و تعلق مے دارند ہمین است'' (۳)

میں وحدت الوجود کے بارے میں چند انتہائی مستند علماء کی تعبیر و توضیح پیش کرتا ہوں تاکہ مسئلہ کھل کر سامنے آجائے۔ ہر چندان علماء کی وضاحت کے

---

۱ بوادر النوادر: ٦٩٦۔

۲ سرِّ دلبراں: ۳۳۴، سید محمد ذوقی شاہ، محفل ذوقیہ کراچی۔

۳ رسالہ در بیان وحدۃ الوجود محررہ ۱۲۹۹ھ در مکہ معظّمہ شائع کردہ مولوی محمد یحییٰ تاجر کتب دینیہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور۔

اقتباس بہت طویل ہیں مگر جزوی حوالوں سے بات واضح نہیں ہوگی نفس مسئلہ کے افہام کے لیے ضروری ہے کہ یہ اقتباسات مکمل ایک ہی جگہ پر دیکھ لیے جائیں۔ میرے نزدیک سادہ، عام فہم اور جامعیت کے اعتبار سے مولانا شبلی نعمانی کی تشریح وتوضیح اس لائق ہے کہ اسے پہلے جگہ دی جائے اس میں ایک معمولی سی تعبیر کی کوتاہی ہے مگر اس کا تعلق الفاظ کی بے مائیگی سے ہے جسے آگے بیان کیا جائے گا۔ مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''علمائے ظاہر کے نزدیک تو توحید کے یہ معنیٰ ہیں کہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا اور نہیں، نہ خدا کی ذات وصفات میں کوئی شریک ہے۔ لیکن تصوف کے لغت میں اس کے معنی بدل جاتے ہیں۔ حضرات صوفیاء کے نزدیک توحید کے معنیٰ ہیں کہ خدا کے سوا اور کوئی چیز عالم میں موجود ہی نہیں یا یہ کہ جو کچھ موجود ہے سب خدا ہی ہے۔ اسی کو ہمہ اوست کہتے ہیں۔ مگر یہ مسئلہ اگرچہ تصوف کا اصولِ موضوعہ ہے، اس کی تعبیر اس قدر نازک ہے کہ ذرا سا بھی انحراف ہو تو یہ مسئلہ الحاد سے مل جاتا ہے اس لیے ہم اس کو ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں۔

صوفیاء اور اہل ظاہر کا پہلا مابہ الاختلاف یہ ہے کہ اہل ظاہر کے نزدیک خدا سلسلۂ کائنات سے بالکل الگ تھلگ ایک جداگانہ ذات ہے۔ صوفیاء کے نزدیک خدا سلسلۂ کائنات سے الگ نہیں اس قدر تمام صوفیاء کے نزدیک ایک مسلم ہے لیکن اس کی تعبیر میں اختلاف ہے، ایک فرقے کے نزدیک خدا وجود مطلق اور ہستی مطلق

نام ہے یہ وجود جب تشخصات اور تعینات کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے تو ممکنات کے اقسام پیدا ہوتے ہیں ؎

چوں ہست مطلق آمد در عبارت
بہ لفظ من کنند از وے اشارت

جس طرح حباب اور موج دو مختلف ذاتیں خیال کی جاتی ہیں لیکن درحقیقت ان کا وجود بجز پانی کے اور کچھ نہیں۔

گفتم از وحدت و کثرت سخنے گوئی بہ رمز
گفت موج و کف و گرداب، ہمانا دریاست

یہ تشبیہ کسی قدر ناقص تھی کیونکہ حباب میں تنہا پانی نہیں بلکہ ہوا بھی ہے اس لیے ایک اور نکتہ دان نے اس فرق کو بھی مٹا دیا۔

با وحدت حق ز کثرت خلق چہ باک
صد جائے اگر گرہ زنی رشتہ یکسیت

دھاگے میں جو گرہیں لگا دی جاتی ہیں ان کا وجود اگرچہ دھاگے سے متمایز نظر آتا ہے لیکن فی الواقع دھاگے کے سوا کچھ نہیں۔ گرہ کوئی زائد چیز نہیں صرف صورت بدل گئی ہے۔ دوسرے فرقے نے وحدت وجود کے یہ معنی قرار دیے ہیں کہ مثلاً آدمی کا جو سایہ پڑتا ہے وہ گرچہ بظاہر ایک جدا چیز معلوم ہوتی ہے لیکن فی الواقع میں اس کا کوئی وجود نہیں جو کچھ ہے آدمی ہی ہے اس طرح اصل میں ذاتِ باری موجود ہے۔ ممکنات جس قدر موجود ہیں سب اسی کے اظلال

اور پرتو ہیں اسی کو توحید شہودی کہتے ہیں۔

وحدت وجود اور وحدت الشہود میں یہ فرق ہے کہ وحدت وجود کے لحاظ سے ہر چیز کو خدا کہہ سکتے ہیں جس طرح حباب اور موج کو بھی پانی کہہ سکتے ہیں لیکن وحدت شہود میں یہ اطلاق جائز نہیں کیونکہ انسان کے سائے کو انسان نہیں کہہ سکتے۔

وحدت وجود کا مسئلہ بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وحدت وجود کے بغیر چارہ نہیں اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے پہلے مقدمات ذیل کو ذہن نشین کرنا چاہیے۔

۱ خدا قدیم ہے۔

۲ قدیم حادث کی علت نہیں ہوسکتا کیونکہ علت اور معلول کا وجود ایک ساتھ ہوتا ہے اس لیے اگر علت قدیم ہو تو معلول بھی قدیم ہوگا۔ عالم حادث ہے۔

۳ اب نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا عالم کی علت نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا قدیم ہے اور قدیم حادث کی علت نہیں ہوسکتا اور چونکہ عالم حادث ہے اس لیے اس کی بھی علت نہیں ہوسکتا۔ اس اعتراض سے بچنے کے لیے اربابِ ظاہر نے یہ پہلو اختیار کیا ہے کہ خدا کا ارادہ یا اس ارادے کا تعلق حادث ہے اس لیے وہ عالم کی علت ہے لیکن سوال پھر پیدا ہوتا ہے کہ خدا کے ارادے کے تعلق کی علت کیا ہے کیونکہ جب ارادہ یا اس کا تعلق حادث ہے تو وہ علت کا محتاج ہوگا اور ضرور ہے کہ یہ علت

بھی حادث ہو کیونکہ حادث کی علت حادث ہی ہوتی ہے اور چونکہ علت حادث ہے تو اس کے لیے بھی علت کی ضرورت ہے اب یہ سلسلہ اگر الیٰ غیر النہایۃ چلا جائے تو غیر متناہی کا وجود لازم آتا ہے جس سے متکلمین اور ارباب ظاہر کو انکار ہے اور اگر کسی علت پر ختم ہو تو ضرور ہے کہ یہ علت قدیم ہو کیونکہ حادث ہو گی تو پھر سلسلہ آگے بڑھے گا۔ قدیم ہونے کی حالت میں لازم آئے گا کہ قدیم حادث کی علت ہو اور یہ پہلے ہی باطل ہو چکا ہے۔ اس بناء پر تین صورتوں کے بغیر چارہ نہیں۔

۱ عالم قدیم اور ازلی ہے اور باوجود اس کے خدا پیدا کیا ہوا ہے لیکن جب خدا بھی قدیم اور ازلی ہے تو دو ازلی چیزوں میں سے ایک کو علت اور دوسرے کو معلول کہنا ترجیح بلا مرجح ہے۔

۲ عالم قدیم ہے اور کوئی اس کا خالق نہیں یہ ملحدوں اور دہریوں کا مذہب ہے۔

۳ عالم قدیم ہے مگر وہ ذات باری سے علیحدہ نہیں بلکہ ذات باری ہی کے مظاہر کا نام عالم ہے۔ حضرات صوفیہ کا یہی مذہب ہے اور اس پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ تمام مشکلات کی بنیاد اس پر ہے کہ عالم اور اس کا خالق دوگانہ چیزیں' اور ایک دوسرے کی علت و معلول ہیں۔

غرض فلسفہ کی رو سے تو صوفیہ کے مذہب کے بغیر چارہ نہیں البتہ یہ

شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شریعت اور نصوص قرآنی اس کے خلاف ہیں لیکن یہ شبہ بھی صحیح نہیں۔ قرآن مجید میں بکثرت اس قسم کی آیتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن، اول و آخر جو کچھ ہے خدا ہی ہے۔ ھو الاول والآخر والظاھر والباطن"۔(۱)

مولانا شبلی نعمانیؒ کا یہ کہنا کہ وحدت الوجود کے لحاظ سے ہر چیز کو خدا کہہ سکتے ہیں تسامح ہے جب کسی شئے پر چیز کا نام پڑ جاتا ہے تو صوفیاء کے اجتماعی عقیدے کے مطابق اسے خدا نہیں کہا جا سکتا۔ صوفیاء کے عقیدے کی بہترین توضیح حضرت شاہ عبدالعزیز نے یہ کہہ کر فرمائی (۲) کہ نہ ہم از وست نہ ہم از وست، بلکہ "اوست"، یعنی ہر چیز خدا نہیں بلکہ خدا ہی خدا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

میں مولانا عبیداللہ سندھی کی چند تصریحات پیش کرتا ہوں اس سے منزل تک پہنچنے کے لیے مدد ملے گی۔ فرماتے ہیں:

"اب جو حکیم ہے وہ کائنات کو وجود یعنی وجودِ اقصیٰ سے منتزع یعنی صادر شدہ مانتا ہے اور یہ ہے وحدت الوجود کا تصور، غرض صورت یہ ہے کہ یا تو کائنات کو ایک متحقق وجود مان لیا جائے اس سے واجب الوجود (خدا) کا علۃ العلل کے ذریعے انتزاع کیا جائے یا ایک وجود مانا جائے اور کائنات کو اس سے منتزع (صادر شدہ) تسلیم کیا جائے۔ سارے عقل مندوں کی یہی رائے ہے خواہ وہ چین میں ہوں،

۱۔ سوانح مولوی رومیؒ ۸:۱:۱۰۹، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔
۲۔ مقدمہ دمغ الباطل، از: مولانا صوفی عبدالحمید سواتی: ۳۔

عرب میں ہوں، ہندوستان میں ہوں یا یورپ میں علۃ العلل سے خدا کا ثابت کرنا ممکن نہیں۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تمام الٰہی تعلیمات کی اساس ہے اگر آپ دو وجود مانتے ہیں خواہ ایک ممکن ہو دوسرا واجب تو انسانی عقل اسے جہاں تک بھی آگے بڑھائے وہ دو ہی رہیں گے اور آخر تک دوئی قائم رہے گی لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی یہ ہیں کہ وجود ایک ہی ہے۔ کائنات اسی ایک وجود سے صادر ہوئی ہے"۔(۱)

پروفیسر محمد سرور لکھتے ہیں:

مولانا عبیداللہ سندھی نے فرمایا:

"ایمان باللہ اور ایمان بالآخر کو وحدت الوجود کے تصور کے بغیر عقلی طور پر منوانا بڑا مشکل ہے۔ اس تصور کی رو سے وجود لامتناہی ہے اور اس کا کوئی ذرہ فنا نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے انسان مرنے کے بعد کیسے فنا ہوسکتا ہے تصور وحدت الوجود کے ذریعے انسانیت کا تسلسل ثابت کیا جاسکتا ہے"۔(۲)

پروفیسر محمد سرور آگے لکھتے ہیں، مولانا نے فرمایا:

"سوال یہ ہے کہ اگر وحدت الوجود یعنی ایک وجود نہیں تو کیا دو وجود ہیں اگر اس کا جواب اثبات میں ہے یعنی یہ کہ دو وجود ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نعوذ باللہ دو خدا ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کو کوئی شخص

---

۱ ۲ افادات وملفوظات، مولانا عبداللہ سندھی : ۲۶۸، ۲۷۰، سندھ ساگر اکیڈمی لاہور۔

ماننے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ اب اگر ایک ہی وجود ہے اور یہ وجود باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے تو پوچھا جائے گا کہ پھر یہ کائنات کیسے وجود میں آ گئی۔ ظاہر ہے اس کا صدور وجود ہی سے ماننا پڑے گا''۔

مگر امام ربانی (مجدد الف ثانیؒ) اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کارساز مطلق نے عدم سے اس کائنات کو موجود کر دیا۔ اس طرح وہ کائنات کو ذاتِ باری سے غیر ثابت کرتے ہیں۔

مولانا عبید اللہ سندھی یہ بیان کرتے کرتے جھلا گئے اور کہنے لگے کہ امام ربانی کی زیادتی ہے بے شک وہ بہت بڑے صاحبِ کشف بزرگ ہیں' ان کا مقام بہت بڑا ہے' لیکن یہاں ان سے لغزش ہوئی۔ عدم سے وجود کا ظہور منوانا زبردستی ہے' یہ عقل سے مذاق ہے' خدا کے لیے اس مذاق کو چھوڑیے بابا! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ عدم سے خود بخود ایک چیز موجود ہو جائے اور اسے خدا کی قدرت کہہ لیا یہ تو تماشا ہے اللہ کے لیے اس کھیل کو اب ختم کرو''۔(۱)

ایک اور آخری حوالے کے بغیر بات آگے بڑھ نہیں سکے گی۔ مولانا نے فرمایا:

''یہ کائنات کس طرح موجود ہے اس کا سراغ لگاتے لگاتے انسان آخرکار اس حقیقت تک پہنچا کہ ایک وجود ہے جس سے یہ ساری کائنات ظہور پذیر ہوئی ہے یہ وجود واحد شخصی ہے اور تمام کثرتیں اس سے نکلتی ہیں اسے نفسِ کلیہ بھی کہتے ہیں' ذاتِ احدیت کی تجلی اسی نفس

۱۔ افادات وملفوظات مولانا سندھی: ۳۳۸

کلیہ پر ہوتی ہے تمام چیزیں اسی سے نکلتی ہیں اور اسی میں فنا ہو جاتی ہیں، وحدت وجود کا تصور یہی ہے''۔(۱)

فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحبؒ نے اس مسئلے پر عام فہم انداز میں روشنی ڈالی ہے ہم اس کا اقتباس پیش کرتے ہیں:

یہاں تین چیزیں ہیں، توحید، وحدت، اتحاد

۱۔ توحید مدار ایمان ہے اور اس میں شک کفر۔

۲۔ وحدت وجود حق ہے، قرآن عظیم احادیث وارشادات اکابر دین سے ثابت اور اس کے قائلین کو کافر کہنا خود شنیع خبیث کلمۂ کفر ہے۔

۳۔ رہا اتحاد وہ بے شک زندقہ والحاد اور اس کا قائل ضرور کافر اتحاد یہ کہ یہ بھی خدا وہ بھی خدا سب خدا۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

حاش للہ اللہ اللہ ہے اور عبد عبد ہر گز عبد اللہ ہو سکتا ہے نہ اللہ عبد، اور وحدتِ وجود یہ کہ وہ صرف موجودِ واحد باقی سب اظلال وعکوس ہیں قرآن کریم میں ہے کل شی ھالک الا وجھہ صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اصدق کلمۃ قالھا الشاعر کلمۃُ لبیدٍ الا کل شی ء ما خلا اللہ باطل سب میں سچی بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو اللہ عز وجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے کتب

۱؎ افادات وملفوظات مولانا سندھی: ۴۶۰

کثیرہ ومفصلہ اصابہ نیز مسند میں سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

فاشهد ان الله لا شی غیر وانک مامونٌ علیٰ کل غائب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کچھ موجود نہیں اور حضور جمیع غیوب پر امین ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ اقول یہاں فرقے تین ہیں۔

ایک خشک اہلِ ظاہر کہ حق وحقیقت سے بے نصیب محض ہیں یہ وجود کو اللہ ومخلوق میں مشترک سمجھتے ہیں۔

دوم اہلِ حق ومعرفت کہ بمعنی مذکور قائل وحدت الوجود ہیں۔

سوم اہلِ زندقہ وضلالت کہ الہ ومخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص رشتہ کی الوہیت کے مُقِر ہیں۔ ان کے خیال واقوال اس تقریبی مثال سے روشن ہوں گے۔

ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے جس میں تمام اقسام و اوصاف کے آئینے نصیب ہیں۔ آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شے کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے۔ بعض میں صورتِ خلاف نظر آتی ہے بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی، کسی میں الٹی، ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی، بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما، کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد

ہے۔ ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی اُن سے منزہ ہے اُن کے الٹے بھونڈے دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔ وللہ المثل الاعلیٰ اب اس آئینہ خانے کو دیکھنے والے تین قسم کے ہوئے۔

اوّل ناسمجھ بچے انہوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آ رہے ہیں جیسے وہ‘ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے تابع ہیں جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہو جاتے ہیں وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں‘ وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی‘ مگر وہ حاکم ہے یہ محکوم‘ اور اپنی نادانی سے نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے یہ سب اسی کے عکس ہیں اگر اس سے حجاب ہو جائے تو یہ سب صفحۂ ہستی سے معدوم محض ہو جائیں گے‘ ہو کیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں ہے حقیقۃً بادشاہ ہی موجود ہے باقی سب پرتو کی نمود ہے۔

دوم اہلِ نظر و عقل کامل وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بے شک وجود ایک بادشاہ کے لیے ہے موجود ایک وہی ہے یہ سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے اس تجلی سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم و فانی ہیں اور بادشاہ موجود یہ اس نمود و وجود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی‘ یہ ناقص ہیں

اور وہ تام' یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک' یہ کوئی کمال نہیں رکھتے۔ حیات' علم' سمع بصر' قدرت' ارادہ' کلام سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع تو یہ اس کا عین کیونکر ہو سکتے ہیں۔ لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود۔ یہی حق و حقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود۔

سوم عقل کے اندھے سمجھ کے اوندھے ان ناسمجھ بچوں سے بھی گئے گزرے۔ انہوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی ان کی جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی' تاج جیسا کہ اس کے سر پر ہے بعینہ ان کے سروں پر بھی۔ انہوں نے عقل و دانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب و نقائص نقصان قوابل کے باعث ان میں تھی' خود بادشاہ کو ان کا مورد کر دیا کہ جب یہ وہی ہیں تو ناقص' عاجز' محتاج' الٹے بھونڈے' بدنما دُھندلے کا جو عین ہے قطعاً انہیں ذمائم سے متصف ہے۔ تعالی اللہ عما یقولُ الظالمون علوا کبیرا۔

انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک' وہاں جسے آئینہ کہیے وہ خود بھی ایک ظل ہے۔ پھر آئینے میں انسان کی صرف سطح مقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان کے صفات مثل کلام و سمع و بصر و علم و ارادہ و حیات و قدرت سے اصلاً نام کو بھی کچھ نہیں آتا لیکن وجود حقیقی عزوجل جلالہ کے تجلی نے اپنے بہت

ظلال پر نفس ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پرتو ڈالا یہ وجوہ اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کے باعث ہوئیں جن کو ہدایت حق ہوئی وہ سمجھ گئے کہ:

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا مے نگری انجمنے ساختہ اند

انہوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں حقیقی، ذاتی کہ متجلی کے لیے ہے اور ظلی عطائی کہ ظلال کے لیے اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی نہیں بلکہ محض موافقت فی اللفظ، یہ ہے حق حقیقت وعین معرفت''۔(۱)

فاضل بریلویؒ کی توضیح بظاہر وحدت شہود کی طرف جاتی ہے مگر غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔مولانا اشرف علی تھانوی شیخ اکبر کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پس شیخ اکبر یوں کہتے ہیں کہ قبل تخلیق عالم موجود حقیقی صرف ذات حق تھی جس میں دو مرتبے تھے۔ایک ذات مع اپنے اسماء وصفات کے، دوسرے ان اسماء وصفات میں سے علم کا ایک مرتبہ یعنی تمام کائنات وجوبیہ وامکانیہ کا علم تفصیلی جس کو اعیانِ ثابتہ کہتے ہیں اور ہر چند کہ یہ اعیانِ ثابتہ جو کہ مرتبہ علم الٰہی کا ان ہی اسماء وصفات میں داخل ہے مگر اس میں دو حیثیتیں ہیں۔ایک اس کی صفت علم ہونے کی

۱؎ فتاویٰ رضویہ ج:۶ صفحہ: ۱۲۲،۱۲۳۔

جس کے ساتھ ذاتِ حق متصف ہے جو منشا ہے صدق قضیہ ھو عالم کا' دوسری حیثیت اس کی معلوم یعنی متعلق علم ہونے کی پہلی حیثیت سے اس کو موجود عینی یعنی موجود خارجی کہتے ہیں۔ دوسری حیثیت سے اس کو موجود علمی کہتے ہیں جیسا علم حادث میں صورۃً موجود فی الذہن میں دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ ایک حیثیت اکتناف بالعوارض الذہنیہ کی یعنی کہ وہ ذہن کے ساتھ قائم ہے اور ذہن اس کے ساتھ متصف ہے اس اعتبار سے وہ صفت علم اور موجود فی الخارج ہے' دوسری حیثیت نفس صورت یعنی یہ کہ وہ علم کا متعلق ہے اس اعتبار سے وہ معلوم اور موجود فی الذہن ہے۔ اسی طرح اعیان دوسری حیثیت سے موجود فی العلم کہلاتے ہیں .... پس وہ حضرات صرف وحدت کے قائل ہیں کہ بجز ذات واحد کے کسی کو وجود مستقل حاصل نہیں محض خیالی وجود ہے۔ اتحاد کے قائل نہیں کہ عالم موجود ہو پھر ذاتِ حق کے ساتھ وجود میں متحد ہو اور اس سے حلول کی بھی نفی ہوگئی کیونکہ حلول میں حال اور محل دونوں موجود ہوتے ہیں پھر ان میں ایک نوع کا اتحاد ہو جاتا ہے۔ یہ ہے حقیقت وجودیہ کے مذہب کی اور اسی کو وہ دو عبارتوں سے تعبیر کر دیتے ہیں کبھی تو اس طرح سے کہ عالم بالکل معدوم ہے جیسے صورت متخیلہ فی المرأۃ کو معدوم یعنی باعتبار وجود مستقل کے کہنا بھی صحیح ہے اور کبھی اس طرح کہ عالم عین حق ہے''۔(۱)

۱؎ بوادر النوادر: ۷۰۰' ۷۰۱' مولانا اشرف علی تھانوی' مطبوعہ لاہور۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے دور کے مشہور عالم شیخ اسماعیل آفندی مدنی کے استفسار پر اس مسئلے کے بارے میں جو تفصیلی اظہار خیال کیا ہے جسے ''مکتوبِ مدنی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس میں شاہ صاحب نے وحدت الوجود کو اپنی جگہ مستقل حقیقت قرار دے کر وحدت الشہود کو اس سے تطبیق دی ہے نہ یہ کہ وحدت الوجود میں کوئی اصلاح کی ہے بعد میں شاہ رفیع الدین نے بھی اپنی عالمانہ کتاب ''دمغ الباطل'' میں اسی موقف کو آگے بڑھایا ہے' یوں شاہ عبدالرحیمؒ سے لے کر شاہ رفیع الدینؒ بلکہ شاہ محمد اسماعیل تک سارا خانوادہ نظریہ وحدت الوجود کا قائل' حامی بلکہ مبلغ رہا ہے۔شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں لکھتے ہیں:

''حضرت والا ماجد (شاہ عبدالرحیم) شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ کی بہت تعظیم کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو فصوص الحکم کو برسرِ منبر بیان کر کے اس کے تمام مسائل کے اثبات کے لیے آیات واحادیث سے دلائل پیش کروں اور اس انداز سے بیان کروں کہ کسی کا شک باقی نہ رہے۔

اس فقیر (شاہ ولی اللہ) کو رسائل وحدۃ الوجود کے مطالعہ کی اکثر رغبت دلایا کرتے تھے نیز اس فقیر نے لوائح' شرح رباعیات (بابا طاہر) اور مقدمہ لمعات (عراقی) پورے غور وخوض کے ساتھ حضرت والا سے پڑھیں۔

ربط حادث باقدیم کی تحقیق کرتے ہوئے بارہا حضرت والا سے یہ

تمثیل سنی کہ جن معلوم شکلوں کو ہم دیکھتے ہیں خارج میں ان کا وجود و ثبوت کوئی بھی نہیں، محض قوت علمیہ کے سہارے موجود ہیں اور یہ سب کچھ ہمارا ہی علم ہے جو مختلف رنگوں اور شکلوں میں نمودار ہوتا ہے بلاشبہ ان صورتوں کو ہم عین علم بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ جب علم تھا تو یہ صورتیں نہیں تھیں اور انہیں علم سے جدا بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان تغیر پذیر صورتوں اور ہیولوں کو خارج میں وجود و شکل دینے والا اور انہیں حقیقت بنانے والا علم ہے، علم اگرچہ بے رنگ ہے مگر مختلف رنگ اس کی بے رنگی میں کوئی مزاحمت نہیں کر سکتے''۔

''آیۂ کریمہ **وھو معکم** کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ معیت محض علم کے سہارے نہیں بلکہ خارج اور حقیقت میں بھی موجود اور ثابت ہے اور اس سے کوئی خلجان پیدا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ معیت معیت کے ان معنوں میں نہیں جو جوہر کو جوہر کے ساتھ عرض کو عرض کے ساتھ یا جوہر کو عرض کے ساتھ ہوتی ہے بلکہ یہ معیت حادث باقدیم ایک لطیف ترین معنی ہے جسے ان معیتوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں''۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق معیت کے مسئلے سے لطف اٹھایا ہے ایک گروہ نے سمجھ لیا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے علم قدرت سمع اور بصر کے ساتھ ہمیں محیط ہے جیسا کہ فرمایا:

مَا یَکُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمۡ

''نہیں ہوتی تین کی سرگوشی مگر وہ اللہ کا چوتھا ان کے ساتھ ہے''۔

[مجادلہ : ۷]

ایک گروہ نے بچشم عیاں دیکھ کر کہا کہ ہر فعل اور انفعال اور ہر حرکت و صفت جو عالم میں ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے ہے جیسا کہ فرمایا:

قُلۡ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ

''فرما دیجیے سب اللہ کی طرف سے ہے''۔ [النساء : ۷۸]

اور ایک جماعت نے مشاہدہ کیا کہ جو کچھ ہی ہے وہی ہے غیر تو ہے ہی نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

کُلُّ شَیۡءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ

''اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے''۔ [قصص : ۸۸]

اور

هُوَ الۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالۡبَاطِنُ

''وہی اوّل ہے اور وہی آخر وہی ظاہر ہے اور وہی باطن''۔ [الحدید: ۲]

اور کچھ حضرات نے تو حق کو حق میں دیکھا اور اس مقام کی گہرائیاں بیان کرنے سے زبان وقلم قاصر ہیں''۔(۱)

ایک اور مقام پر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے عم بزرگوار شیخ ابوالرضا

۱؎ انفاس العارفین: ۱۸۳

کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''وجود عالم بمنزلہ وہم ہے اور وجود باری وجود حقیقی ہے۔ایک عارف نے کہا ہے کہ الوجود فی الکل ساری و التعینات امور اعتباریة وجود حقیقی تمام اشیاء میں جاری وساری ہے اور تعینات صرف اعتباری امور ہیں۔

لہٰذا عالم' خدائے لم یزل سے دور کی چیز ہے کیونکہ موجود حقیقی (ذات حق) اور موہوم (عالم) میں باہمی تضاد ہے اور ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جو دونوں کو جمع کرے اس کی مثال اس سراب کی سی ہے جو شعلہ آفتاب کے پرتو سے دریا دکھائی دیتا ہے مگر فی الحقیقت دونوں (سراب و دریا) میں تبائن کلی موجود ہے۔اسی طرح خداوند بزرگ و برتر کی یکتائی کا سورج عالم پر چمک رہا ہے جس کے نتیجے میں عالم وجود میں آیا ہے جسے بحر ذات کے ساتھ ایک مناسبت تو پیدا ہوگئی مگر حقیقت یہ ہے کہ خود اپنی ذات میں وہ معدوم محض ہے۔

شیخ اکبر کے اس قول ما احد من اللہ شیئا کی تشریح میں فرمایا کہ اکابرین کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں

کجا غیر' کو غیر' کو نقشِ غیر
سوی اللہ واللہ مافی الوجود

لفظ فی حلول پر دلالت کرتا ہے اور اس کے شیونات کے مظاہر ظاہر

ہیں پس اس کی ذات و صفات کس طرح غیر میں حلول کرتی ہیں یا غیر سے متعلق ہو جاتی ہیں اور یہ تو مستلزم اثنینیت ہے پس معلوم ہوا کہ خدا کے سوا میں خدا نہیں جیسا کہ اس کے سوا کوئی چیز اس میں موجود نہیں۔ چنانچہ صوفیا کا قول ہے:

لیس فی ذاته سواه ولا ذاته فی سواه

اس کی ذات میں اس کا غیر موجود نہیں اور نہ وہ خود اپنے غیر میں موجود ہے''۔ (۱)

مولانا ابوالکلام آزاد کی تشریحات و تعبیرات بھی اس معاملے میں از بس لطیف واقع ہوئی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

''ہمارے صوفیاء کرام نے وحدت الوجود کو یوں تعبیر کیا ہے کہ احدیت نے مرتبۂ واحدیت کی تجلی میں نزول کیا ''احدیت'' یعنی یگانہ ہونا ''واحدیت'' یعنی اوّل ہونا' یگانہ ہستی کو ہم اول نہیں کہہ سکتے کیونکہ اوّل جبھی ہوگا جب دوسرا تیسرا اور چوتھا بھی ہو جب کہ یگانگی بحت کے مرتبہ میں دوسرے اور تیسرے کی گنجائش ہی نہیں لیکن جب احدیت نے واحدیت کے مرتبہ میں نزول کیا تو اب ''ھو الاول'' کا مرتبہ ظہور میں آ گیا اور جب اول ہوا تو دوسرے تیسرے اور چوتھے کے تعینات بھی ظہور میں آنے لگے' وما املح القول الشاعر العارف ؎

---

۱ انفاس العارفین: ۲۲۰' مترجم: سید محمد فاروق القادری

دریائے کہن چو بر زند موجۂ نو
موجش خوانند وفی الحقیقت دریاست“ (۱)

بعض کم علم دانشور یا جاہل صوفی وحدت الوجود کو عینیت، مکتب عینیت یا نظریہ عینیت سمجھتے ہیں۔ مشائخ صوفیا بلکہ خود ابنِ عربی اس کی واضح تردید کرتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے کلید مثنوی دفتر اوّل میں عینیت و غیریت کی پانچ صورتیں قائم کر کے وضاحت کی ہے کہ وحدت الوجود سے مراد عینیت ہرگز نہیں ہے۔ (۲)

اسی طرح تمام محقق صوفیاء، حلول، اتحاد اور امتزاج وغیرہ سے مکمل برأت کا اظہار خیال کر چکے ہیں۔ مولانا عبدالحمید سواتی مقدمہ دمغ الباطل میں لکھتے ہیں:

”محققین صوفیہ وجودیہ ہرگز اس کے قائل نہیں کہ ذاتِ بحت ممکنات کے ساتھ اتحاد و حلول یا امتزاج رکھتی ہے العیاذ باللہ اور نہ وحدۃ الوجود کے عقیدہ کا یہ مطلب ہے جو شخص حلول و اتحاد کا عقیدہ رکھتا ہے صوفیہ وجودیہ کے نزدیک بھی وہ گمراہ اور زندیق ہے“۔

اس کے بعد مولانا سواتی نے امام الاولیاء سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کی کشف المحجوب سے ایک اقتباس دیا ہے جس میں واضح طور پر حلول و امتزاج کو کھلی گمراہی اور زندقہ قرار دیا گیا ہے نیز انہوں نے مشہور محدث و صوفی شیخ

۱۔ مقدمہ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، مطبوعہ لاہور۔
۲۔ کلیدِ مثنوی، دفتر اوّل: مطبوعہ کانپور۔

ابراہیم کورانی کے رسالہ ''تنبیہ العقول علیٰ تنزیہہ الصوفیہ عن اعتقاد التجسیم والعینیۃ والاتحاد والحلول'' کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ اس رسالہ میں تجلی کے ساتھ ظہور کرنے میں اور حلول میں واضح فرق ہے اور بتایا ہے کہ حلول مشرکین کا عقیدہ ہے اور ظہور بالتجلی من غیر التقیید بالمادۃ والصورۃ والمکان یہ عقیدہ اہل حق ہے۔ (۱)

یوں تو ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے تحقیقی مقالے ''شیخ مجدد کا نظریہ توحید'' میں بہت سے تسامحات ہیں لیکن ابن عربیؒ کے حوالے سے جگہ جگہ انہوں نے جس طرح عینیت کا ذکر کیا ہے وہ نہ صرف افسوس ناک ہے بلکہ اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے یا تو بالاستیعاب ابن عربیؒ کا مطالعہ نہیں کیا یا وہ ان سے صحیح مفہوم اخذ نہیں کر سکے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

> ''توحید کے باب میں ابن عربی کا مسلک یہ ہے کہ وجود ایک ہے وہی موجود ہے اور یہ وجود اللہ ہے ہر دوسری چیز اس کا مظہر ہے لہٰذا عالم اور اللہ عین یک دگر ہیں''۔ (۲)

ہر دوسری چیز اس کا مظہر ہے تک تو بات ٹھیک تھی لیکن عالم اور اللہ عین یک دگر ہیں، اس میں مغالطہ آفرینی ہے۔

نامور بزرگ، شیخ طریقت، نابغہ عصر اور ابن عربیؒ کے فکر و فلسفے کے آخری مانے ہوئے مفسر پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ فرماتے ہیں:

> ''بعض لوگ اوجد الاشیاء وھو عینھا سے وہم میں پڑے ہیں اور

۱۔ مقدمہ دمغ الباطل، از: مولانا عبدالحمید سواتی: ۱۱۔ مطبوعہ گوجرانوالہ۔

۲۔ شیخ مجدد کا نظریہ توحید: ۶۵، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور۔

اس عبارت سے خالق ومخلوق کا اتحاد سمجھ کر حضرت الشیخ (ابن عربیؒ) پر ناحق زبان تکفیر وتشنیع دراز کرتے ہیں حالانکہ حاشا وکلّا از روئے تحقیق حضرت الشیخ کی ہرگز یہ مرادنہیں ہے اس لیے کہ لفظ عین کے دو معنی ہیں ایک یہ کہا جاتا ہے کہ یہ چیز اپنی عین ہے یعنی بطریق حمل اوّلی۔ چنانچہ الانسان انسانٌ اور دوسرا معنی عین کا یہ ہے کہ ما بہ القوام یعنی وہ چیز جس کے ساتھ دوسری چیز کا قیام ہواور یہاں یہی معنی مراد ہے نہ معنی اول' پس وھو عینہا سے مراد یہ ہے کہ اگر واجب کا تعلق مخلوقات سے قطع نظر کیا جائے تو مخلوق کا فی نفسہٖ کوئی وجود نہیں کیونکہ مخلوق از قسم ممکن کے ہے اور ممکن کا وجود وعدم یکساں ہوتا ہے''۔(۱)

ایک اور ملفوظ میں آپ فرماتے ہیں:

''ظاہر بیں لوگ جن کی رسائی معنی تک نہیں اور جو علم وفہم باطن سے محروم ہیں' وہ مسئلہ توحید میں شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشادات کو عقیدہ حلول کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ شیخ نے اپنی مولفات میں عقیدہ حلول کا انکار اور ردّ فرمایا ہے۔فتوحات میں فرماتے ہیں کہ اس گروہ کا نظریہ جو دلائل نظریہ کے محتاج ہیں یہ ہے کہ حق کی نسبت خلق کے ساتھ ایسی ہے جیسی صانع کی مصنوع کے ساتھ اور واجب کی ممکن کے ساتھ ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے۔مگر اخص الخواص کا عقیدہ یہ ہے کہ اشیا کا مظہر ان کا عین ہے یعنی اشیاء' اسماء کا ظل اور

۱؎ ملفوظاتِ مہریہ :۸-۹' گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی۔

مظاہر ذات ہیں اور ظل کی کوئی حقیقت نہیں مگر یہی نمود بے بود"۔ (۱)

''عینیت'' شیخ کی ایک با قاعدہ اصطلاح ہے جسے نہ سمجھنے کی وجہ سے شدید غلطیاں واقع ہو رہی ہیں' عینیت سے مراد دو چیزوں کا اتحاد اور ایک دوسرے کا عین ہونا نہیں بلکہ اس سے مراد صرف ایک عین وجود یعنی حق تعالیٰ کا اثبات ہے۔

تصوف کی اصطلاح میں وجود سے مراد صرف وجود حق تعالیٰ ہوتا ہے یعنی صرف ذاتِ حق تعالیٰ ہی اپنی ذات سے قائم ہے اس کے برعکس تمام چیزیں اُسی وجود حقیقی کی وجہ سے موجود ہیں ۔

ہر چہ آید در نظر غیر تو نیست

یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

(امیر خسروؒ)

مرتبہ لا بشرط شی میں وجود نہ اطلاق میں مقید ہے اور نہ تقید میں۔ اس مرتبہ میں وہ نہ کلی ہے نہ جزوی' نہ عام ہے نہ خاص' نہ اس معنی میں واحد ہے کہ اس کی ذات پر کوئی شے زائد ہو' نہ کثیر۔ یہاں تمام اعتبارات و اضافات ساقط ہیں یہ مرتبہ تمام مراتب سے بلند ہے۔ رفیع الدرجات سے اسی طرف اشارہ ہے پھر وہ مطلق' مقید کلی' عام اور خاص اور واحد اور کثیر سب ہی کچھ ہوتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اس کی ذات اور حقیقت میں کوئی تغیر و تبدل واقع ہو۔ کان اللہ ولم یکن معہ شیٔ اور اب بھی اسی طرح ہے جیسے کہ تھا الآن کما کان۔

۱؎ ملفوظاتِ مہریہ : ۲۷

نہ جوہر ہے نہ عرض' لعینہٖ اور بذاتہٖ موجود ہے کسی دوسری چیز سے جو ذہنا خارجاً اس سے مغائرت رکھتی ہو' موجود نہیں ہے وہ بدیہی ہے اور حقیقت و ماہیت میں سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے۔ ذہن اور خارج میں کوئی شئ بغیر اس کے نہیں پائی جاتی۔ پس وہ بالذات سب کا محیط ہے اسی سے اشیاء کا قوام ہے وہی اشیاء کا عین ہے' وہی اپنے مراتب میں تجلی فرمایا ہے علم اور عین میں اپنی حقیقتوں سے اور صورتوں سے ظہور فرماتا ہے پھر اسی کا نام ماہیت اور اعیانِ ثابتہ ہو جاتا ہے اور ہر ہر مرتبہ میں اسی کا نام بدلتا رہتا ہے وہی ضدّین میں ظہور میں کرتا ہے اور اسی سے مثلین قائم ہوتی ہیں حالانکہ وہ بے مثل و بے مثال ہے۔ لیس کمثلہ شیٔ اس کی وحدت حقیقی کثرت کے مقابل نہیں۔ اسماء وصفت کے لباس میں وہ ظاہر ہے اور اپنی پیدا کی ہوئی اشیاء میں وہ مخفی ہے قیامت کبریٰ میں وہ وحدت حقیقی سے ظاہر ہوگا اور تعینات کے پردہ کو پاش پاش کردے گا لمن الملک الیوم کا جواب **للہ الواحد القھار** ہوگا۔

تنزلاتِ ستہ:

وجود نے مرتبہ وراء الوریٰ سے جن سیڑھیوں پر سے بالترتیب نزول فرما کر باغ و بہار کائنات کی گلشن آرائی فرمائی انہیں تنزلات کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ ایک اصطلاح ہے جس کا تعلق لغوی معنیٰ سے نہیں ہے اس لیے کہ لغت میں تنزل اوپر کی منزل چھوڑ کر نچلی منزل میں آجانے کا نام ہے مگر تصوف میں تنزلات کے یہ معنی نہیں ہیں۔ وجود جیسا تھا ویسا ہی ہے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا۔ الآن کما کان۔ اب یہی ذات مطلق جو مرتبۂ تنزیہ میں نامعلوم و ناقابل علم ہے۔

مظاہر مقیدہ وصورِ مختلفہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے یا اصطلاح صوفیاء میں نزول کرتی ہے۔نزول کے مراتب کو چھ میں حصر کیا جاسکتا ہے۔

ان میں سے تین مراتب کو مراتبِ الٰہیہ کہا جاتا ہے جو یہ ہیں: احدیت' وحدت' واحدیت باقی تین مراتب کونیہ کہلاتے ہیں جو یہ ہیں: روح' مثال' جسم ان کے بعد انسان کا مرتبہ ہے جو مرتبۂ جامعہ ہے چونکہ احدیت مرتبۂ ذات بحت ہے لہٰذا وحدیت یا تنزل اول سے مرتبہ انسان تک چھ تنزل ہوئے انسان کو چھوڑ کر مرتبہ تنزل اول سے مرتبۂ جسم تک پانچ مراتب ہوئے ان کو حضرات خمسہ کہا جاتا ہے۔

پہلا مرتبہ لاتعین' اطلاق اور ذات بحت کا ہے۔دوسرا مرتبہ تعین اوّل جو اجمالی صورت میں ہے۔یہ مرتبہ وحدت اور حقیقت محمدیہ کہلاتا ہے۔تیسرا مرتبہ تعین ثانی ہے چوتھا عالم ارواح' پانچواں عالم مثال' چھٹا عالم اجسام اور ساتواں مرتبہ جامعہ ہے۔(۱)

حرف آخر کے طور پر میں ''ابن عربیؒ کے فاضل مصنف ڈاکٹر محسن جہانگیری کے الفاظ میں ابنِ عربیؒ کے وحدت الوجود کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں:

> ''ابن عربیؒ کا خیال یہ ہے کہ حقیقتِ وجود اصل ہے تمام آثار کا منشاء ہے۔بالذات دافع عدم ہے' خیر محض ہے' واحد ہے اور اس کی وحدت شخصی ہے نوعی نہیں' جملہ شروط سے آزاد ہے حتیٰ کہ شرط اطلاق

۱؎ تحفۂ مرسلہ: ۵۴'۵۵' حافظ الملت اکیڈمی' بھرچونڈی شریف' ڈہرکی۔

سے بھی ...... پس عالم ہستی میں صحیح معنوں میں بس ایک ہی حقیقت' ایک ہی وجود اور ایک ہی موجود ہے۔ اور وہ حق تعالیٰ ہے بنا بریں یہ کہنا درست ہے لا وجود ولا موجود الا اللہ۔ یعنی حق تعالیٰ کے سوا وجود صرف اور موجود حقیقی کوئی نہیں' غرض یہ حقیقت بحت اور یہ حق واحد شؤن واطوار اور تجلیات وتعینات میں ظاہر ہوتی ہے۔ مرتبۂ علم میں اسماء اور اعیانِ ثابتہ کے پیرہن میں مرتبۂ ذہنی اور مرتبۂ خارج میں مظاہر اعیان اور موجودات خارجی میں ظہور کرتی ہے اور اس ظہور و تجلی اور تعین وتطور کے نتیجے میں کثرت پیدا ہوتی ہے اور عالم ظہور پذیر ہوتا ہے''۔(۱)

الغرض ابن عربیؒ کا موضوع معرفت کے انسانی سفر کی معراج ہے اور فتوحاتِ مکیہ اس کی دلفریب روداد' حقیقت یہ ہے کہ اس منزل میں عقل وخرد اپنی تمام تر توانائیوں کے باوجود لڑکھڑانے لگتی ہے۔ اس مقام پر گفتگو ابنِ عربیؒ ہی کو زیب دیتی ہے جو عقل وفلسفہ کی سرحدوں سے نکل کر کشف ومشاہدہ اور ایمان و ایقان کی قوت سے حریم معرفت کے سراپردوں تک رسائی کی دولت خداداد سے مشرف ہیں۔ سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العزیز الحکیم

فقیر سید محمد فاروق القادری
خانقاہ عالیہ قادریہ شاہ آباد شریف
گڑھی اختیار خان' ضلع رحیم یار خان
۱۰ جولائی ۲۰۰۴ء

خطبہ

ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے تمام اشیاء کو وجود سے پیدا فرمایا اور یوں عدم کو معدوم کر کے اُسے وجود کی صورت بخشی اور اِن اشیاء کے وجود کو اپنے کلماتِ عالیہ کی توجہ کا محتاج بنا دیا تا کہ ہم کائناتِ عالم کے حدوث و قِدم کے راز کو اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے کے مقابلے میں واضح طور پر سمجھ سکیں اور یوں اس آگاہی اور تحقیق کی بدولت ہم اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اُس کے قدیم ہونے کی صداقت پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں۔

(اشیاء کو وجود میں لانے سے) اُس کی ذات کا ظہور ہوا' اُس نے ظہور فرما کر ہر ظاہر و پوشیدہ کو ظاہر کر دیا' اُس کے باوجود اس کی ذات چشمِ ظاہر سے مخفی ہے' اور اس نے اپنی ذات کو کبریائی کے پردوں میں مستور کر رکھا ہے۔

اسمِ ''الاوّل'' نے خاص طور پر بندے کے وجود کا اثبات کیا تو وہ دائرۂ ثبوت میں آ گیا' اسی طرح اسمِ ''الآخر'' نے اُس کے لیے فنائیت اور نہ ہونے کی تقدیر کو ثابت کیا اور بقا اور دوام کا وصف اس کی ذاتِ پاک کے لیے ازل ہی سے ثابت تھا۔

اگر زمانہ اور اہلِ زمانہ اور باخبر اور بے خبر نہ ہوتے تو کوئی شخص بھی اس

کے اوّل وآخر اور ظاہر و باطن کے نام کے معنی نہ سمجھ سکتا۔

ہر چند اسمائے حُسنیٰ اس طرح چمک رہے ہیں تاہم ان کے مابین مراتب میں بڑا فرق ہے اور یہ فرق اس وقت زیادہ کھل کر سامنے آتا ہے جب نزول وحوادث کے وقت اِن اسمائے حُسنیٰ سے توسل کیا جاتا ہے۔ عبدالحلیم اور عبدالکریم کے معنی ایک نہیں اور نہ ہی عبدالغفور اور عبدالشکور کا مفہوم ایک جیسا ہے' ہر ہر بندے کا الگ الگ مربی اسمِ الٰہی ہے اگر ہم بندے کو جسم فرض کر لیں تو وہ اسمِ مبارک یقیناً اس کا دل ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ وہ ''علیم'' ہے جو علمِ محیط سے متصف ہونے کے علاوہ دوسروں کو بھی سکھلاتا ہے' وہ ایسا حاکمِ مطلق ہے جو خود صاحبِ حکم ہے اور اس نے اپنی مخلوق کو بھی حاکم ہونے کی صفت عطا کی ہے وہ غالب ہے اور اُس نے اپنے بندوں کو بھی غلبہ کی صفت سے بہرہ ور کیا ہے' وہ ایسا قادرِ مطلق ہے جس نے اگرچہ اپنے بندوں کو کسب واکتساب کی دولت بخشی ہے مگر انہیں کسی چیز کی قدرت نہیں دی۔

وہ لایزال اور باقی ہے مگر اس کے ساتھ بقا کی صفت قائم نہیں وہ مشاہدہ کے وقت سامنے ہونے اور ملنے سے پاک ہے بلکہ اِس پاکیزہ ترین منزل میں پہنچ کر بندہ خود مقامِ تنزیہہ میں داخل ہو جاتا ہے' ایسا ہرگز نہیں کہ اس بلند اور پاکیزہ ترین مقام پر اللہ تعالیٰ کو کوئی تشبیہ لاحق ہو سکے۔ حضوری کی اِس منزل میں بندے سے اطراف وجہات زائل ہو جاتی ہیں اور ذاتِ مقدس پر جونہی اس کی نگاہ پڑتی ہے وہ اِدھر اُدھر دیکھنے سے معذور ہو جاتا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء ایسے شخص کی طرح کرتا ہوں جو سمجھتا ہے کہ اس کی ذات وصفات کی رفعت و بلندی کی کوئی انتہا نہیں' وہ اپنی ذات کے حوالے سے انتہائی برتر اور بلند شان کا مالک ہے' اُس نے اپنی عظمت اور بزرگی کو تمام جہان پر آشکار کر دیا ہے' اس کی ذات کے آگے عظمت وعزت کے سراپردے تنے ہوئے ہیں' اُس کی ذات رفیع الدرجات کی مکمل معرفت کے دروازوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

اگر وہ اپنے بندے سے خطاب کرتا ہے تو اُس کی کیفیت یہ ہے کہ خود ہی سنانے والا اور خود ہی سننے والا ہے' اس طرح اگر بندہ اس کا حکم بجالاتا ہے تو وہ خود مطاع اور مطیع ہے۔

جب اس باغ کی سیر نے مجھے حیران کیا اِس حقیقت سے آگاہی حاصل ہوئی تو میں حیرت سے دنگ رہ گیا اور لوگوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے علم طریقت کی رہنمائی میں اچانک میری زبان پر یہ اشعار آ گئے ؎

الرَّبُّ حَقٌّ وَالْعَبْدُ حَقٌّ

یَالیتَ شِعرِی مَنِ المکلَّفِ

''اللہ تعالیٰ حق ہے اور بندہ بھی حق ہے' سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر مکلّف کون ہے''۔

ان قُلتَ عبدٌ فذاک مَیّتٌ

اَوْ قلتُ رَبٌّ انّی یکلَّف

''اگر کہو کہ بندہ مکلّف ہے تو وہ تو مٹنے والا ہے' اگر کہو رب تو وہ کیونکر مکلّف ہوسکتا ہے''۔

پس اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جب چاہتا ہے اپنی مخلوق کے ذریعے خود اپنی

اطاعت کرتا ہے اور خود اپنے فرائض و واجبات پورے کرتا ہے' جو کچھ نظر آ رہی ہیں یہ خالی خولی شکلیں ہیں آواز کی بازگشت (صدائے گنبد) میں ایک راز ہے جس کے بارے میں ہدایت کے طلب گاروں کے لیے ہم نے اشارہ کر دیا ہے۔

اور میں اللہ تعالیٰ کا ایک ایسے شخص کی طرح شکر بجا لاتا ہوں جسے اس بات کا یقین ہے کہ بندوں کو عبادات کا مکلّف بنانا دراصل اسمِ معبود کی حقیقت کا اظہار ہے' لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہ کی اصلیت اس کے جود و کرم کی حقیقت پر دلالت کرتی ہے اگر یہ بات تسلیم نہ کی جائے اور بہشت کو اپنے اعمال کا بدلہ سمجھ لیا جائے تو پھر اس کے جود و کرم کے کیا معنی سمجھے جائیں گے؟ پس تم اپنی ذات کی حقیقت کے علم میں کوتاہی کی وجہ سے اس بات سے غافل رہ گئے ہو کہ تمہاری ذات خود عطیہ خداوندی ہے جو تمہیں عطا ہوئی ہے تو جب وہ چیز ہی تمہاری اپنی نہیں جس کی بنا پر تم جزا کے طلب گار اور خواہش مند ہو تو عمل پر کیسا اترانا؟

پس تم اشیاء کو اپنے خالق اور مخلوق کو اپنے رازق کے حوالے کر دو (تم درمیان سے نکل جاؤ) وہ ایسا وہاب اور کریم ہے جسے مسلسل بخشش و عطا سے ہرگز ملال نہیں ہوتا اور وہ ایسا بادشاہ ہے جس کی حکومت سب سے بڑھ کر طاقت ور ہے' وہ اپنے بندوں پر مہربان اور ان کے حال سے باخبر ہے اس کا کوئی مثل نہیں اور وہ بے مثل دیکھنے سننے والا ہے۔

حقیقتِ محمدیہ:

درود و رحمت نازل ہو اُس ذاتِ گرامی پر جو کائنات عالم کا راز' اُس کا لب لباب' اور اس کا مطلوب و مقصود ہے جو ساری کائنات کے سردار اور سچ کی

بنیاد ہیں۔ آپ نے راتوں رات ساتوں آسمانی منازل طے کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا تاکہ رات کی اس سیر میں آپ کو قدرتِ الٰہی کے عظیم الشان حقائقِ کونیہ کا مشاہدہ کرایا جائے' بلاشبہ یہ خطبہ لکھتے وقت کشفِ قلبی کے طور پر عالم مثال میں آپ کو میں نے بارگاہِ جلال میں دیکھا جو حضرت غیبیہ کہلاتی ہے۔

جب میں اُس عالم میں آپ ﷺ کے مشاہدے سے مشرف ہوا تو میں نے اس عالم میں آپ کو ایسا بلند اور ذی وقار سردار پایا جس کے عزائم معصوم اور مطالب و مقاصد نفسانی آمیزش سے پاک تھے' وہ ہر ایک حالت میں فتح مند اور قدرت کی طرف سے تائید و حمایت یافتہ ہیں۔ تمام انبیاء و رسل آپ کے سامنے صف بستہ کھڑے تھے۔ آپ ﷺ کی اُمت جو خیر الامم کے لقب سے ملقّب ہے' پروانوں کی طرح آپ ﷺ پر نثار ہو رہی تھی' ملائکہ تسخیر آپ کے پایۂ تخت کے گرد حلقہ باندھے ایستادہ تھے اور وہ فرشتے جو نیک اعمال کی بدولت پیدا ہوتے ہیں آپ ﷺ کے حضور صفیں باندھے کھڑے تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بائیں کھڑے تھے جب کہ ''ختم''(۱) سامنے زانوئے ادب تہ کر کے ''حدیثِ اُنثیٰ'' عرض کر رہے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی زبان سے ختم کی ترجمانی کر رہے تھے' عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ حیاء و شرم کی چادر میں ملبوس توجہ میں مصروف تھے۔ اتنے میں اُس سردارِ عالی قدر' چشمۂ شیریں فیض' اور ظاہر و روشن نور نے مجھے ختم کے پیچھے بیٹھا ہوا دیکھ لیا ختم سے میرا قرب اس بناء پر تھا کہ میرا اور اس کا ایک ہی حکم ہے۔ سرورِ

---

۱ ختم سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

کائناتؐ نے فرمایا یہ تمہارا ساتھی ' بیٹا اور دوست ہے اس کے لیے میرے سامنے جھاؤ کی لکڑی کا منبر نصب کرو اس کے بعد میری طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا'' محمد ! اُٹھو! میری اور میرے بھیجنے والے خالق کی تعریف و ثناء بیان کرو! تمہارے جسم میں میرا ایک بال ہے' جس کے شوق میں میں بے تاب ہوں' یہ بال تمہارے جسم میں بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے' میری طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاؤ اس بال کی لازماً میرے ساتھ ملاقات ہوگی' اس لیے کہ اس کا تعلق بدبختی کی دنیا سے نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میری بعثت کے بعد میرا کوئی معمولی سے معمولی جزو بھی جس چیز میں پایا جائے گا وہ سعید (خوش بخت اور مبارک) ہوگی۔

اگر کسی کو یہ خوش بختی میسر آ جائے تو وہ اس لائق ہے کہ ملاء اعلیٰ کی جماعت میں اس کی قدردانی اور تعریف کی جائے۔

ختم نے تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے اس بابرکت جگہ میں منبر نصب کیا' منبر کی پیشانی پر چمک دار نور سے لکھا ہوا تھا یہ پاک محمدی ﷺ مقام ہے جسے نصیب ہوگیا وہ اس کا وارث ہوگیا اللہ اسے اپنی شریعت کی حفاظت کے لیے بھیجتا اور مبعوث کرتا ہے اس وقت عطیہ خداوندی کے طور پر مجھے ربانی حکمتوں کا علم عطا کیا گیا گویا مجھے جوامع الکلم کی توفیق ارزانی ہوئی' چنانچہ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور منبر کے بالائی حصے پر پہنچ گیا۔ اس طرح مجھے آنحضور ﷺ کے ٹھہرنے اور تشریف فرمانے کی منزل حاصل ہوگئی۔

اب اس جگہ اچانک میرے سامنے ایک سفید کرتے کی آستین بچھا دی گئی تاکہ جس جگہ آنحضور ﷺ نے اپنا قدم مبارک رکھا ہے میں اس کو نہ چھوؤں'

یہ آپ کے اعزاز واکرام اور بلند منصب کے پیشِ نظر کیا گیا گویا ایک اعتبار سے مجھے خبردار کیا گیا' گویا جس مقام کو آنحضور ﷺ نے حضرت غیبیہ میں بلا حجاب مشاہدہ کیا اسے آپ کے جانشین اور نائب پردہ اور نقاب کی اوٹ میں دیکھ سکتے ہیں' بلا حجاب نہیں اگر ایسے نہ ہوتا ہمارے کشف ومعرفت اور آنحضور ﷺ کے کشف ومعرفت میں کچھ فرق نہ ہوتا۔

تم دیکھتے نہیں کہ جس حال کو معلوم کرنے کے لیے تم اس کے نقشِ قدم پر چلتے ہو تم تو بعینہٖ ان چیزوں کو نہیں دیکھ سکتے جنہیں اپنے سفر میں اس نے دیکھا ہے' اور تمہیں کچھ پتہ نہیں چلتا کہ اس کے صفات کی نفی کر کے کیونکر اس کا حال بیان کیا جائے۔ مثلاً اس نے دوران سفر زمین ہموار دیکھی تھی جو کسی صفت سے موصوف نہیں تھی وہ اس پر چلا گیا' اس کے برعکس تمہیں اس کی پیروی کرتے ہوئے اس کے پاؤں کے نشانات سے واسطہ پڑے گا' یہاں ایک مخفی راز ہے اگر تم اس کی تحقیق وکھوج کی کوشش کرو گے تو اسے ضرور پالو گے۔

اور یہ اس لیے کہ وہ تمہارا پیش رو اور امام ہے اور اسے خصوصی فضیلت حاصل ہے' وہ نہ تو کسی کے نقشِ قدم کی تابعداری کرتا ہے اور نہ اسے اس کی ضرورت ہے' پس مجھ پر وہ حقیقت کھولی گئی ہے جس سے دوسرے لوگ محروم ہیں موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام پر جو اعتراض وانکار کیا تھا وہاں اس مقام کی پوری وضاحت ہوگئی ہے۔(۱)

یہ بندہ عرض کرتا ہے کہ جب میں اس برتر مقام میں اُس ذاتِ گرامی

۱ے

کے سامنے کھڑا ہوا جو شبِ معراج اپنے رب کے ساتھ ''قاب قوسین او ادنیٰ'' کی منزلِ قُرب پر فائز تھی، تو میں عالمِ ندامت میں سر جھکائے کھڑا تھا، اس وقت روح الامین کی تائید سے فی البدیہ میری زبان سے یہ اشعار نکلنے لگے ؂

یا منزل الآیات والانباء

انزل علی معالم الاسماء

''اے خبروں اور نشانیوں کے نازل کرنے والے مالک، مجھ پر اسمائے حُسنیٰ کے علوم نازل فرما''۔

حتی اکون لحمد ذاتک جامعا

بمحامد السراء والضراء

''تاکہ میں تیری ذات کی ایسی جامع تعریف کروں، جو خوشی اور مصیبت دونوں حالتوں کی تعریف پر مشتمل ہو''۔

پھر میں نے سرورِ عالم ﷺ کی طرف رُخ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے ؂

و یکون ھذا السید العلم الذی

جردته من دوره الخلفاء

''اور یہ وہ نامور سردار اور پیشوا ہیں، جسے تو نے اپنے خلفا کے حلقے سے نکالا ہے''۔ (مبعوث کیا ہے)۔

وجعلته الاصل الکریم وآدم

ما بین طینة خلقه والماء

''اور تو نے آپ کو اُس وقت کائنات کی بنیاد کریم بنایا تھا، جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق

ابھی مٹی اور پانی کے مراحل میں تھی''۔

و نقلتہ' حتی استدار زمانہ
و عطفت آخرہ علی الابداء

''اور تو انہیں آباء کی پشتوں میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ اس کا زمانہ پھر کر آیا اور تو نے اُن کے اوّل و آخر کو ملا کر یکساں کر دیا''۔

و اقمتہ عبدا ذلیلا خاشعا
دھرا یناجیکم بغار حرا

''اور تو نے انہیں عرصہ دراز تک عبدِ متواضع بنا کر رکھا' جو انتہائی خشوع و خضوع اور اخلاص کے ساتھ غارِ حرا میں تیری مناجات کرتے رہے''۔

حتٰی اتاہ مبشرا من عندکم
جبرئیل المخصوص باالانباء

''یہاں تک کہ تیری طرف سے بشارت لے کر جبرئیل امین آیا جو خدائی خبریں پہنچانے کے لیے مخصوص ہے''۔

قال السلام علیک انت محمد
سر العباد و خاتم النباء

''اس نے کہا تم پر اللہ کا سلام! بلاشبہ آپ جانِ تعریف ہیں' آپ مخلوقِ خدا کا راز اور نبیوں کے خاتم ہیں''۔

یا سیدی حقا اقول فقال لی
صدقا نطقت فانت ظل ردائی

''اے میرے آقا میں نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے اس پر آپ نے فرمایا" بلاشبہ تو نے حقیقت

بیان کی تو میری چادر کا سایہ ہے''۔

فاحمدوزد فی حمد ربک جاھدا
فلقد وھبت حقائق الاشیاء

''پس حمد کر اور اپنے ربّ کی ثناء وتقدیس میں بھی ہمت سے کام لو' بلاشبہ تجھے چیزوں کی حقیقتوں کا علم دیا گیا ہے''۔

وانشر لنا من شان ربک ما انجلی
لفوادک المحفوظ فی الظُلَماء

''اپنے ربّ کی شان ہمارے لیے بکھیر دے' جو اندھیروں سے محفوظ تیرے دل میں ضوفشاں ہیں''۔

من کل قائم بحقیقة
یاتیک مملوکا بغیر شراء

''اور وہ تمام حقائق کھل کر بیان کرو' جو بے دام غلام کی طرح تم پر وارد ہو رہے ہیں''۔

آغازِ آفرینش اور ظہورِ کائنات :

اس کے بعد میں نے خدائے علاّم الغیوب کی ترجمانی کرتے ہوئے سرورِ عالم ﷺ کی توجہ مبذول کرا کے اپنی بات شروع کی۔ میں نے کہا ''میں اُس خدائے لم یزل کی تعریف کرتا ہوں جس نے آپ پر ایسی محفوظ کتاب اتاری جسے ناپاک ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے''۔

لاَ یَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ط

''اس کو نہیں چھوتے مگر پاک لوگ''۔ [الواقعہ : ۵۶]

اس کتاب میں آپ کے اخلاقِ عالیہ اور عیوب ونقائص سے پاک و

منزہ ہونے کا بیان ہے۔ چنانچہ سورۃ ''ن'' میں ارشاد ہوا ہے:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ لا مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ج وَ اِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ج وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَ لا

''نٓ قسم قلم کی اور اُس کی جو فرشتے لکھتے ہیں' اے محبوب ﷺ آپ اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنوں نہیں اور یقیناً آپ کے لیے نہ ختم ہونے والا ثواب ہے' اور آپ بہت بڑی شان والے خلق پر ہیں' عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے''۔ [القلم : ۱تا۵]

وہ تمام باتیں تحریر کیں جو واقع ہو چکی ہیں' ہو رہی ہیں' جو آئندہ پیش آنے والی ہیں یا نہیں ہونے والی' کیونکہ ارادۂ الٰہی اُن کے وقوع میں آنے سے متعلق نہیں ہوا۔ نیز یہ بھی تحریر کر دیا گیا کہ اگر وہ چاہتا تو کس طرح وہ ایک خاص انداز سے معلوم طور پر ظہور میں آتیں۔ یہ ساری تفصیلات اس کے بے پایاں علم میں مقدور ومعلوم ہیں۔

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ج

''پاک ہے آپ کا رب عزت والا رب ہر اس عیب سے جو وہ بیان کرتے ہیں''۔ [الصفت : ۱۸۰]

بلا شبہ تیرا پروردگار پاک ہے اور وہ ان چیزوں سے برتر ہے جن سے عموماً لوگ اسے متصف کرتے ہیں وہ ایسا واحد لاشریک ہے جو مشرکوں کے شرک کرنے سے ارفع و بلند ہے۔

مالکِ کائنات :

اس روشن قلم نے تمام اسماء وکلمات سے پہلے جو نام اور جملہ تحریر کیا وہ یہ تھا: اے محمد ﷺ میں آپ کی خاطر ایک ایسا جہان پیدا کرنا چاہتا ہوں جو آپ کی ملکیت ہو' اس لیے میں پانی کا جوہر پیدا کرتا ہوں چنانچہ میں نے عظمت وجلالت کے حجاب کی اوٹ میں پانی کو پیدا کیا' اور میں اسی طرح رہا جس طرح پہلے سے موجود تھا (میرے اوصاف میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی) اس وقت عدم کے اندھیرے سے کوئی چیز بھی عالمِ ہستی میں نمودار نہیں ہوئی تھی۔

پانی کی تخلیق:

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پانی کو برف کی طرح ایک منجمد کُرّے کی شکل میں پیدا فرمایا جو گولائی اور سفیدی میں موتی کی مانند تھا' اس میں اس نے تمام کائنات کے اجسام اور ان کی صفات کو بالقوۃ ودیعت رکھ دیا۔

بنائے عرش:

پھر اس نے عرش کو پیدا کیا اور اس پر ''رحمان'' کے اسمِ پاک نے استقرار قائم کیا' پھر اس نے کرسی نصب کی اور بلاتشبیہ اس پر اپنے دونوں قدم (۱) رکھ دیے۔ پھر جونہی اللہ تعالیٰ نے اسی منجمد کُرّے پر عظمت وجلالت کی نگاہ ڈالی تو وہ شرم کے باعث پگھل گیا اور اس کے اجزا بکھر کر پانی کی شکل میں بہنے لگے۔

---

۱ دونوں قدموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے امر ونہی کے دو قدم ہیں' چنانچہ فتوحات ہی میں ایک دوسرے مقام پر قدموں کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان المراد بالقدمین اللتین تدلنا الی الکرسی هما الامر ونهی یعنی قدموں سے مراد جو کرسی پر پھیلے ہوئے ہیں امر ونہی ہے۔ (فتوحات' باب ۷۳)

چنانچہ زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے عرشِ الٰہی اسی پانی پر موجود رہا۔(۱)

اس وقت سوائے محل استویٰ (عرشِ الٰہی) مستوی (صاحبِ استویٰ) اور استواء کے کوئی حقیقت ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی۔

اس نے ہوا کو نازل فرمایا جس کی تیزی اور کاٹ سے پانی میں تموّج پیدا ہوا اور اس نے جھاگ کو اٹھایا' جب پانی کی لہریں عرشِ عظیم سے ٹکرائیں تو اس سے محمودِ حقیقی کی حمد وثناء کے ترانے فضا میں گونجنے لگے' عرش کے پائے خوشی سے وجد میں آ کر جھومنے لگے اور وہاں سے آواز آئی انا احمد میں ہی تو احمد ہوں۔ یہ دیکھ کر پانی شرم کے مارے پانی پانی ہو کر منجدھار میں شامل ہونے کے لیے اُلٹے پاؤں پھرا مگر موجوں کی لہروں اور تلاطم کی وجہ سے جو جھاگ سطح پر نمودار ہوئی تھی وہ ساحل پر رہ گئی' یہ پانی کے پیچھے ہٹنے کی صورت تھی جو کائنات کے بڑے حصے پر پھیلا ہوا تھا۔

اللہ سبحانہ' وتعالیٰ نے اس جھاگ سے زمین کو پیدا کیا جو اصلیت کے اعتبار سے گیند کی طرح گول اور طول وعرض میں بچھونے کی طرح تھی۔ زمین پھٹنے لگی تو اس کے اجزاء کی آپس میں رگڑ کی وجہ سے جو آگ نکلی اس کے دھوئیں سے اللہ تعالیٰ نے بلند آسمان پیدا کیے اور انہیں اپنے انوار وتجلیات کا مورد اور ملائکہ مقربین کا مستقر بنا دیا' نیز انہیں چمکدار ستاروں سے مزیّن کر دیا جب کہ اس کے مقابلے میں زمین کو ہریالی اور پھلوں پھولوں سے سجا دیا۔

---

(۱) قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے: وکان عرشه علی الماء یعنی اللہ کا تخت یا اس کی حکومت پانی پر تھی اس لیے کہ پانی سب سے پہلے پیدا ہوا اس وقت کوئی دوسری چیز موجود ہی نہ تھی۔

اب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذات اور دستہائے قدرت کو حضرتِ آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد کے لیے خاص کر دیا اور انہیں جسم کی دو صورتوں سے آراستہ کیا گویا انہیں دو طرح کا وجود بخشا' جسم کی ایک شکل ایک عرصہ کے بعد فنا ہو جائے گی جب کہ دوسری صورت حیاتِ ابدی کی حامل ہو گی۔ اس تخلیق اور پیدائش کا مسکن اس نے کرۂ وجود کو بنایا اور وہی اس کا نقطہ قرار پایا اور اس کی ذات کو مخفی کر دیا۔

پھر یہ کہہ کر اپنے بندوں کو متنبہ کیا کہ:

بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا

''بغیر ستونوں کے جیسا کہ تم انہیں دیکھتے ہو''۔ [الرعد : ۲]

پھر جب انسان حیاتِ ظاہری کے اس برزخ میں منتقل ہوا تو آسمان کا گنبد زور زور سے ہلنے لگا اور پھٹ گیا اور وہ بہتی ہوئی آگ کا ایسا شعلہ بن گیا جیسے سرخ چمڑہ ہوتا ہے۔

پس جس نے اضافتوں کی حقیقت کو سمجھ لیا وہ ہمارے ذکر کردہ اشارات کو جان لے گا۔ وہ پوری طرح معلوم کر لے گا کہ قبہ یا گنبد بغیر ستون کے قائم نہیں ہو سکتا جس طرح کوئی شخص بغیر بیٹے اور بیٹی کے باپ نہیں کہلا سکتا۔ عمد یعنی ستون سے مراد تھامنے اور چمٹانے والا ہے' اگر تم اِسے انسان نہیں سمجھ سکتے تو قدرتِ الٰہی قرار دے لو۔ اس سے ظاہر ہوا کہ گنبد کو تھامنے اور روکنے کے لیے ستون یا تھامنے والی چیز ضروری ہے۔ یہ ایک ایسی مملکت ہے جس پر حکمرانی کے لیے مالک کی ضرورت ہے' پس جس کی وجہ سے کوئی چیز رُکی ہوئی ہے وہی اس کو

روکنے والی ہے اور جس کا وجود کسی سبب کے باعث ہو ظاہر ہے وہ سبب ہی اس کا مالک ہے۔

جب نیک بختوں اور بدبختوں کے حقائق کونیہ نے اپنی تخلیق کے وقت جب کہ ابھی وہ وجود و عدم کے درمیان تھے اور قدرتِ کاملہ ان کو اپنے قبضے میں لیے ہوئے تھی۔ اپنے اپنے انجام پر نگاہ کی تو نیک بختوں نے اپنی نیک بختی اور حسنِ انجام کو ہدایت اور توفیقِ الٰہی کی نظر سے دیکھا جب کہ بدبختوں نے اپنے برے انجام کو مخالفت اور گمراہی کی آنکھ سے دیکھا' تو نیک بخت نفوس نے عالمِ وجود کی طرف سبقت اور پیش دستی کی' جب کہ بدبخت اور شقی نفوس نے انکار اور لیت و لعل سے کام لیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نیک بخت نفوس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اولٰئِکَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ وَھُمْ لَھَا سَابِقُوْنَ ۞

''وہ لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیک کاموں میں سب سے زیادہ آگے نکل جانے والے ہیں''۔ [المؤمنون : ٦١]

یہ وجود میں آنے کے وقت ان کی سرعت اور پیش دستی کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح بدبخت نفوس کے بارے میں فرمایا گیا:

فَثَبَّطَھُمْ وَقِیْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقَاعِدِیْنَ ۞

''تو انہیں پست ہمت کر دیا اور کہہ دیا کہ تم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو''۔ [التوبہ : ۴٦]

یہ اسی پستی اور عدم سے وجود میں آتے وقت سستی کی طرف اشارہ

ہے۔ اگر سعادت وشقاوت ازلی کی یہ ہوائیں مخلوق پر نہ چلتیں تو اس دنیا میں کوئی بھی گمراہ یا ہدایت یافتہ نہ ہوتا۔

اسی پیش قدمی اور انکار کی آپ نے[۱] (صلی اللہ علیک) اپنی اس حدیث میں خبر دی ہے کہ:

اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰہِ سَبَقَتْ غَضَبَہ۔

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے''۔

راوی نے یہی الفاظ آپ کی طرف منسوب کیے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمائے حُسنیٰ کے عدد کے برابر حقائقِ کونیہ اور اپنی مخلوق کے عدد کے برابر ملائکہ تسخیر پیدا کیے۔ اس نے ہر حقیقت کے لیے اپنے اسمائے حُسنیٰ میں سے ایک اسم مخصوص فرمایا ہے۔ وہ حقیقت اس اسم پاک کو جانتی اور اس کی عبادت کرتی ہے۔ اسی طرح اس نے ہر باطنی حقیقت لیے ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے جو اس کے ساتھ رہ کر اس کی خدمت میں مصروف رہتا ہے۔ بعض دفعہ عجب اور خود نمائی کی وجہ سے کچھ حقیقتیں اسمِ پاک کے مشاہدے سے حجاب میں رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگ اس اسمِ گرامی کی فرمانروائی اور اطاعت سے نکل کر منکرین کے دائرے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ البتہ بعض اہلِ حقائق کو اللہ تعالیٰ ثابت قدمی عطا کرتا ہے' وہ اپنے اسمِ مربی کو اپنا رہنما بنا لیتے ہیں ایسے اصحابِ حقیقت اپنے اور اسم مبارک کے درمیان نشان قائم

---

[۱] چونکہ شیخ ابن عربی عالمِ کشف میں براہِ راست آنحضور ﷺ سے مخاطب ہیں' اس لیے آپ کے لیے حاضر کے صیغے استعمال کر رہے ہیں۔

کر لیتے ہیں اور ہر وقت اسمِ مبارک کو سامنے رکھتے ہیں' اس کے نتیجے میں وہ ساجدین کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پہلے باپ کی پُشت سے سورج کی طرح اقطابِ ولایت کے انوار نکالے جو مقاماتِ عالیہ کے آسمانوں میں تسبیح وتعریف میں مصروف ہو گئے۔ اسی طرح ستاروں کی شکل میں نجباء کے انوار باہر کیے جو کرامات کے افلاک میں تسبیح وتقدیس میں مشغول ہو گئے' پھر اس نے اوتادِ اربعہ کو عناصر اربعہ کے قیام وثبات کا موجب بنا دیا' جن کے باعث جنات وانسان محفوظ بنا دیے گئے۔ اِن اوتاد نے زمین کی جنبش وحرکت کو ختم کر کے اُسے پُرسکون بنایا تو وہ پھولوں کے زیورات اور خوش ذائقہ ثمرات سے مزیّن ہو گئی' اس کے سینے سے برکتوں کے خزانے ابلنے لگے تو اس کے پُر لطف نظارے دیکھ کر لوگوں کی نگاہیں تشکّر وامتنان سے بھر گئیں' اس کی عطر آمیز خوشبوؤں سے مشامِ جان معطر ہوا تو اس کے دلکش اور لذیذ پھلوں اور کھانے کی چیزوں سے لوگوں کے کام ودہن لطف اندوز ہونے لگے۔ پھر حکیم وعلیم کی حیثیت سے اس نے سات ابدال مقرر فرمائے جو ساتوں ولایتوں کے بادشاہ ہیں' گویا ہر ایک اقلیم کے لیے ایک بدل مقرر ہے۔

ہر قطب کے لیے دو امام بطور وزیر مقرر کیے گئے جو دونوں زمانوں کے امام ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کو انتہائی خوبی اور کمال کے ساتھ پیدا کیا کہ بقول ابو حامد غزالی (۱) اس سے بہتر اور مکمل شکل وصورت میں بنانا ممکن

۱۔ محمد بن محمد بن محمد الطّوسی پیدائش ۴۵۰ھ' وفات ۵۰۵ھ۔

ہی نہیں تھا' تو اے محمد ﷺ آپ کے جسمِ عالی کو عالمِ شہادت میں مخلوق کے سامنے جلوہ گر فرمایا۔

راوی کے مطابق ایک دفعہ آپ نے خود اپنی مجلس میں ارشاد فرمایا:

ان اللہ کان ولا شی معہ بل ھو علی ما علیہ ۔

''اللہ تعالیٰ خلقِ عالم سے پیشتر موجود تھا اور کوئی دوسری چیز اس کے ساتھ موجود نہ تھی بلکہ وہ اب بھی اسی صفت سے متّصف ہے''۔

میرے حضور! (صلی اللہ علیک) حقائقِ کونیہ کی یہی حقیقت ہے اور اس حقیقت کو دوسرے حقائق پر سوائے اس کے کوئی فوقیت حاصل نہیں کہ یہ حقیقت سب سے پہلے ہے اور دوسری حقیقتیں اس کے بعد ظہور میں آئیں۔ اس لیے کہ جو کسی کے ساتھ نہیں ہے یقیناً اس کے ساتھ بھی کوئی بھی نہیں ہے۔ اگر حقائق کا ظہور علمِ الٰہی کی صفت کے مطابق نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ اس حکم میں حقیقتِ مقدسہ سے مختلف ہوں اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اس وقت بھی حقائق باعتبارِ حکم اسی حالت پر ہیں جو علمِ الٰہی میں تھی۔ لہٰذا ہمیں یوں کہنا چاہیے کہ یہ حقائق موجود تھے اور کوئی چیز ان کے ساتھ موجود نہ تھی اور اب بھی یہ حقائق اپنے خالق کے علم میں اُسی طرح ہیں ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

لہٰذا یہ حدیث جس میں اطلاق کا ذکر ہے' ساری مخلوق کو شامل ہے۔ چنانچہ اسباب اور مسببات کے تعدّد کی وجہ سے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اعتراض اسماء اور صفات کے وجود کے ذریعے باطل کیا جا سکتا ہے جن پر یہ اسماء وصفات دلالت کرتے ہیں وہ بالکل الگ اور مختلف معنیٰ ہیں۔

اگر ایسا ابتداء وانتہا کے مابین کوئی سبب ارتباط کا موجب نہ ہوتا اور کوئی کسب وعمل صحیح کا ضابطہ نہ ہوتا تو ایک کو دوسرے کی معرفت حاصل نہ ہوتی اور یہ نہ کہا جاتا کہ آخر کا قیام وثبوت پہلے کے حکم پر مبنی ہوتا ہے۔

چنانچہ بندے اور رب کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور یہ کافی ہے اور یہ بیان اس شخص کے لیے کافی وشافی ہے جو عالمِ وجود میں اپنے نفس کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خاتمہ عین سابقہ ہے' یہ بات حقیقت پر مبنی اور سچی ہے کچھ معلوم نہیں کہ انسان کیوں جاہل اور اندھا بنتا ہے اور کس وجہ سے وہ ایسی تاریک وادیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے جہاں پانی ہے نہ سایہ' اور سب سے زیادہ سچی خبر جو سنی گئی ہے اور جسے لانے والا ملک سبا کا ہُدہُد یعنی ملکہ فہم ہے وہ یہ ہے کہ عالم مرکب اور عالم بسیط کے درمیان ایک فلک محیط ہے جسے (منتشر ذرات) کہا جاتا ہے' اس سے بہت زیادہ مشابہت رکھنے والی چیز پانی اور ہوا ہے اگرچہ پانی اور ہوا بھی من جملہ انہی صورتوں کے ایک صورت ہیں کہ جن میں یہ فلک محیط نمودار ہوا ہے۔

جب یہی فلک تمام موجودات کی اصل ہے اور اس پر وجودِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے اسمِ پاک ''نور'' کی تجلی ہوئی ہے بلکہ اسی تجلی کی بدولت اس کا ظہور ہوا ہے تو میرے حضور! صلی اللہ علیک! آپ کی صورتِ مبارکہ نے اس فلک کے ذریعے سب سے پہلے اس نور کا فیض قبول کیا' اس سے ایک صورتِ مثلیہ ظاہر ہوئی ۔ اس صورت کے مشاہدات غیبی اور اس کے فیض کا مبداء (گھاٹ) غیبی ہے' اس کی جنت عدنیہ (جنتِ عدن) اور اس کے معارف قلمیہ

(نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ) ہیں۔اس کے اسرار و رموز قلمِ ازل کی سیاہی سے رقم شدہ‘ اس کے ارواح ملکوتی اور طینت انسانی ہے۔

آپ ہمارے روحانی باپ ہیں‘ پھر میں نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف جو اس مجلس میں موجود تھے‘ اشارہ کرتے ہوئے کہا جس طرح یہ ہمارے جسمانی والد ہیں۔

اسی طرح عناصر کے لیے بھی ماں باپ ہیں۔اس کی مثال ہباء کی حقیقت ہے جسے واحد کے ساتھ اصل میں یہی نسبت تھی۔

کوئی ایسی چیز نہیں جو دو چیزوں کے نتیجے میں وجود میں نہ آئی ہو اور کوئی ایسا نتیجہ نہیں جو دو مقدمات (صغریٰ و کبریٰ) کے بغیر نکلتا ہو۔

تمہیں علم نہیں کہ تمہارا وجود حق تعالیٰ کے وجود اور اس کے قادرِ مطلق ہونے کی فرع اور اس پر موقوف ہے اور تمہارا اس پر یہ حکم لگانا کہ وہ عالم اور صفاتِ کمال سے موصوف ہے اور تمہارا کسی خاص کیفیت اور علت سے متّصف ہونا حالانکہ عقلی اعتبار سے تمہارا دوسری علت اور کیفیت سے موصوف ہونا بھی درست ہے اور اللہ تعالیٰ کا صاحبِ ارادہ ہونا بھی طے ہے۔

چنانچہ ایک ذاتِ وحید سے معدوم کا وجود میں آنا صحیح نہیں ہے۔پھر ’’این‘‘ (۱) کا مفہوم کیونکہ سمجھ میں آ سکتا ہے۔لہٰذا یہ ضروری ہے کہ کسی نہ کسی وجہ کی

۱؎ اس کی تفصیل احادیث کے علاوہ خود فتوحات میں بھی باب ۳۸۵ میں آئی ہے۔اس کی حقیقت یہ ہے کہ سرورِ عالم نے ایک باندی سے پوچھا این اللہ ؟ اللہ کہاں ہے؟ اس نے جواب میں آسمان کی طرف اشارہ کیا۔آپ نے ارشاد فرمایا یہ مومنہ ہے۔ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا سوال باندی کے عقلی درجے کے مطابق تھا۔چنانچہ فرمایا گیا (بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۱۳ پر)

خاطر ایک چیز لازماً ''این'' سے موصوف ہو۔ یہ راز وہ شخص نہیں پا سکتا جو حقائق کے اِدراک سے بے بہرہ اور اندھا ہو۔

صفت و موصوف کی حقیقت سمجھنے سے ''این'' معروف کی اصلیت کھل کر سامنے آ جاتی ہے' اگر ایسا نہ ہوتا تو کس طرح آپ (ﷺ) این کے ساتھ سوال کرتے اور پھر باندی کی طرف سے جواب **فی السماء** (آسمانوں میں) فائے ظرف میں منظور کر لیتے۔ پھر آپ اس کے خالص مومنہ ہونے کی گواہی دیتے۔ ظاہر ہے آپ ﷺ کی گواہی حقیقت ہے' مجاز نہیں اور واجب ہے جواز نہیں۔

چنانچہ حضور (صلی اللہ علیک) اگر آپ رمزِ حقیقت سے شناسا نہ ہوتے تو اس باندی کو جو گونگی تھی **فی السماء** کے اشارے کو کس طرح قبول فرماتے؟

پھر جب اللہ تعالیٰ نے لطیف و کثیف جہاں پیدا کیے اور مملکت کی بنیاد رکھ دی اور مرتبۂ عالیہ مہیا کر دیا تو اس نے اس کے پہلے دورے میں ہی اپنا خلیفہ نازل فرمایا اسی لیے اللہ تعالیٰ دنیا میں ہمارے رہنے کی مدت سات ہزار سال مقرر کی۔ جب یہ دورہ اور چکر اختتام پذیر ہوگا تو ہم پر فنا کی ایک ایسی کیفیت

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۱۲) **کلموا الناس علی قدر عقولھم** لوگوں کے ساتھ اُن کے عقل کی حیثیت کے مطابق گفتگو کرو' چونکہ عقل کے درجے مختلف ہیں اس لیے نبی کو بہر صورت لوگوں کے عقل کو مد نظر رکھ کر بات کرنا پڑتی ہے تا کہ وہ تبلیغ کا حق ادا کر سکیں۔

بلا شبہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ یا مکان میں رہنے سے پاک ہے۔ آنحضور ﷺ کا اللہ کہاں ہے؟ کا سوال باندی اور عالم لوگوں کی ذہنی سطح کے عین موافق تھا کہ وہ کسی چیز کو جاننے اور دیکھنے کے اسی طرح عادی ہیں۔ اگر آنحضور ﷺ کے علاوہ کوئی اور شخص ایسا سوال کرتا تو عقل اس کا مذاق اڑاتی۔

طاری ہوگی جسے ہم نینداور غنودگی کی درمیانی کیفیت کہہ سکتے ہیں۔اس کے بعد ہم عالمِ برزخ کی طرف منتقل ہو جائیں گے' جوتمام راستوں کا سنگم ہے۔ یہاں اڑنے والے حقائق تمام دوسرے حقائق پر غالب آ جائیں گے' اس وقت عالمِ ارواح کی حکمرانی ہوگی' اس وقت کا خلیفہ چھ سو پروں والا ایک فرشتہ ہوگا اس وقت اجسام اورصورتیں ارواح کے تابع ہوں گی۔انسان جوصورت چاہے گا اختیار کر سکے گا۔ یہ اس حقیقت کا نتیجہ ہوگا جوانسان کوقبروں سے زندہ کر کے دوسری زندگی میں لائے جانے کے وقت اسے حاصل ہو گی اور یہ سب کچھ بازارِ جنت پر موقوف ہے جولطفِ خداوندی اوراحسان ایزدی کا ثمرہ ہے۔

حاضرینِ مجلس! اللہ تم پر رحم کرے! اس شخص کو دیکھو (میں نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) جو سفید زمرد کی شکل میں جلوہ گر ہے' رحمان پاک نے سب سے پہلے باپ کو یہ صورت عنایت فرمائی ہے۔

پھر میں نے حضرت ابراہیم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس نورِ مبین کو دیکھو جو ہمارا دوسرا باپ ہے اور جس نے ہمیں مسلمان کا لقب عطا کیا ہے۔ پھر میں نے کہا ذرا اس خالص چاندی کی مورت پر بھی نظر کرو یہ کہہ کر میں نے اس ذات (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی طرف اشارہ کیا جس نے اللہ کے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا بخشی تھی' جیسے کہ قرآن مجید میں اس کی وضاحت آئی ہے۔

اہلِ مجلس کو متوجہ کرتے ہوئے میں نے آواز بلند کی اِدھر یاقوت سُرخ کا حُسن و جمال بھی دیکھ لو یہ کہہ کر میں نے اُس ذاتِ گرامی (حضرت

یوسف علیہ السلام) کی طرف اشارہ کیا جسے انتہائی سستے داموں بیچ دیا گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے کہا اس سونے کی رنگت والے چہرے کو بھی دیکھو یہ کہہ کر میں نے خلیفہ عزیز (حضرت ہارون علیہ السلام) کی طرف اشارہ کیا' ذرا اندھیروں میں یاقوتِ زرد کی طرح چمکنے والے رُخِ منوّر کا مشاہدہ بھی کرو۔ یہ کہہ کر میں نے اس جلیل القدر ہستی کی طرف اشارہ کیا جسے ہم کلامی کی فضیلت بخشی گئی (سیدنا موسیٰ علیہ السلام)۔

جس شخص نے بھی اِن انوار تک پہنچنے کی کوشش میں کدوکاوش کی اور اس مقام تک جا پہنچا' جہاں اس طریق کے اسرار کھلتے ہیں تو اس کو اس مرتبہ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے جس کے لیے اس نے عدم کے اندھیروں سے جلوہ گاہ وجود میں قدم رکھا اور جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے اب اس کے لیے آداب بجا لائے جاتے ہیں۔ وہی رب ہے اور وہی مربوب' وہی محبّ ہے اور وہی محبوب۔

انظر الی بدء الوجو وَ کُنْ به
فطنًا تری الجود القدیم المحدثا (۱)

''وجود کی ابتدا پر نگاہ کر اور اس میں خوب فکر و نظر سے کام لے' تمہیں جودِ قدیم و محدث ایک ہی دکھائی دے گا''۔

والشئُ مثل الشئ اِلَّا اِنَّهٗ
ابداه فی عین العوالم محدثا

۱؎ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے اور انسان ظہور و حدوث سے پہلے علمِ الٰہی میں موجود تھا اس اعتبار سے انسان قدیم اور پیدا ہونے اور ظاہر ہونے کے اعتبار سے حادث ہے۔

''ایک چیز ہمیشہ دوسری چیز کی مانند ہوتی ہے' مگر اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا والوں کی آنکھ میں محدث ظاہر کیا ہے''۔

اِنْ أقسم الرای بان وجوده (۱)
أزلا فبر صادق لن یحنثا

''اگر دیکھنے والا قسم اٹھائے کہ اس کا وجود ازلی ہے تو وہ سچا ہے اس کی قسم نہیں ٹوٹتی''۔

اذا اقسم الرای بان وجودهٗ
عن فقده احری وکان مثلثا

''اسی طرح اگر کوئی دیکھنے والا حلف اٹھا کر کہہ دے کہ اس کا وجود فانی ہے تو اس کا یہ کہنا ہر لحاظ سے صحیح ہے''۔

پھر میں نے بہت سے اسرار اور واقعات بیان کیے جن کے وضاحت کی اس وقت گنجائش نہیں ہے اور نہ اکثر لوگ ایسے اسرار و رموز کی بنیاد اور حقیقت کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں چنانچہ میں نے انہیں اپنے اصل دائرے میں رہنے دیا ہے تا کہ حکمت و اسرار کی باتیں نامناسب جگہ پر نہ آئیں۔

۱؎ صوفیاء محققین اور فلاسفہ کے نزدیک حقیقی وجود وہ ہے جو مرتب آثار کا منشا ہو' ہر چیز پر جو آثار مرتب ہوتے ہیں وہ ارادۂ الٰہیہ ہی سے ہوتے ہیں۔ صوفیاء نے کہا ہے کہ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ انسان کو ایسا کر دیا ہے کہ وہ بولے' حرکت کرے اور مرنے تک سارے کام انجام دیتا چلا جائے بلکہ انسان کی ہر حرکت و فعل کے لیے ارادۂ الٰہی متجدد ہوتا رہتا ہے' اس اعتبار سے تمام اشیاء کا وجود منشاء ترتب آثار ایک ہی ذات یعنی وحدہٗ لاشریک ہے۔ وحدتِ وجود کا مفہوم یہ ہے کہ اور کوئی حقیقی وجود نہیں ہے اور نہ اتحاد وجود ہے۔ البتہ کبھی ترتب آثار کی نسبت ذاتِ باری کی طرف ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے وجودِ حقیقی قدیم ہے اور کبھی اس کی نسبت اس حادث چیز کے ساتھ ہوتی ہے۔

میں نے اس مقدس حمد و ثنا کو اپنی کتاب کا خطبہ بنایا ہے اور پھر میں اصل موضوع کی تکمیل میں مصروف ہو گیا ہوں۔ اب میں ابواب کی ترتیب شروع کرتا ہوں۔

تمام تعریفیں اس بے نیاز ذات کے لیے ہیں جو ہر چیز عطا کرنے اور بخشنے والی ہے۔

شیخ عبدالعزیز مہدوی کی طرف لکھا گیا رسالہ:

یہ رسالہ میں نے بعض فقراء کے لیے لکھا' اللہ اُن پر رحم فرمائے:

لما انتهى للكعبة الحسناء
جسمي وحصل رتبة الا مناء

''جب میرا جسم مرکزِ حسن کعبے تک پہنچا اور مجھے امن وسکون کا درجہ عطا حاصل ہو گیا''۔

وسعٰى و طاف وثم عند مقامها
صلى و اثبته من العتقاء

''میں طواف وسعی بجا لایا اور مقامِ ابراہیم پر نماز پڑھی تو اُس ذات (سرورِ عالم) نے مجھے آزادی کا پروانہ عطا کر دیا''۔

من قال هذا الفعل فرض وواجب
ذاک المؤمّل خاتم الانبياء

''جس نے یہ طواف سعی فرض و واجب قرار دیا تھا یہی تو ہیں جو امیدواروں کی آخری امید خاتم الانبیاء ہیں''۔

ورأى بها الملاء الكريم وآدماً
قلبي فكان لهم من القرناء

''میرے دل نے کعبہ میں حضرت آدم اور ایک انتہائی معتبر جماعت کو دیکھا تو وہ ان کا ہم نشیں بن گیا''۔

ولآدم ولـــداً تـــقيـــاً طـــائـــعـــاً
ضـخـم الـدسيـعة اكـرم الكرمـاء

''آدم علیہ السلام کے یہ بیٹے انتہائی پرہیزگار اور تابعدار لوگ تھے (معتبر جماعت والے) یہ بے حد بخشش وعطا والے اور بڑے کریم تھے۔

والـكـل بـالبيت الـمكرم طـائف
وقـداختـفـىٰ فـى الحلة السوداء

''یہ سارے لوگ عزت والے گھر (کعبے) کے طواف میں مشغول تھے اور سیاہ چادروں میں مستور تھے''۔

يُرخٰى ذلاذل برده دہٖ ليريک فى
ذاک التبـختـر نـحوه الخيلاء

''وہ اپنی چادروں کے دامن یوں پھیلائے ہوئے تھے' جیسے اس فخر ومباہات کی وجہ سے وہ فخر سے بھرے ہوئے ہیں''۔

و ابـى على الملاء الكريم مقدم
يـمشـى بـاضـعف مشية الـزمناء

''ہمارا باپ اس معزز جماعت کے آگے آگے' کمزوری اور سستی کے ساتھ معذور لوگوں کی طرح چل رہا تھا''۔

والـعبـد بيـن يـدى ابيــه مطرق
فـعـل الاديــب وجبـرئيل از انــى

''اور میں اپنے باپ کے آگے ادب سے سر جھکائے کھڑا تھا جب کہ جبرئیل میرے سامنے موجود تھے''۔

یبدی المعالم والمناسک خدمة
لابی لیورثھا الی الابناء

''(جبرئیل) ہمارے والد کے سامنے علوم اور عبادات کی تفصیل پیش کر رہے تھے تا کہ وہ انہیں اپنی اولاد کو سکھا، سمجھا دیں''۔

فعجبت منھم کیف قال جمیعھم
بفسادِ والدنا وسفک دماءٍ

''مجھے فرشتوں کے طرزِ عمل پر حیرت ہوئی کہ کس طرح ان سب نے ہمارے باپ کی تخلیق پر فساد اور خونریزی کا طعنہ دیا تھا''۔

اذ کان یحجبھم بظلمة طینہٖ
عما حوتہ من سنا الاسماء

''جب کہ اس وقت بھی ہمارے باپ نے اپنے ساتھ موجود اسمائے الٰہیہ کے نور کو اپنی تخلیق کے گل گارے میں چھپایا ہوا تھا''۔

وبدا بنورٍ لا یعائن غیرہ
لکنھم فیہ من الشھداء

''وہ (حضرت آدم علیہ السلام) ایسے نور کے ساتھ ظاہر ہوئے جسے ان کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا تاہم فرشتوں کو اس بات کا علم تھا''۔

ان کان والدنا محلاً جامعاً
للاولیاء معاً و للاعداء

''ہمارے والد دوستوں اور دشمنوں دونوں کے لیے محل جامع ہیں''۔

ورای المویهة والنویرة جاء تا

کرهاً بغیر هویً وغیر صفاء

''وہ (باپ) آگ اور پانی دونوں کا جامع ہے' یہ دونوں بغیر خواہش اور دوستی کے جمع ہوگئی ہیں''۔

فبنفس ما قامت به اضداده'

حکموا علیه بغلظة وبذاء

''چونکہ اس کی ذات میں اضداد جمع تھیں اس کے لیے فرشتوں نے اس پر سختی اور استہزا کی پھبتی کسی''۔

واتی یقول انا المسبح والذی

ما زال یحمدکم صباح مسا

''اور بندہ (انسان) یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا کہ میں ہی تیری پا کی بیان کرنے والا ہوں اور یہی صبح وشام میرا وظیفہ ہے''۔

وانا المقدس ذات نور جلاکم

واتوا فی حق ابی بکل جفاء

''اور میں تیرے نورِ جلال کی تقدیس کرتا ہوں' جب کہ انہوں نے (فرشتوں) نے تو میرے والد کے حق میں ہر زیادتی کو روا رکھا''۔

لما را واجهة الشمالِ ولم یروا

منه یمین القبضة البیضاء

''انہوں (فرشتوں) نے اس کا ایک رُخ (بایاں) تو دیکھا جب کہ وہ اس کے اُس (دائیں)

رخ کو دیکھنے سے محروم رہ گئے جو نور کے دستِ قدرت میں تھا''۔

وراوهُ نفوسهم عبيدا خشعاً

وراؤه ربــاً طــالــب استيلاء

''انہوں نے اپنے آپ کو مطیع و مخلص بندے سمجھا' جب کہ ہمارے باپ کو غلبہ و اقتدار کا طلب گار قرار دیا''۔

لحقيقة جمعت له اسماء من

خص الحبيب بليلة الاسراء

''اس حقیقت کے لیے کہ جس بناء پر اُس ذات نے آدم علیہ السلام میں وہ تمام اسماء جمع کر لیے تھے جس نے معراج کی رات اپنے حبیب ﷺ کے لیے خاص کر دی تھی''۔

وراؤ منازعة اللعين بجنده

يرنو اليه بمقلة البغضاء

''فرشتوں نے شیطان لعین کا اپنے لاؤ لشکر سمیت ہمارے باپ کے ساتھ معارضہ دیکھا جو اُسے بغض کی تیکھی نظروں سے دیکھ رہے تھے''۔

وبذات والدنا منافق ذاته

حظ العصاة وشهوتا حواء

''چنانچہ ہمارے باپ کے ساتھ اس کی ذات کے مخالف (نفسِ امارہ) نافرمانوں کا حصہ (شیاطین) اور حوا کی خواہشات (دنیا اور خواہشات) موجود تھیں''۔

علموا بان الحرب حتماً واقعٌ

منه بغير تردّدٍ و اباءِ

''تو انہوں نے (فرشتوں) نے جان لیا کہ شیطان کے ساتھ آدم علیہ السلام کی جنگ ناگزیر ہے جو بغیر کسی تردّد اور انکار کے ہو کر رہے گی''۔

فلذاک مانقطوا بما نطقوا به

فاعذر هم فهم من الصلحاء

''انہوں نے جو کچھ کہا اسی بناء پر کہا لہذا انہیں معذور سمجھا جائے وہ اللہ کے صالح بندے ہیں'

فطروا على الخير الاعم جبلة

لا يعرفون مواقع الشحناء

''فرشتے جبلی طور پر بھلائی اور خیر پر پیدا کیے گئے ہیں وہ دشمنی اور کینے کے موقعوں کو جانتے تک نہیں''۔

ومتى رايت ابى وهم فى مجلسٍ

كان الامام وهم من الخدماء

''جب میں نے اپنے باپ اور فرشتوں کو ایک مجلس میں دیکھا تو میرے والد اُن کے پیشوا اور تمام فرشتے اُن کے خدمت گزار تھے''۔

و اعاد قولهم عليهم ربنا

عدلا فانزلهم الى الاعداء

''ہمارے رب نے عدل کرتے ہوئے اُن کی بات اُن پر لوٹائی اور جس کی وہ مخالفت کر رہے تھے اس پر انہیں نازل کیا۔

فحرابة الملاء الكريم عقوبةً

لمقالهم فى اول الاباء

''ابوالبشر پر اعتراض کی بناء پر فرشتوں کو شرفا کی جماعت سے معارضہ کرنا اُن کے لیے سزا تھی''۔

او مـا تـریٰ فـی یـوم بـدرٍ حربهم
و نبیـنـا فـی نـعـمة ورخـاء

''کیا تم نے بدر کے دن ملائکہ وشیاطین کی لڑائی نہیں دیکھی تھی جب کہ ہمارے نبی مکرم آرام اور سکون سے تھے''۔

بـعـریشـه متـملـقاً متضـرعـاً
لالٰهـه فـی نـصـرة الضعفاء

''اپنے چھپر میں انتہائی عاجزی وزاری کے ساتھ اپنے رب سے کمزور اور ناتواں جماعت کے لیے مدد کی دعا کر رہے تھے''۔

لـمـا رای هـذه الحـقـائق کلهـا
مـعـصـومةً قـلبـی مـن الاهـواء

''جب میرے پاک خواہشات نفسانی سے معصوم دل نے یہ تمام حقائق ملاحظہ کیے''۔

نـادیٰ فـاسـمـع کـل طالب حکمة
یـطـوی لهـا بشـمـلة وجنـاء

''تو اس نے (میں نے) ہر دانائی وحکمت کے طلب گار کو ندا دی جوان حقائق کو حاصل کرنے کے لیے تیز رو فربہ اونٹنی پر''۔

طـیّ الـذی یـرجـوا لـقـا مـرادهٗ
فیـجـوب کـل مـفـازةٍ بیداء

''اس شخص کی مانند سفر کرتا ہے جو اپنی مراد پانے کے لیے پُر امید ہو کر میدان و بیابان طے کر رہا ہے''۔

یــا راحلاً یـقـص المهـامة قـاصداً
نــحـوی لیـلـحـق رتبة السّـمـراء

''اے سوار' جو جنگلوں بیابانوں کو طے کرتا ہوا میری طرف رواں دواں ہے تاکہ ہم کلامی کا رتبہ حاصل کرے''۔

قـل لـلـذی تـلـقــاه من شجـرائـی
عـنــی مـقــالةً انـصـح الـنصحـاءُ

''تو اس شخص سے کہہ دے جو تجھے میرے گلستان میں ملے میرا پیغام اسے انتہائی مخلص ناصح کے پیغام کی حیثیت سے پہنچانا''۔

واعـلـم بـانـک خـاسـرٌ فـی حیرة
لـمـا جهـلـت رسـالتـی ونـدائـی

''آگاہ رہو کہ اگر تم نے میرے پیغام اور پکار پر کان نہ دھرا تو نقصان و سرگردانی کی وادیوں میں گم ہو جاؤ گے''۔

ان الـذی مـازلت اطلب شخصه
الـفیتـه بـالـربـوة الخضراء

''بلاشبہ جسے میں بہت تلاش کرتا رہا تھا اسے میں نے بلند اور سرسبز ٹیلے پر پالیا ہے''۔

البـلـدة الزهراء بلدة تونس
الـخـضرة المزدانة الغراء

''یہ چمکتا ہوا شہر تیونس ہے جو سرسبز، شاداب اور خوش منظر ہے''۔

بمحلہ الاُسنیٰ المقدس تربۃٗ

بجلولہ ذیٰ القبلۃ الذوّراء

''اس کے خوب صورت مقام پر جس کی مٹی بھی پاکیزہ ہے اور جو بابرکت اور لوگوں کے لیے بمنزلہ قبلہ ہے''۔

فی عصبۃٍ مختصۃٍ مختارۃٍ

من صفۃ النُجباء والنَّقَباء

''اس کا تعلق ایک ایسی جماعت سے ہے جو خصوصیت کی حامل اور برگزیدہ ہے جس کے افراد شریف اور سردار ہیں''۔

یمشی بھم فی نور علم ھدایۃ

من ھدیہ بالسنۃ البیضاء

''وہ ان کے ساتھ ہدایت اور علم کے نور میں چل رہا ہے یعنی وہ سنتِ مطہرہ کی ہدایت پر ہے''۔

والذکر یُتلیٰ والمعارف تنجلی

فیہ من الامساء للامساء

''اس میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے اور رات دن معارف ظاہر ہوتے رہتے ہیں''۔

بدراً لاربعۃ وعشر لا یریٰ

ابداً منور لیلۃ قمرا

''چودھویں کا چاند ہمیشہ ہر رات کو روشن نہیں کرتا''۔

وابن المرابط (۱) فیہ واحد شانہٖ
جلّت حقائقہ من الافشاء

''اس میں ابن مرابط کی شان منفرد ہے اور اس کے حقائق افشاء وظاہر کرنے کے محتاج نہیں''۔

وبنوہ قد حصوا بعرش مکانہ
فھو الامام وھم من البدلاء

''اور اس کے بیٹے اس کے مکان کی چھت کو اس طرح گھیرے ہوئے ہیں گویا وہ امام اور اس کے بیٹے ابدال ہیں''۔

وکانّہٗ وکانھم فی مجلسٍ
بدرٌ تحف بہ نجوم السماء

''ایک ہی مجلس میں گویا وہ چودھویں کا چاند ہے جسے ستاروں نے گھیر رکھا ہے''۔

واذا اتاک بحکمۃ علویۃ
فکانۃ ینبی من العنقاء

''اور جس وقت وہ کوئی بلند حکمت بیان کرتا ہے تو گویا وہ عالم عنقا کی خبریں دے رہا ہے''۔

فلزمتہ حتیٰ اذا حلّت بہ
انثیٰ لھا نجل من الغرباء

''اس نے اس کا دامن پکڑ لیا اور اسی کے پاس رہ پڑا' اس دوران وہاں ایک خاتون وارد ہوئی جس کا بیٹا مسافر تھا''۔

۱؎ ابن المرابط ابوعبداللہ بن محمد

حبرٌ من الاحبار عاشق نفسہٖ
سیر المجانة سید الظرفاء

''وہ علماء میں سے ایک عالم اپنی ذات کا عاشق خوش طبع اور ظریفوں کا سردار تھا''۔

من عصبة النظار والفقهاء
لکنَّهُ فیهم من الفضلاء

''وہ اہلِ نظر اور فقہاء کی جماعت کا فرد تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ فضلاء میں بھی وہ سب سے ممتاز حیثیت کا حامل تھا''۔

و افی عندی للتنفّل نیّةٍ
فی کل وقت من دجی وضحاء

''وہ مجھے اس حال میں ملا کہ میں نے دن رات کے تمام اوقات میں نفل کی نیت کی ہوئی تھی''۔

فترکته ورحلت عنه وعنده
منّی تغیرٌ غیرة الادباء

''چنانچہ میں اسے چھوڑ کر چل دیا اس وجہ سے میرے بارے میں اس کے اندر ادیبوں کی غیرت جوش مار رہی تھی''۔

وبدا یخاطبنی بانّک خنتنی
فی عترتی وصحابتی القدماء

''اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میرے خاندان اور قدیم دوستوں میں تو نے مجھ سے خیانت کی ہے''۔

واخذت نائبنا الذی قامت به
واری ولم تخبر به سجرائی

''اور تو نے ہمارے اس نائب کو پکڑا جس کے ساتھ ہمارا گھر آباد تھا اور تو نے ہمارے جلیسوں کو اس کی خبر بھی نہیں دی''۔

والله یعلم نیتی وطویتی
فی امر نائبة و صدق وفائی

''اور اللہ تعالیٰ میری نیت اور ارادے سے بخوبی آگاہ ہے جو نائب سے متعلق ہے' اسی طرح میری وفا کی صداقت بھی اچھی طرح جانتا ہے''۔

فانا علی عهد القدیم ملازم
فوادهٗ صافٍ من الاقذاء

''میں اپنے قدیمی وفاداری کے وعدے پر قائم ہوں' میرے دل میں اس کی محبت بھی ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک وصاف ہے''۔

و متٰی وقعتُ علیٰ مفتشِ حکمةٍ
مستورةٍ فی الفضة الحوراء

''اور جب مجھے دانائی وحکمت کا ایک متلاشی ملا جو ایسی باتوں کو سفید چاندی میں چھپے ہوئے پردوں میں بھی تلاش کر رہا تھا''۔

متحیرٌ مُتَشَوِّفٌ قلنا لهٗ
یا طالب الاسرار فی الاسراء

''جو سرگرداں اور بال کی کھال نکالنے والا تھا تو ہم نے اسے کہا اے رات کے اندھیروں میں اسرار کے متلاشی!''۔

اَسْرِعْ فَقَدْ ظَفَرتُ یَدَاکَ بجامعٍ
لحقائق الامواتِ والاحیاء

''جلدی کر ! تو ایسے شخص کو ہاتھ کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے جو زندہ ومردہ دونوں کے حقائق کا جامع ہے''۔

نظر الوجود فکان تحت نعالہٖ (۱)
من مستواہ الی قرار الماء

''اس نے آپ پر نظر کی تو اس نے دیکھا کہ اس کے قدموں سے لے کر سمندر تک اسی کی حکومت ہے''۔

مافوقہ من غایۃ یعنولھا
الّا ھو فھو مصرف الاشیاء

''اس سے بڑھ کر کوئی منزل نہیں جس کا کوئی قصد کرے، مگر وہی آخری منزل ہے کیونکہ وہ خودمختار ہے''۔

لبس الرداءِ تنزھا وازارہٗ
لما اراد تکون الاشیاء

''اس نے پاکیزگی کی ازار اور چادر پہنی ہے جب اس نے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کیا''۔

فاذا اراد تمتعاً بوجودہٖ
من غیر مانظر الی الرقباء

۱؎ یہاں حاکم وقت تیونس کے بادشاہ مراد ہیں، مراد یہ ہے کہ تیونس سے لے کر سمندر تک اسی کی حکومت ہے، اس سے اس کی حکومت کی وسعت مراد ہے۔

''پھر جب اس نے اپنی ذات سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا تو اسے اپنے رقیبوں کی طرف آنکھ اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی''۔

شالا الرداء ولم یکن متکبراً
وازار تعظیمٍ علی القرناء

''اس نے بغیر کسی تکبر کے اپنی چادر اور ازارِ تعظیم کو اپنے ساتھیوں پر بلند کیا''۔

فبدا وجودٌ لا تقیده لنا
صِفَةٌ ولا اسمٌ من الاسماء

''تو ایسا وجود ظاہر ہوا جسے نہ کوئی تعریف واضح کر سکتی ہے اور نہ کوئی نام اس کی تعبیر کر سکتا ہے''

انْ قیل من هذا ومَنْ تعنی بهٖ
قلنا المحقق آمر الاُمراء

''اگر پوچھا جائے کہ وہ کون ہے اور تیری مراد کیا ہے؟ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ وہی تو ہے جو حق پر قائم اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے''۔

شمس الحقیقة قطبها وامامها
سرّ العباد و عالم العلماء

''وہ حقیقت کا آفتاب بلکہ اس کا قطب اور امام ہے' بندوں کا بھید اور علماء میں سب سے بڑا عالم ہے''۔

عبدٌ تسوَّد وجهه مِنْ هَمِّهٖ
نور البصائر خَاتمُ الخُلفاء

''وہ بندہ ہے ہمت کی وجہ سے اس کا منہ بلند ہے' وہ نگاہوں کا نور اور بادشاہوں کا خاتم ہے''۔

سهل الخلائق طيب عذب الجنى
غوث الخلائق ارحم الرحماء

''ساری مخلوق میں نرم' پاکیزہ اور میٹھے پھل (بلند اخلاق) والا مخلوق کا فریادرس اور انتہائی رحم دل ہے''۔

جلّت صفات جلالہٖ و جمالہٖ
و بهاءُ عزّتہٖ عن النظراء

''اس کے جلال و جمال کی صفات بہت ہی بلند ہیں اور اس کے اعزاز و اکرام کی قدر و قیمت ہم عصروں سے کہیں بڑھ کر ہے''۔

يمضى المشية فى النبيين مقسماً
بين العبيد الصمّ والاَجْرَاءَ

''وہ اپنے پختہ عزم و ارادے کو اپنے بیٹوں' غلاموں اور نوعمروں میں واضح کر دیتا ہے''۔

شرى اذا نازعته فى ملكهٗ
اُرىٌ اذا ماجئت لحباء

''اگر تو اس سے اس کے ملک کے بارے میں تنازعہ کرے تو وہ سخت کڑوا ہے' اگر اس کے پاس بخشش و عطا کے لیے آئے تو وہ شہد ہے''۔

ما زال سائس اُمَّةٍ كانت بهٖ
محفوظة الانحاء والارجاء

''وہ مخلوق کے ایک بڑے حصے کا انتظام کرتا ہے' چنانچہ مخلوق اس کی وجہ سے ہر طرف اور ہر جانب سے محفوظ ہے''۔

صلبٌ ولکن لینٌ لعفاتہٖ
کالماءیجری من صفاء صماء

''ہر چند وہ سخت ہے مگر سائلوں کے لیے نرم ہے جیسے پانی جو سخت پتھروں سے جاری ہوتا ہے''۔

یُغنی ویفقر من یشاء فامرہٗ
محی الولاۃ ومھلک الاعداءً

''وہ جسے چاہتا ہے دولت مند بنا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تنگ دست کر دیتا ہے' اس کا ایک حکم دوستوں کو نوازنے والا اور دشمنوں کو ہلاک کرنے والا ہے''۔

لا انسی اذ قال الامام مقالۃً
عنھا تقاصر افصح الخطباء

''میں اس کا وہ خطبہ نہیں بھول سکتا کہ ویسے خطبے سے بڑے سے بڑا فصیح بھی قاصر رہا''۔

کنا بنا ورِداءُ وصلی جامع
لذواتنا فانا بحیث ردائی

''ہم اکٹھے تھے اور ہمارے اوپر وصل کی چادر تنی ہوئی تھی' پس گویا ہم اپنی ایک چادر کی طرح تھے''۔

فانظر الی السِّر المکتم درۃً
مجلوۃً فی اللجۃ العمیاء

''تو اس رازِ حقیقت پر نظر کر جو موتی کی مانند گہرے پانیوں کے اندھیرے میں چمک رہا ہے''۔

حتیٰ یحار الخلق فی تکییفھا
عیناً کحیرۃٍ عودتہ الابداء

''یہاں تک کہ لوگ ذات کے کیفیت میں آنے پراس طرح حیرت زدہ ہیں جیسے شروع میں چلنے والے کے اسی جگہ واپسی پر حیرت ہوتی ہے''۔

عجباً لها لم تخفها اصدافها
الشمس تنفی حندس الظلماء

''حیرت ہے کہ اس کے موتی کو سیپ بھی نہیں چھو سکتے حالانکہ رات کی سیاہی سورج کو بھی چھپا دیتی ہے''۔

فاذا اتیٰ ما بسِّر عبد هکذا
قیل اکتبوا عبدی من الاُمناء

''چنانچہ جب بندہ (میں) راز کو اسی صورت لے آیا تو کہا گیا میرے بندے کا نام امانت داروں میں لکھ لو''۔

ان کان یبدی السر مستوراً فما
تدری بہٖ ارضی فکیف سمائی

''جس وقت وہ (ابن مرابط) مخفی راز کو ظاہر کرتا ہے تو اسے میری زمین بھی نہیں جانتی' آسمان کے جاننے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا''۔

لما اتیتُ ببعض وصف جلالہٖ
اذ کان عیً واقفاً بحذائی

''جب میں نے اس کے جلال کے کچھ اوصاف بیان کیے' حالانکہ اس کے اوصاف کے بیان سے عاجزی بھی میرے ساتھ موجود تھی''۔

قالوا لَقَد الحقتہٗ بآلھتنا
فی الذات والاوصاف والاسماء

''تو لوگ کہنے لگے کہ تو نے اسے ذات' صفات اور اسماء میں ہمارے معبود کے ساتھ ملا دیا''۔

فبای معنی تعرف الحق الذی
سواک خلقاً فی دُجیٰ الاحشاء

''تو کس اعتبار سے اس حق کو پہچانتا ہے جس نے پیٹ کی تاریکیوں میں تیری تخلیق کو سنوارا''۔

قلنا صدقْتَ وھلْ عرفت محققاً
من موجد(۱) الکون الا عم سوائی

''ہم نے جواب دیا تم نے سچ کہا لیکن کیا عمومی وجود کا کوئی موجد تمہیں میرے سوا نظر آیا ہے''۔

فاذا مدحتُ فانما اثنی علی
نفسی فنفسی عین ذاتِ ثنائی (۲)

''چنانچہ جب میں تعریف کرتا ہوں تو اپنی ہی ذات کی تعریف کرتا ہوں میری ذات عین میری تعریف ہے''۔

واذا اردتُ تعرفا بوجودہٖ
قسمتُ ماعندی علی العزماء (۳)

''اور جب میں نے اس کے وجود کے ساتھ اپنی معرفت چاہی تو جو کچھ میرے پاس تھا میں نے اسے حق داروں میں تقسیم کر دیا''۔

۱؎ یہاں موجد سے مراد اس دنیا کے حقائق و معارف کو ظاہر کرنے والا ہے۔

۲؎ فنا فی اللہ کی کیفیت میں انسان سے جو تعریف صادر ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے۔ اس لیے کہ فانی فاللہ اپنی خواہشات سے خالی ہوتا ہے' گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔

۳؎ اس شعر کی تشریح شیخ اکبر نے فصوص الحکم میں یوں بیان فرمائی ہے: (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۵ پر)

جل الالٰہ ان یبدو لنا
فرداً و عینی ظاهر و بقائی

''اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ وہ فرد کی صورتمیں ہمارے لیے ظاہر ہو جب کہ ہماری ذات بھی ظاہر اور باقی ہو''۔

لو کان ذاک لکان فرداً طالباً
متحسِّساً متجسِّساً لثنائی

''اگر ایسے ہوتا تو البتہ وہ ضرور فرد ہو کر دوسرے کے لیے تلاش اور جستجو کرتا''۔

و عدمت من عینی فکان وجودہٗ
فظهورہٗ وقف علی اخفائی

''میں اپنی نگاہ سے معدوم ہو گیا اور اس کا وجود باقی رہا' پس اس کا ظہور میرے خفا پر موقوف ہے''۔

هذا محال فلیصح وجودہٗ
فی غیبتی عن عینهٖ و فنائی (۱)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴) فاعطیناہ ما یبدو بہ فیناو اعطانا فصار الامرا مقسوماً بایاہ و ایانا
یعنی اس کے وجود سے جو کچھ ہمارے اندر ظہور ہوا تھا اور ہمیں ملا تھا ہم نے فنافی اللہ ہو کر وہ سب لوٹا دیا' پھر امر وجود ہمارے اور اس کے مابین تقسیم ہوا ہے' ہم نے اعیان ثابتہ کے ساتھ اسے دیا اور اس نے اپنا کمال اور وجود ہمیں بخشا۔

۱ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ فرد ہو کر ہم پر ظاہر ہو اور میں یا میرا وجود بھی ظاہر و باقی ہو۔ یہ تمام اشعار اسی کی وضاحت ہے کہ ہمارا وجود بمقابلہ تجلیات الٰہیہ ایسے ہے جیسا کہ آفتاب کے سامنے بادل' لہٰذا جب ہمارا وجود جو بادل کی مانند ہے چھپ جائے گا تو تجلیات الٰہیہ کا ظہور ہو گا۔

''یہ تو محال ہے کہ اس کا وجود درست ہو' میرے اس کے عین سے غائب اور فنا ہونے کے وقت''۔

فمتیٰ ظهرت اليكم اخفيته
اخفا عين الشمس فی الانواء

''جب میں تمہارے لیے ظاہر ہوا تو میں نے اس طرح چھپا دیا جس طرح سورج کو بادل چھپا دیتے ہیں''۔

فالناظرون يرون نصب عيونهم
سحباً تصرفها يد الاهواء

''چنانچہ دیکھنے والے آنکھیں اٹھا اٹھا کر بادلوں کو دیکھتے ہیں جنہیں ہوا کے جھونکے اِدھر اُدھر پھرا رہے ہوتے ہیں''۔

والشمس خلف الغيم تبدی نورها
للسحب والابصار فی الظلماء

''اور سورج بادلوں کی اوٹ میں ابر کے لیے اپنا نور ظاہر کر رہا ہے جب کہ نگاہیں بدستور اندھیروں میں ہوتی ہیں''۔

فتقول قد بخلت علی وانها
مشغولة بتحلل الا جزاء

''بظاہر تو کہے گا کہ وہ مجھ پر بخل کر رہا ہے حالانکہ وہ تو برابر اجزاء کی تحلیل میں مصروف ہے''۔

لتجود بالمطر العزيز علی الثریٰ
من غير ما نصب ولا اعياء

''تاکہ وہ زمین پر جل تھل کردے جس میں نہ کوئی مشقت ہو اور نہ عاجزی''۔

وکذاک عند شروقها فی نورها

تمحو طوالع نجم کل سماء

''اسی طرح آفتاب طلوع ہوتے ہی اپنے نور سے ہر فلک کے تمام ستاروں کو مٹا دیتا ہے''۔

فاذا مضت بعد الغروب بساعة

ظهرت لعينک انجم الجوزاء

''پھر غروبِ آفتاب کے بعد بمشکل ایک گھڑی گزرتی ہے تو تیری آنکھ کے سامنے برجِ جوزا کے ستارے بھی چمکنے لگے ہیں''۔

هذا لمنتها وذاک لحبها

فی ذاتها وتقول حسن رُءاء

''یہ اس کے احسان کی وجہ سے اور وہ اس کی ذاتی حب کی وجہ سے ہے' تم کہو گے کیا ہی اچھا منظر ہے''۔

فخفاؤہٗ من اجلنا وظهوره

من اجلہٖ والرمز فی الافیاء

''اس کا مستور ہونا ہمارے لیے اور اس کا ظہور اسی کے لیے ہے' اور سائیوں میں رموز و اشارات ہیں''۔

کخفائنا من اجله و ظهورنا

من اجلنا فسناه عین ضیائی

''جیسے ہمارا خفا اُس کے لیے اور ہمارا ظہور ہماری خاطر ہے پس اس کی روشنی عین ہماری

چمک ہے''۔

ثم التفت بالعکس رمزاً ثانیاً

جلت عوارفه عن الا حصاء

''پھر میں اس کے برعکس دوسری رمز کی طرف متوجہ ہوا میں نے دیکھا کہ اس کے معارف حد وشمار سے زیادہ ہیں''۔

فكاننا سيئان في اعياننا

كصفا الزجاجة في صفا الصهبا

''پس گویا ہم دونوں، پنی اپنی ذات میں برابر ہین جیسے شیشے کی صفائی شراب کی صفائی میں''۔

فالعلم يشهد مخلصين تالّفاً

والعين تعطى واحدً للرائى

''سو علم مخلصین کو یکجا کرنے کی شہادت دیتا ہے اور آنکھ دیکھنے والے کو''واحد'' دکھاتی ہے''۔

فالروح ملتذٌ بمبدع ذاته

و بذاته من جانب الاكفأ

''اور روح اپنی ذات کے پیدا کرنے والے کے ساتھ لذت اٹھاتی ہے اور خود اپنی ذات سے بھی دوسرے ہم جنسوں سے لذت حاصل کرتی ہے''۔

والحسّ ملتذ بروية ربّه

فان عن الاحساس بالنعماء

''اور حسّیں بھی اپنے رب کی رویت سے لذت حاصل کرتی ہیں اور نعمتوں کے احساس سے فانی ہیں''۔

فـالله اکبـر والـکبیـر ردائـی
والـنـور بـدری والـضیاء ذکائی

''اللہ سب سے بڑا ہے اور اس کی بڑائی میری چادر ہے نور میرا چودھویں کا چاند اور روشنی میرا سورج ہے''۔

فالشرق غربی والمغارب مشرقی
والبُعـد قـربـی والـدنّو تنـائـی

''مشرق میرا مغرب اور مغرب میرا مشرق ہے دوری میرا قرب اور قرب میرا بُعد ہے''۔

والـنـار غیبـی والـجـنـان شهادتی
وحـقـائـق الـخـلـق الـجدید امائی

''آگ میری غیبت اور جنت میرا حضور ہے اور خلق جدید کے حقائق میری لونڈیاں ہیں''۔

فـاذا اردت تـنـزهـاً فـی روضتـی
ابـصـرت کـل الـخـلـق فی مرائی

''جب میں اپنے باغ میں سیر وتفریح کا ارادہ کرتا ہوں تو تمام مخلوق کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں''۔

واذا انـصـرفتا انا الامـام ولیـس لی
احـد اخـلـفـه یـکـون ورائـی

''اور جب میں واپس ہوتا ہوں تو میں ہی امام ہوتا ہوں کوئی شخص ایسا نہیں جسے اپنے پیچھے جانشین چھوڑ دوں''۔

فـالـحـمـد لله الـذی انـا جـامعٌ
لـحـقـائـق الـمنشـی والانشـاء

''پس تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں کہ میں تمام تخلیق اور تخلیق کی ہوئی چیزوں کے لیے جامع ہوں''۔

هـذا قـريـضـي مـنبـيٌ لعجائب

ضاقت مسـالـكهـا على الفصحاء

''میرے یہ اشعار عجائبات کو ظاہر کرتے ہیں' ان عجائبات کے راستے فصحاء پر تنگ ہیں''۔

فـاشـكـر معي عبدالعزيز (۱) الٰهنا

ولـنشـكـرن ايضاً الى العذراء

''پس اے عبدالعزیز میرے ساتھ اپنے رب کا شکر کر' ہمیں چاہیے کہ شکر کے ساتھ اپنی کوتاہی کی معذرت بھی کریں''۔

شـرعـاً فـان الله قـال اشكرلنا

ولو الديک وانـت عيـن قـضائی

''شریعت کا یہی حکم ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم ہمارا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو اور تم خود میری تقدیر ہو''۔

حمد الحمد

اللہ تعالیٰ کی حمد' حمد الحمد کے ساتھ جو صرف اسی کے ساتھ خاص ہے' اس کے ماسوا کے لیے نہیں اور درودِ کامل اُس ذات والا صفات پر جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے مستوی (عرش) کی سیر کرائی۔

اے میرے صاحبِ علم و دانش اور پیارے دوست ! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب کوئی دانشور اپنے ساتھی سے بچھڑ جاتا ہے اور گردشِ زمانہ ان دونوں کے مابین حائل ہو جاتی ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس نے اپنے دوست سے علیحدگی اور جدائی کے لمحات میں جو باتیں کمائی اور حاصل کی ہیں اور جو جو دانائی و حکمت کے اشارات اس نے اپنے توشہ دان میں جمع کیے ہیں' ان سے اپنے ساتھی اور دوست کو آگاہ کرے تاکہ اس کی عدم موجودگی میں جو لطائف و معارف اللہ تعالیٰ نے اس کے دوست کو عطا کیے ہیں اور جو حکمتیں اسے ودیعت کی گئی ہیں' اپنے دوست سے حاصل کر کے اور انہیں دیکھ کر وہ خوش ہو' اس طرح گویا یہ دونوں جدا ہی نہیں ہوئے اس کے لیے وہ تمام چیزیں اس نے اپنے دوست سے حاصل کر لی ہیں۔

اگر دوست (اللہ اسے باقی رکھے) نے محبت کی صفائی تکدر کے بعد

حاصل کی ہے جو کسی واقعے کی بنا پر پیش آ گئی تھی اور کسی ضرورت کی وجہ سے رخصت ہوتے وقت بدمزگی بھی پیدا ہو گئی تھی تو دوست نے کسی قسم کی تنقید اور اعتراض سے آنکھیں بند کر لی ہیں اور اس نے اپنے دوست کے حق میں بدستور حسنِ اعتقاد برقرار رکھا ہے اس لیے کہ تم سے رنجیدہ خاطر اور مغموم وہی ہوتا ہے جو تمہاری نسبت سوال کرتا ہے۔

پس دوست کو اللہ تعالیٰ عمر دراز عطا فرمائے' اسے مبارک ہو کہ دل سلامت ہے اور اس کی محبت قائم و دائم ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے پہلو میں محبت کے ڈیرے ہیں' دوست کو اللہ سلامت رکھے اُس نے جان لیا ہے کہ اس سے میری محبت اخلاص اور سچائی پر مبنی تھی' اس میں کسی عارضی یا نفسانی سوچ کا شائبہ بھی نہیں تھا اور یہ بات بغیر کسی ضرورت اور سبب کے بہت پہلے مجھ سے ثابت ہو چکی ہے یہ نہ تو کسی حاجت کے لیے ہے اور نہ کسی کمزوری کی خاطر اس کا واسطہ نہ کسی فائدے کے حصول سے ہے اور نہ کسی خوف و خطر سے۔

اس سے پہلے دوست کی طرف میرے سفر میں جو ۵۹۰ھ میں ہوا تھا' میری طرف اکثر اس کی بے رُخی اور عدم التفات کی کیفیت رہی بلکہ میرے مقاصد و نظریات پر عمل کرنے سے ایک طرح کی نفرت اور دوری کا احساس اس پر غالب رہا۔ یہ نفرت اور دوری اس کمی کوتاہی کے سبب تھی جو اسے میرے نظریات و معمولات میں نظر آئی۔ اس پر میں نے اسے معذور قرار دیا' اس لیے کہ اسے یہ وہم میرے ظاہری حال اور بیرونی مشاہدے سے پیدا ہوا تھا۔ میں نے اس پر اور اس کے بیٹوں پر اپنی اصلی کیفیت اور حال کو اس چیز سے مخفی رکھا جو

میں اپنی بدحالی اور حس کی تیزی کی بدولت ان پر ظاہر کر چکا تھا۔

اور بعض اوقات کبھی کبھار تنبیہ کے طور پر بعض باتیں ان پر ظاہر بھی کر دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے کہ ان میں سے کوئی مجھے ناپاکی کی نظر سے دیکھے' ایک دفعہ جب کہ میرے یہ دوست مجلس کے صدر نشین تھے' میں نے ان کے گوشِ سماعت کو جھنجھوڑتے ہوئے یہ اشعار پڑھے' انہیں میں نے کتاب الاسرار میں لکھ دیا ہے' وہ اشعار یہ ہیں:

انا القرآن (۱) والسبع المثانی
وروح الروح لا روح الاوانی

''میں ہی قرآن اور (سات مکرر آیات) سبع مثانی ہوں' میں روحوں کی روح ہوں نہ کہ جسموں کی روح''۔

---

۱ کائنات عالم کبیر مفصل اور انسان اس کا نمونہ عالم صغیر مجمل ہے۔ چنانچہ عالم کبیر میں جو کچھ مفصل ہے وہی عالمِ صغیر میں مجمل ہے۔ عالمِ کبیر ایک اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو مفصل ہے اور عالمِ صغیر جو کہ انسان ہے یہ اس مفصل کتاب کا اجمال ہے جس کو ام الکتاب کہنا چاہیے۔ اس اعتبار سے شیخ کا انا القرآن والسبع المثانی کہنا درست ہے اس لیے کہ قرآن کتابِ مفصل اور سبع مثانی سورۃ فاتحہ کتابِ مجمل ہے۔ شیخ کی مراد یہ ہرگز نہیں کہ میں وہ قرآن ہوں جو آنحضور ﷺ پر نازل ہوا' انسانِ کامل یعنی عالمِ صغیر' عالمِ کبیر کے لیے بمنزلہ روح ہے۔ اسی لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ میں روح الارواح ہوں' انسان عالمِ کبیر کا مختصر نسخہ ہے وہ باعتبار اپنی عقل و روح کے کتابِ عقلی ہے جو ام الکتاب کا مسمیٰ ہے' وہ باعتبار اپنے قلب کے لوح محفوظ کی کتاب ہے اور انسان کامل ہی صحیفہ مکرمہ ہے اور یہی وہ کتاب ہے جس سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اس کے اسرار و معانی حجابات سے پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

فلا تنظر بطرفک نحو جسمی
وعد عن التنعم بالمغانی

''تو خالی آنکھ سے میرے جسم کو نہ دیکھ اور نازک اندا موں کے ساتھ عیش و عشرت سے گریز کر''۔

وغُص فی بحر ذاتِ الذات تبصر
عجائب ما تبدّت للعیان

''اور ذات الذات (ذاتِ حقیقی) کے سمندر میں غوطہ لگاؤ اور وہ عجائبات مشاہدہ کرو جو دیکھنے کے لیے ظاہر نہیں ہوئے''۔

واسراراً ترأت مبهماتٌ
مستترة بارواح المعانی

''اوران اسرار کا مشاہدہ کرو جو مبہم طور پر ظاہر ہوتے ہیں اور جو معانی کی روحوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں''۔

مجھے قسم ہے خدائے ذوالجلال کی! جب میں نے اس قطعے سے یہ شعر پڑھا تو مجھے یوں لگا جیسے میں کسی مردے کو شعر سنا رہا ہوں اور اس کے سنانے کی وجہ وہ حکمت تھی جسے پورا کرنا میں ضروری سمجھتا تھا۔ یہ جاننے کے باوجود کہ ان کے دل میں میری عزت نہیں ہے، یہ اشعار ان کو سنانا محض دلِ یعقوب (۱) کی ایک

---

(۱) اس سے مراد قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے ولما دخلوا من حیث امرهم ابوهم ما كان يغنى فهم من الله شئٍ الاحاجة فی نفس یعقوب قضها (یوسف ۶۸) اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے انہیں داخل ہونے کا حکم دیا تھا وہ اللہ سے انہیں کچھ نہ بچا سکتا تھا لیکن وہ یعقوب کے دل کی ایک خواہش تھی جو انہوں نے پوری کر لی۔

خواہش تھی جس کو اس نے پورا کیا اور اس معزز جماعت میں سوائے ابوعبداللہ بن المرابط کے، میرا کسی نے احساس نہیں کیا جو اس وقت ان کا پیش رو اور ترجمان تھا۔ اگر چہ اس نے بھی میرا قدرے احساس کیا اور زیادہ تر وہ میرے بارے میں شکوک وشبہات ہی میں رہا۔

البتہ معمر شیخ جرّاح مرحوم کی بارگاہ عالیہ میں مجھے اپنے بارے میں ان کی نیک نیتی سے آگاہی حاصل ہوگئی۔ چنانچہ ولی (دوست حقیقی) سے جدائی کے بعد میں ہمیشہ انہیں یاد کرتا رہا۔ میں ان کے احوال و مقامات کے بارے میں رطب اللسان، ان کی تعریف وتوصیف کا معترف اور ان کے آداب و احوال کا عاشق رہا ہوں۔

بعض موقعوں پر میں نے ان کے احوال ومناقب کا اپنی کتابوں میں ذکر کیا تو ابلاغ کے ذرائع نے اسے آگے بڑھایا اور یوں دور دور تک ان کی شہرت پھیل گئی۔ ولی کو اس پر آگاہی حاصل ہوئی اور جو کچھ اس کے پاس تھا اس نے اس پر بھی غور کیا تو مزید سبب کے تقاضے کے بغیر اس نے اپنے بارے میں میری محبت پر پختہ یقین کیا۔ یہ عمل کسی فوری یا مقررہ سبب کا نتیجہ نہیں تھا جو بعض اوقات پیدا ہوتا اور پھر ختم ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد دوست (ولی) اللہ تعالیٰ اسے اپنا بنائے رکھے کے ساتھ اس کے بلند و بالا محل میں ملاقات ہوئی۔ چنانچہ یہ صحبت چند روز کم نو ماہ تک قائم رہی۔ یہ صحبت و ملاقات خوشی و مسرت اور روح وجسم کی بے انتہا راحت وسکون پر مبنی تھی، ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے کے لیے اپنی جان قربان اور فدا کی ہوئی تھی۔

اسی طرح اس کا بھی ایک رفیق تھا اور میرا بھی ایک رفیق' وہ دونوں مخلص اور سچے تھے۔اس کا رفیق ایک شیخ' دانا' صاحبِ حکمت اور منظّم شخصیت کا مالک ہے' جسے ابوعبداللہ المرابط کے نام سے دنیا جانتی ہے۔ وہ ایک مردِ خوددار' پسندیدہ اخلاق اور پاکیزہ اعمال کا مالک اور خوش اطوار شخص ہے۔اس کی رات ذکر وفکر اور تلاوت میں گزرتی ہے اور وقت کا بیشتر حصہ ظاہر و مخفی طور پر ذکرِ الٰہی میں گزاراتا ہے اور معاملات کے میدان کا مردِ مجاہد ہے' صاحبِ احوال و واردات لوگوں کی باتوں کو خوب سمجھنے والا ہے' اپنے بارے میں منصف اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے کی اہلیت سے بہرہ ور ہے۔

رہا میرا رفیق' وہ تو نورِ محض اور روشنی خالص ہے۔ وہ حبشی نژاد ابوعبداللہ بدر ہے۔ یہ ایسا بدر ہے جسے کبھی گرہن نہیں لگتا۔ اہلِ حق کے حق کا واقف اور اسے ادا کرنے والا ہے۔ وہ حق کو حق داروں پر موقوف رکھتا ہے' اسے دوسروں کی طرف نہیں بڑھاتا' اس نے درجۂ امتیاز حاصل کرلیا ہے۔ وہ کٹھالی سے نکل کر خالص سونا بنا ہے' اس کی بات حق اور اس کا وعدہ سچا ہے۔

گویا ہم چار ارکان ہی وہ بنیاد تھے جس پر پورے جہان اور عالمِ انسان کی عمارت قائم ہے۔ انہی حالات میں بعض وجوہات کی بناء پر ہم چاروں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ یہ وجوہات اچانک پیدا ہوگئیں۔ میں نے حج اور عمرہ کی نیت کرلی' ارادہ تھا کہ بہت جلدی اس کی مجلسِ عالی میں واپس آ جاؤں گا۔

جب میں اُمّ القریٰ (مکہ معظّمہ) پہنچا تو اپنے باپ حضرت خلیل (ابراہیم علیہ السلام) کی زیارت سے مشرف ہوا جس نے مہمانی کی سنت جاری کی۔

اس کے بعد صخرہ اور اقصیٰ میں نمازیں پڑھیں، پھر بنی آدم علیہ السلام کے پیشوا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی جو احاطہ وشمار کے سر دفتر ہیں۔ جونہی میں ان سعادتوں سے فارغ ہوا اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں خیال پیدا کیا کہ میں نے اپنے دوست (ولی) (اللہ اسے قائم و دائم رکھے) کی عدم موجودگی میں جو علوم و معارف حاصل کیے ہیں وہ ان کے پاس ہدیۃً بھجواؤں۔ اس طرح اپنے طویل سفر کے دوران میں نے علم کے جو جواہرات جمع کیے ہیں، انہیں پہنچاؤں۔ چنانچہ میں نے ان کے لیے یہ نایاب موتی اکٹھے کر کے انہیں کتاب کی شکل دی ہے۔ بلا شبہ اسے اللہ تعالیٰ نے جہالت کی بیماری کے لیے تعویذ بنایا ہے البتہ ہر پاک دل، بلند مرتبہ صوفی اور اپنے محبوب دوست، صاحبِ بصیرت اور پیارے بیٹے عبداللہ بدر الحبشی الیمنی کے لیے تحفہ ہے جو ابوالغنائم بن ابی الفتوح کے آزاد کردہ ہیں۔ میں نے اس کتاب کا نام ''الفتوحاتِ المکیہ فی معرفۃ الاسرار المالکیہ والملکیۃ'' رکھا ہے۔

اس کتاب میں جو چیزیں میں نے بیان کی ہیں ان میں سے بیشتر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر طوافِ کعبہ یا حرمِ معلّٰی میں مراقبہ کے دوران کھولی ہیں۔ میں نے انہیں معتبر ابواب میں منقسم کر دیا ہے اور میں نے ان میں انتہائی لطیف معانی بھر دیے ہیں۔ انسان جب تک مشکلات کے انجام کو نہ دیکھ لے اس پر ابتدا کی تکلیف بہت بھاری ہوتی ہے، بالخصوص جب تک وہ اس کے شیریں پھل کو نہ چکھ لے یا اسے اپنی آخری منزل نہ قرار دے لے، چنانچہ جب غیبی درِ نظر کا احاطہ کر لیتا ہے اور صاحبِ فراست کی بصیرت کی نگاہیں بار بار اٹھتی ہیں تو وہ ہر دفعہ لعل

وموتی نکالتی ہیں' اس وقت دروازہ غیب اس کے لیے روحانی حکمتوں اور ربانی واردات کے کواڑ کھول دیتا ہے یوں وہ اپنی ہمت' استعداد' ذہن کی بلندی اور علم کے وسیع سمندروں میں غوطہ زن ہونے کی صلاحیت کے مطابق فائدہ اٹھالیتا ہے۔

لما لزمت قرع باب الله
كنت المراقب لم اكن باللاهى

''جب میں اللہ تعالیٰ کے دروازے کو کھٹکھٹانے میں مصروف ہوگیا تو میری نظر اس پر تھی میں غفلت میں نہیں تھا''۔

حتىٰ بدت للعين سبحة وجهه
و الى هلم لم تكن الا هى

''یہاں تک کہ آنکھ کے سامنے اس کے رُخ کی تجلی ظاہر ہوئی اور کہا گیا اِدھر آ' پھر سوائے اس کے کچھ بھی نہ تھا''۔

فاحطت علما بالوجود فما لنا
فى قلبنا علم بغير الله

''پھر میں نے علم کے وجود کا احاطہ کرلیا تو ہمارے دل میں سوائے علمِ الٰہی کے کچھ اور نہ تھا''۔

لو يسلك الخلق الغريب محجتى
لم يسالوك عن الحقائق ما هى

''اگر یہ رہ نورد مخلوق میرے راستے پر چلتی تو وہ تجھ سے کبھی حقائق کی نسبت یہ نہ پوچھتی کہ یہ کیا ہیں''۔

اب ہم کتاب کے ابواب کے مطابق اصل موضوع سے پہلے ابواب کی

فہرست کا ایک باب قائم کرتے ہیں' پھر اس کے ساتھ ایک مقدمہ لائیں گے جو علوم الٰہیہ کے اسرار پر مشتمل ہوگا۔ انشاءاللہ العزیز ابواب کی فہرست کے مطابق موضوع پر کلام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حق پر چلاتا ہے اور اس کی طرف رہنمائی عطا کرتا ہے۔

الحمدللہ پہلا جز مکمل ہوا' دوسرا جز اس کے ساتھ متصل ہے۔

صلی اللہ علیٰ محمد و علیٰ آله الطاهرین۔

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مُقَدِّمَہ

کبھی کبھار میرے دل میں خیال آتا تھا کہ میں اِس کتاب کا آغاز اُن عقائد کے ذکر سے کروں جو ایسے دلائل و براہین سے ثابت ہیں جو قطعی اور ثابت شدہ ہیں، مگر پھر میں نے محسوس کیا کہ اُن لوگوں کے لیے پریشانی اور بوجھ کا باعث ہوگا جو اسرارِ وجود کی مہک کے متلاشی اور اس کی حقیقت تک پہنچنے کے خواہش مند ہیں۔

جس وقت سالکِ راہ خلوت اور ذکرِ الٰہی میں محو ہو جاتا ہے اور وقتی طور پر فکر سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے بلکہ وہ ایسا فقیر بن بیٹھتا ہے جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا، اُس وقت اللہ تعالیٰ اپنے درِ رحمت سے اسے اپنا علم اور وہ اسرارِ الٰہیہ اور معارفِ ربانیہ ودیعت کرتا ہے جن کی حضرت خضر کے واقعے میں یہ کہہ کر اس نے تعریف کی ہے:

عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَيۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ۞

''تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے

اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی سکھایا‘‘۔ [الکھف : ۶۵]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ ط۔

’’اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے‘‘۔ [البقرہ : ۲۸۲]

ایک اور مقام پر فرمایا:

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

’’اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں حق کو باطل سے جدا کرنے والی چیز دے گا‘‘۔ [الانفال : ۲۹]

پھر فرمایا:

وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ

’’اور کردے گا تمارے لیے ایسا نور جس بں تم چلو گے‘‘۔ [الحدید : ۲۸]

حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا آپ اس درجے پر کیسے پہنچے؟ انہوں نے فرمایا ’’میں نے تقویٰ کے درجے کے ماتحت تیس سال گزارے ہیں‘‘۔

ابو یزید بسطامیؒ کا کہنا ہے کہ تم نے مردہ علم مردے سے سیکھا ہے جب کہ ہم نے اس ذات سے علم حاصل کیا ہے جو ہمیشہ رہنے والی اور موت سے بے نیاز ہے۔ پس علم اسرارِ وجود صاحبِ ہمت لوگوں کو اللہ کے ساتھ قرب اور خلوت میں حاصل ہوتا ہے بلاشبہ اس کی عطا بلند تر اور اس کے احسانات عظیم ہیں۔ چنانچہ ان احسانات کے سبب سالک پر وہ عالی مرتبہ علوم ظاہر ہوتے ہیں جو ایسے وسیع النظر متکلم اور صاحبِ دلیل و برہان سے مخفی رہتے ہیں رہتے ہیں جسے یہ

منزل حاصل نہیں ہوتی اس کی وجہ سے یہ ہے کہ یہ علوم عقل کی دسترس سے باہر ہیں۔

مراتب علوم:

علم کے تین مراتب یا درجات ہیں۔ پہلا مرتبہ علم عقلی ہے یہ علم تجربہ ضرورت یا دلائل میں غور وفکر کے بعد حاصل ہوتا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اس دلیل پر عبور اور اچھی طرح اس سے شناسائی ہو۔ نیز فکر صحیح کی روشنی میں وہ اپنی جنس کے مطابق اور علم کے متعلقہ فن کے دائرے سے باہر نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فکر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فکر کبھی صحیح اور کبھی غلط ہوتے ہیں۔

علم الاحوال:

علم کا دوسرا مرتبہ علم الاحوال ہے۔ اس علم تک رسائی کا ذریعہ صرف ذوق ہے۔ چنانچہ کوئی دانشور صحیح طور پر نہ اس کی تعریف کرسکتا ہے اور نہ اس کی شناخت پر کوئی واضح دلیل یا نشان قائم کرسکتا ہے۔ مثلاً شہد کا مٹھاس اور ایلوے کی ترشی اس طرح ہم آغوشی کی لذت یا عشق، وجد اور شوق، اور اس قسم کی دوسری باتوں کا علم سوائے ذوق یا اپنے ساتھ یہ کیفیات گزرنے کے بغیر محال اور ناممکن ہے۔ علم کی یہ وہ صورتیں ہیں جب تک انسان کا ان کے ساتھ سابقہ پیش نہ آئے یا ان کا ذائقہ نہ چکھ لے یا پھر اہلِ ذوق کے ساتھ شامل ہوکر ان کیفیات وعلوم سے مشابہت پیدا نہ کرلے ان کا علم محال ہے۔

ان علوم سے بے خبر شخص کی مثال ایسے ہے جیسے کسی کے ذائقہ پر صفرا کی تُرشی اور کڑواہٹ کا اثر ہو اور اسے شہد کی مٹھاس بھی کڑوی محسوس ہو، اب ایسا آدمی شہد کی مٹھاس کو کیونکر سمجھ سکتا ہے۔

علوم الاسرار:

علم کا تیسرا مرتبہ علوم اسرار ہیں۔ یہ علم عقل کی دسترس سے باہر ہے۔ یہ وہ علوم ہیں جنہیں فرشتہ دل میں القا کرتا ہے۔ یہ علم انبیاء اور اولیاء سے خاص ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم عقل سے دریافت ہوسکتی ہے مثلاً اِن علوم میں سے پہلی قسم مگر علم اسرار غور وفکر سے حاصل نہیں ہوتا البتہ اسے یہ درجہ علوم کی اقسام کے اعتبار سے ملا ہے۔ دوسری قسم پھر دو صورتوں میں منقسم ہے ان میں سے ایک قسم علم دوم کے ساتھ شامل ہے البتہ یہ بہت اعلیٰ اور بلند درجہ ہے۔ دوسری قسم اخبار کی قبیل سے ہے اس میں صدق و کذب دونوں کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جس بات کی اطلاع یا خبر دی جارہی ہے اس کے بارے میں سننے والے کے ہاں خبر دینے والے کی سچائی اور عصمت ثابت ہو چکی ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کر کے انبیائے کرام علیہم السلام کا خبر پہنچانا جیسے جنت اور اس میں موجود چیزوں کی خبر دینا۔

پس صاحبِ علوم الاسرار (سرورِ عالم ﷺ) کا فرمان کہ اگلے جہان میں بہشت ہے' یہ علم خبر ہے اور قیامت کے بارے میں آپ کا یہ فرمانا کہ اس میں ایک ایسا حوض ہے جو شہد سے زیادہ شیریں ہے اس کا تعلق علمِ حال سے ہے اور یہ بات ذوق سے (وجدان) سے تعلق رکھتی ہے۔

اس طرح آنحضور ﷺ کا یہ فرمان کہ **کان اللہ ولاشئ معہ** ''یعنی اللہ تعالیٰ اکیلا تھا اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی'' اور اس طرح کی دوسری باتیں علوم عقلی سے تعلق رکھتی ہیں جو دلیل سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔

تیسری قسم جو علم الاسرار ہے' اس علم کا جاننے والا تمام علوم پر حاوی اور ان کا ماہر ہوتا ہے۔ جب کہ دوسرے علوم کا جاننے والا ایسے نہیں ہوتا۔ پس تمام معلومات پر حاوی اور جامع علم نیز اس سے بڑھ کر اعلیٰ اور افضل اور کوئی علم نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ علم اسرار کی خبر دینے والا سامعین کے نزدیک صادق اور معصوم ہو یہ شرط عام لوگوں کے لیے ہے۔ البتہ عقل مند' دانا اور اپنے اوپر قابو رکھنے والا شخص اس علم کے خبر دینے والے کو کسی قسم کا الزام نہیں دیتا۔ البتہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرے نزدیک ممکن ہے یہ بات سچی ہو یا غلط' اسی طرح ہر صاحبِ دانش آدمی کا فرض ہے کہ جب کوئی غیر معصوم شخص ان علوم کے اسرار کے بارے میں کچھ بیان کرے تو وہ یہی کہے اور بس۔ اگرچہ اصل میں جس بات کی وہ خبر دیتا ہے سچا ہی ہو' مگر جس طرح سننے والے پر اس شخص کی تصدیق لازم نہیں ہے اسی طرح اس کی تکذیب بھی ضروری نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کے بارے میں خاموش رہے' اگر اس کی تصدیق کر دے تو یہ بات بھی اس کے لیے نقصان دہ نہ ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسی بات کی خبر دے رہا ہے جو عقل کی رو سے محال نہیں ہے بلکہ عقل اسے جائز سمجھتی ہے یا متوقف رہتی ہے' سننے والا اس کی بات یک دم جھٹلا کر شریعت اسلامی کے ایک اہم رُکن کو منہدم نہ کرے اور نہ ہی اسلام کے ایک اہم قانون وقاعدے کو باطل ٹھہرائے۔

پس جب کوئی شخص ایسی بات بیان کرے جو خلافِ عقل نہ ہو اور شارع علیہ السلام نے بھی اس کے بارے میں کچھ نہ فرمایا ہو تو ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم اسے یکسر مسترد کر دیں۔ البتہ ہمیں اس کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا

اختیار ہے اگر ان علوم کی خبر دینے والا اپنی زندگی میں عدالت اور صداقت ایسے اوصاف سے متصف ہے تو اس کی بات قبول کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ ہم دوسرے امور مثلاً اپنی جان و مال تک کے معاملات میں اس کی گواہی قبول کر کے فیصلے کرنے میں پس و پیش نہیں کرتے اور اگر وہ شخص ہمارے علم اور فہم کے مطابق عدالت وصداقت کے مطلوبہ درجے پر فائز نہیں ہے تو پھر ہم دیکھیں گے کہ وہ جو خبر دے رہا ہے اگر وہ ہمارے خیال میں صحیح وجوہات و حالات کی روشنی میں درست معلوم ہوتی ہے تو ہم اسے قبول کرلیں گے ورنہ اسے باب جواز میں رہنے دیں گے اور اس کے قائل کے بارے میں خاموشی اختیار کریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک تحریری شہادت ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن ہم سے باز پُرس ہوگی۔ ارشادِ خداوندی ہے :

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُونَ ۞

''اب اُن کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے جواب طلبی ہوگی''۔

[الزخرف : ۱۹]

میں علم اسرار کو جھٹلانے اور اُس کی تکذیب کرنے والے کی خیر خواہی اور بھلائی کے معاملے میں اپنے آپ کو زیادہ حق دار اور مناسب سمجھتا ہوں (کہ وہ ایسے لوگوں کی تکذیب نہ کریں)۔ اگر علوم اسرار سے پردہ اٹھانے والا وہی بات بیان کر رہا ہے جو معصوم نبی نے بیان کی ہے' تو اس نے ہمارے سامنے وہ بات دہرائی ہے جو بذریعہ روایت نبیؐ سے ہمارے پاس پہنچ چکی ہے اس صورت میں اس نے اپنی خبر سے ہمیں کوئی مزید فائدہ نہیں پہنچایا۔

البتہ اربابِ حقیقت رحمہم اللہ اسرارِ الٰہیہ اور شریعت اسلامیہ کی ایسی ایسی حکمتیں اور راز پیش کرتے ہیں جو کسب اور فکر کی دسترس سے بلند ہوتے ہیں اور جو مشاہدہ والہام (۱) اور ایسے دوسرے طریقوں کے بغیر ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ یہ بات سرورِ عالم ﷺ کی اس حدیث سے واضح ہوتی ہے۔

اَنْ یَّکُنْ فِیْ اُمَّتِیْ مُحَدَّثُوْنَ فَمِنْهُمْ عُمَرُ

''میری اُمت میں سے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی (الہام) کا شرف حاصل کریں گے'' ان میں سے ایک عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں''۔

اسی طرح آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ ''وہ میرے رازوں کے امین ہیں''۔

اگر علوم اسرارِ الٰہیہ کے وجود سے انکار نہ کیا جاتا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کیا معنیٰ ہے۔ آپ نے فرمایا:

حفظت من رسول الله وعاءين فاما احدهما فبثثته واما الأخر فلو بثثته قطع منى هذاالبلعوم ط

''میں نے سرورِ عالم ﷺ سے علم کے دو موضوع حاصل کیے ہیں ایک تو میں نے بیان کر دیا ہے دوسرے کے بارے میں اگر زبان کھولوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے گا''۔

مجھ سے یہ حدیث فقیہ ابوعبید اللہ محمد بن عبداللہ الحجری نے اپنے گھر ''سبتہ''

[illegible]

ہیں ماہِ رمضان ۵۸۹ھ میں بیان کی۔ اسی طرح یہی حدیث مجھے ابوالولید احمد بن محمد بن العربی نے ۵۹۲ھ میں اپنے گھر ''اشبیلیہ'' میں بیان کی۔ حدیث کے آخر میں سب نے لفظ حدثنا کہا مگر ابوالولید بن العربی نے حدثنا کی بجائے کہا: میں نے یہ حدیث ابوالحسن شریح بن محمد الشریح الرعینی سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا مجھ سے یہ حدیث ابوعبداللہ' اور ابوعبداللہ محمد بن احمد بن منظور القیسی نے بیان کی اور انہوں نے یہ حدیث ابی ذر سے سُنی' انہوں نے ابومحمد عبداللہ بن حمویہ السرخسی' الحموی اور ابواسحاق مُستَملی اور ابوالہیثم اور وہ محمد بن مکی بن محمد الکشمیھنی ہیں' انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے اور وہ محمد بن یوسف ابن مطر اَلفِرَبْرِی ہیں' انہوں نے کہا ہمیں اس حدیث کی خبر دی ''ابوعبداللہ البخاری'' نے۔ اس کے علاوہ یہی حدیث مجھ سے بیان کی ابومحمد یونس بن یحیٰی بن ابوالحسین بن ابوالبرکات ہاشمی عباسی نے حرمِ مّعلٰی مکہ معظّمہ میں رُکنِ یمانی کے سامنے جمادی الاولیٰ ۵۹۹ھ میں۔ انہوں نے اسے روایت کیا ابوالوقت عبدالاول بن عیسیٰ السجزی الہروی سے' انہوں نے روایت کیا ابوالحسن عبدالرحمٰن بن المظفر الداؤدی سے' انہوں نے اسے روایت کیا ابومحمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ السرخسی سے' انہوں نے روایت کیا ابوعبداللہ اَلفِرَبْرِی سے' انہوں نے اسے روایت کیا ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری سے۔

امام بخاریؒ نے اپنی ''الجامع الصحیح'' میں کہا ہے کہ مجھ سے یہ حدیث اسماعیل نے بیان کی۔ ان کا کہنا ہے کہ مجھ سے میرے بھائی نے بیان کی' ان کا کہنا ہے کہ مجھ سے ابن ابی ذئب نے بیان کی انہیں سعید اَلمَقبُریؒ نے بیان

کی، انہیں صحابیٔ رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی۔

امام بخاریؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اپنی صحیح میں ''کتاب العلم'' کے تحت لائے ہیں۔ ''البلعوم'' کی شرح میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد خوراک والی نالی ہے۔

اسی طرح اگر علوم لدنیہ اور علومِ اسرار و معارف سے انکار کی نوبت نہ آتی تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ ۞

''اللہ ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمینوں سے بھی ان کے برابر، ان کے درمیان قضائے الٰہی کا حکم جاری ہوتا ہے'' [الطلاق : ۱۲]

کے بارے میں یہ نہ فرماتے کہ ''اگر میں اس آیت کی تفسیر بیان کروں تو تم مجھے سنگسار کر دو گے''۔

ایک روایت میں ہے کہ ''تم مجھے کافر قرار دو گے''۔

یہ حدیث مجھے ابو عبداللہ محمد بن عیشون نے روایت کی، انہوں نے اسے ابوبکر القاضی بن محمد عبداللہ بن العربی المعافری سے روایت کیا، انہوں نے یہ حدیث ابو حامد محمد بن محمد الطّوسی الغزالی سے روایت کی۔

اگر علومِ حقیقت اور اسرارِ الٰہیہ کی کوئی حقیقت نہ ہوتی اور ان کا انکار واقع نہ ہوتا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پوتے کے اس کلام کے کوئی معنیٰ نہ ہوتے اور یہ بے کار رہتا۔ آپ نے فرمایا ہے:

یا رب جوھر علم ابوح بہ
لقیل لی انت ممن یعبد الوثنا
ولاستحل رجال المسلمون دمی
یرون اقبح ما یاتونہ حسنا

''اے میرے پروردگار! اگر میں علم کے اصلی جوہر کو ظاہر کر دوں تو لوگ مجھے بت پرست کہنا شروع کر دیں گے' مسلمان میرا خون حلال کر دیں گے اور اس بدترین کام کو وہ بہتر اور اچھا سمجھیں گے''۔

پس ایسے تمام حضرات مسلمانوں کے پیشوا ہیں' اُن کے سردار اور منتخب لوگ ہیں' میرا نظریہ بھی ان کے بارے میں یہی ہے۔ عام طور پر یہ علم پھیلا بھی انہی کے ذریعے سے ہے۔ یہی لوگ اس علم کے عالم اور اس کی قدر و منزلت سے صحیح معنیٰ میں آگاہ ہیں جب کہ بہت سے لوگ اس علم سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے اس کے منکر ہیں۔

صاحبِ علم اور صاحبِ عقل و خرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ علمِ الٰہیات و اسرار کے منکرین پر اُن کے انکار کی بنا پر مواخذہ نہ کرے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعے میں اس قسم کی وسعت اور گنجائش موجود ہے اور یہ واقعہ دونوں گروہوں کے لیے دلیل اور حجت ہے۔ ہر چند کہ موسیٰ علیہ السلام کا سوال نہ پوچھنے کی شرط کے باوجود انکار نسیان کی وجہ سے تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی عدالت بیان فرمائی اس واقعے سے ہم منکرین پر حجت قائم کرتے ہیں مگر اُن سے جھگڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہم وہی

بات کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے صالح بندے (حضرت خضر علیہ السلام) نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمائی تھی کہ:

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ج ۝

''یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے''۔ [الکھف : ۷۷]

علمِ نبویؐ اور علمِ نظری:

اے علومِ الٰہیات و اسرار کے نبوی موروثی علم کے شائق و طالب! تجھے یہ بات غلط فہمی اور حجاب میں نہ ڈالے کہ جس وقت تو صوفیائے کرام کے ایسے مسئلے سے آگاہی حاصل کرے جو کسی فلسفی، متکلم یا عقلیات پر انحصار کرنے والے دانشور نے بیان کیا ہو تو فوراً اس کے قائل پر جو محقق صوفی ہے' الزام دینے لگے کہ یہ تو فلسفی ہے اس لیے کہ بعینہٖ یہ مسئلہ فلاں فلسفی نے بیان کیا ہے اور وہ اس کا قائل اور معتقد ہوا ہے۔ لہٰذا صوفی نے یہ مسئلہ اسی فلسفی سے لیا ہے' یا یہ کہنے لگو کہ اس صوفی کا کوئی دین نہیں ہے' اس لیے کہ یہ مسئلہ تو فلاں فلسفی نے بیان کیا ہے اور وہ بے دین ہے۔

میرے بھائی خیال کرنا ایسی باتوں میں نہ پڑنا یہ بات وہ شخص کر سکتا ہے جسے اس بارے میں کچھ حاصل نہیں ہے' فلاسفہ کا سارا علم باطل نہیں ہے عین امکان ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں وہ حق پر ہو' بالخصوص اگر آنحضور ﷺ سے بھی یہ ثابت ہو اور آپؐ نے اس کے بارے میں مثبت ارشاد فرمائے ہوں' یا وہ مسئلہ اُن اہم اسلامی مسائل میں سے ہو جنہیں حکمائے اسلام نے اسلامی حکمتوں کی وضاحت' خواہشاتِ نفسانی' نفس کی مکاریوں اور باطن کی برائیوں سے

پاک وصاف رہنے کے لیے وضع کیے ہوں۔

سو اگر ہم اصل حقائق نہیں جانتے تو ہمارا فرض ہے کہ اس خاص مسئلے کے بارے میں فلسفی کی بات قبول کرلیں کہ وہ بات سچی ہے۔

اگر آنحضور ﷺ سے براہِ است اس بارے میں کوئی چیز مروی نہیں ہے تو کسی صحابیؓ یا امام امام مالکؒ ' امام شافعیؒ یا سفیان ثوریؒ سے کوئی چیز ثابت ہے تو بھی وہ مسئلہ درست اور حق ہے۔

بعض اوقات انسان کہہ دیتا ہے کہ صوفی نے یہ مسئلہ فلاں فلسفی سے سنا یا اس نے ان کی کتابوں سے پڑھا۔ یہ نظریہ یا بات جھوٹ اور جہالت میں لے جاتی ہے جھوٹ تو اس طرح کہ یہ کہنا کہ صوفی نے یہ مسئلہ فلاں فلسفی سے لیا یا اہلِ فلسفہ کی کتابوں سے لیا' ایک ایسی بات ہے جو بلا دلیل ہے کسی نے اس کا مشاہدہ نہیں کیا اور یہ جہالت اس وجہ سے ہے کہ صرف فلسفی کا نام آنے یا صرف گمان رکھنے سے اسے ردّ کردینے کی وجہ سے حق و باطل میں تمیز ختم ہو جائے گی۔

رہی یہ بات کہ فلسفی کا کوئی دین نہیں ہے تو اس کے بے دین ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے پاس جتنا علم ہے وہ بھی سارے کا سارا باطل ہے' یہ ایسی بات ہے جو ہر عقل مند آدمی ذرا سی توجہ سے معلوم کرسکتا ہے۔

میرے بھائی ! صوفیا پر اس قم کے بے بنیاد اعتراض کی وجہ سے تم علم' سچائی اور دین کے راستے سے ہٹ کر جاہلوں' جھوٹوں' بہتان تراشوں' دین اور عقل کے معاملات میں کوتاہ بینوں' بداندیشوں اور انحراف کرنے والوں سے جا کر اپنا رشتہ جوڑو گے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی ایسا مسئلہ خواب (رویاء) کی صورت میں تمہارے سامنے پیش کر کے اس کی تعبیر چاہے تو تم تعبیر و تاویل کر کے اس مطالب و معانی کی تشریح کرتے ہو۔

اسی طرح صوفی جو کچھ تمہارے سامنے پیش کرتا ہے اسے قبول کر لو اور اپنے دل کو تعصب، ہٹ دھرمی اور عناد سے خالی کرو تا کہ تمہارے سامنے اس مسئلے کے مطالب و معانی اچھی طرح واضح ہو جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کل کلاں قیامت کے دن تمہیں یہ کہنا پڑ جائے:

یٰوَیۡلَنَا قَدۡ کُنَّا فِیۡ غَفۡلَۃٍ مِّنۡ ھٰذَا بَلۡ کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ ۞

''ہائے ہماری کم بختی بے شک ہم اس سے غفلت میں رہے بلکہ ہم ظالم تھے''۔ [الانبیاء : ۹۷]

ہر وہ علم جو موزوں الفاظ اور سلیس عبارت میں قابلِ فہم ہو، سننے والے کو سمجھنے میں آسانی ہو، مقبول اور مرغوب ہو وہ علم عقلی نظری ہے اس لیے کہ وہ اِدراک کے ماتحت ہے اور جو علم قائل کے ساتھ مستقل ہو چاہے وہ نظری ہی ہو اور علم اسرار نہ ہو وہ جس وقت عبارت کی شکل اختیار کرتا ہے تو فہم پر اس کی حقیقت اور دریافت دشوار ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایسی علمی حقیقت جس میں تحقیق و جستجو ہوتی ہے اسے برتنے کے لیے کوتاہ فہم اور متعصب مزاج لوگوں کو زیادہ حصہ عطا نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ وہ اس علم کو نظر انداز کر دیتے ہیں اس لیے اس علم کو جاننے والے عقل وفہم کے قریب لانے کے لیے اکثر مثالوں اور اشعار کا سہارا لیتے ہیں۔

علمِ احوال، علمِ اسرار اور علمِ عقلی کے مابین ہوتا ہے۔ علم احوال کو ماننے

والے عموماً اہلِ تجربہ اور صاحبِ حال ہی ہوتے ہیں۔

علمِ احوال، علمِ عقلی نظری کے مقابلے میں علمِ اسرار سے قریب تر ہے لیکن وہ علمِ عقلی ضروری کی صنف سے قریب ہوتا ہے بلکہ علمِ احوال ہی علمِ اسرار ہے۔

چونکہ علم الاحوال تک عقل اس شخص کی خبروں کے بغیر نہیں پہنچ سکتی جو اسے جانتا ہے یا جس نے نبی یا ولی سے اسے سیکھا ہے' اس لیے یہ علم، علمِ عقلی ضروری سے متمیز ہے۔ لیکن جو اسے جانتا ہے اس کے لیے یہ علم ضروری ہے۔

میرے بھائی! تمہیں جان لینا چاہیے کہ جب علم اسرار والٰہیات تمہیں پسند آئے اور تم اس کو قبول کر لو تو تمہارے لیے خوشخبری ہے کہ یہ علم ضرور تم پر اپنے دروازے کھول دے گا' اس علم کی حقیقت تک پہنچنے کا راستہ اس پر ایمان لانے کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سینہ اس وقت مطمئن ہوتا ہے جب انسان اس معاملے کی قطعی صحت کا قائل ہو جاتا ہے' اس جگہ عقل کا گزر نہیں ہے چونکہ یہ عقل کی دسترس ہی سے باہر ہے۔ ہاں اگر کوئی معصوم اس کی خبر دے دے تو اس وقت صاحبِ عقل آدمی مطمئن ہو جاتا ہے اور غیر معصوم کے کلام سے سوائے صاحبِ ذوق شخص کے اور کوئی فائدہ اور لذت نہیں اٹھا سکتا۔

سیرِ حق میں اہلِ حق کا طریق:

اگر تم کہو! کہ ''میرے لیے اس طریق کی وضاحت کیجیے جس کے بارے میں آپ کا دعویٰ ہے کہ وہ طریق بہت اچھا اور عمدہ ہے اور اس پر گامزن ہو کر سالک اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے اور اس راستے میں جو جو حقائق و مقامات منکشف ہوتے ہیں وہ مختصر الفاظ اور عام فہم عبارت میں بیان کریں تاکہ جس

مقام پر آپ پہنچے ہیں اس راستہ پر چل کر میں بھی اس منزل تک رسائی حاصل کر سکوں' میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آپ سے یہ علم تجربہ اور امتحان کے لیے نہیں حاصل کر رہا بلکہ میں اسے پورے اخلاص سے حاصل کرنا چاہتا ہوں مجھے آپ کے بارے میں انتہائی حسنِ ظن ہے کیونکہ آپ نے مجھے علم کی ایک ایسی قسم سے آگاہی بخشی ہے جو آپ کو عطا کیا گیا ہے اور عقل بھی اس کے امکان اور جواز کو جائز ٹھہراتی ہے یا وہ کوئی معین حکم لگانے کی بجائے توقف اختیار کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے آپ کی امیدوں کو برلائے اور وہ آپ کے لیے نفع مند ثابت ہوں۔

تو جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو راستہ جاتا ہے اور جس پر نجات کے طلب گار خاص مومنین چلتے آئے ہیں وہ عام لوگ نہیں جنہوں نے آپ آپ کو ان باتوں میں مشغول و مصروف کر رکھا ہے جو سرے سے ان کی تخلیق کا مقصد ہی نہیں ہے' یہ راستہ چار صورتوں پر مشتمل ہے وہ چار صورتیں یہ ہیں:
بواعث' دواع' اخلاق' حقائق (۱)

جو چیزیں مسلمانوں کو ان چاروں چیزوں یعنی بواعث' دواع' اخلاص' اور حقائق کی طرف بلاتی ہیں وہ تین ہیں جو یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ کے حقوق' اپنے نفس کے حقوق' مخلوق کے حقوق'

۱؎ بواعث باعث کی جمع ہے اس کے معنی اٹھانے والا اور کسی چیز کی وجہ بننے والے کے ہیں۔ یہاں امورِ باعثہ مراد ہیں۔ دواع جمع ہے داعی کی اس کے معنی بلانے والے کے ہیں' اس جگہ وہ اسباب مراد ہیں جو کسی ضرورت اور حاجت کے داعی ہوں۔ اخلاق جمع ہے خلق کی اس کے لفظی معنیٰ عادات و خصائل کے ہیں۔ حقائق جمع ہے حقیقت کی۔

اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت و بندگی کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، مخلوق کا حق یہ ہے کہ شریعت کے قائم کردہ حدود (سزاؤں) کے علاوہ انہیں کوئی تکلیف نہ دی جائے اور امکانی حد تک ان کے ساتھ بھلائی اور خیر کے ساتھ پیش آیا جائے، نیز جس بات سے شریعت نے منع نہ کیا ہو اس میں اُن کے ساتھ ایثار، مہربانی، بخشش اور عطا سے پیش آئیں، اس لیے کہ ضرورت اور غرض پوری کرنے کے سلسلے میں زبانِ شریعت کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی پیمانہ نہیں ہے۔

نفس کا حق یہ ہے کہ انسان صرف انہی راستوں پر چلے جن میں اس کی سعادت اور نجات مضمر ہے۔ اگر انسان کا نفس سرکشی کرتا ہے تو وہ جہالت اور بدطبعی کے باعث ایسا کر رہا ہے۔ سرکش نفس کو اخلاقِ فاضلہ اختیار کرنے پر دو چیزیں آمادہ کرتی ہیں اور وہ ہیں دین اور مروّت، پس جہالت دین کی ضد ہے اس لیے کہ دین بھی علوم میں سے ایک علم ہے اور بدطبعی مروّت کی ضد ہے۔

اب ہم دوبارہ متذکرہ چار شعبوں کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دواعی یعنی محرکات پانچ ہیں: پہلا کسی وجہ اور سبب سے اوّل اوّل دل میں جو وسوسہ اور اندیشہ پیدا ہوتا ہے ایسے خیال کو ''نفر الخاطر'' کہتے ہیں گویا دلی خیالات کے مراتب و مدارج میں ''نفر الخاطر''(۱) کے بعد ارادہ، پھر عزم، پھر

۱۔ نفر کے معنی نکلنے اور بھاگنے کے آتے ہیں، دل میں فوری طور پر جو خیال آ کر مٹ جائے اسے نفر الخاطر یعنی دل سے بھاگنے والا کہتے ہیں۔ مصری نسخے میں یہ ''نقر الخاطر'' (ق) کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی کھینچ تان کر بنانا پڑتا ہے بیروت والے نسخے میں ''نفر الخاطر'' ہے ہم نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ (سید محمد فاروق القادری)

ہمت' اور پھر نیت کا نمبر آتا ہے۔اب ان دواعی یعنی محرکات کی باعث تین چیزیں ہیں: رغبت' خوف' تعظیم۔

رغبتیں (خواہشیں) دوقسم پر ہیں: ایک رغبت قرب میں ہوتی ہے اور دوسری دیکھنے یعنی دیدار میں' اس کی وضاحت یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ ایک رغبت اس چیز میں ہے جو اس کے پاس ہے مثلاً جنت اور ایک رغبتِ دیدارِ الٰہی میں ہے۔

خوف کی دوقسمیں ہیں: ایک خوف عذابِ الٰہی سے اور دوسرا اس کے دیدار کے حجاب سے' اسی طرح اس کی عظمت' اس سے علیحدگی اور اس سے وصال کا خوف۔

اخلاق کی کئی صورتیں ہیں: خلقِ متعدی' خلقِ غیر متعدی اور خلقِ مشترک۔

خلقِ متعدی دو اقسام پر ہے۔خلقِ متعدی کی ایک صورت دوسروں کو نفع پہنچانے کی شکل میں ہے۔مثلاً بخشش' اور جوان مردی' خلق متعدی کی دوسری قسم نقصان اور ضرر کو دفع کرنے کی صورت میں ہے۔مثلاً معاف کرنا' درگزر کرنا' اور بدلہ وانتقام کی طاقت کے باوجود لوگوں کی طرف سے دُکھ اور تکلیفیں برداشت کرنا۔

خلقِ غیر متعدی یہ ہے کہ انسان پرہیز گاری اور زُہد وتوکل اختیار کرے

خلقِ مشترک یہ ہے کہ لوگوں کی اذیت اور دکھ برداشت کر کے اُن سے خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آئے۔

حقائق کے چار مراتب ہیں: پہلے وہ حقائق ہیں جو ذاتِ مقدسہ سے متعلق ہیں' دوسرے حقائق وہ ہیں جو صفاتِ منزہ کے بارے میں ہیں اور وہ

نسبتیں ہیں، تیسرے حقائق وہ ہیں جن کا تعلق افعال سے ہے اور وہ لفظ ''کُنْ'' اور اس کی مثل ہیں اور چوتھے وہ حقائق ہیں جو مفعولات سے متعلق ہیں اور یہ کون ومکاں اور اس میں رہنے والے ہیں۔ اور ان حقائق کونیہ کے تین مرتبے ہیں:

علویہ: یہ معقولات ہیں، سفلیہ یہ محسوسات ہیں اور برزخیہ یہ مخیلات (خیال میں آنے والے) ہیں۔

حقائقِ ذاتیہ وہ مشہد ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمہیں کسی تشبیہ اور کیفیت کے بغیر قائم کرے یہ ایسی منزل ہے جہاں نہ عبارت کی گنجائش ہے اور نہ اس کے بارے میں اشارہ کیا جاسکتا ہے۔

حقائقِ صفاتیہ وہ منزل ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمہیں قائم کرے اور اس سے تمہیں اللہ تعالیٰ کے عالم، قادر، صاحبِ ارادہ زندہ وغیرہ، مختلف، ایک دوسرے کے ہم مثل، اور ایک دوسرے کے مقابل صفات الٰہیہ کی معرفت اور شناخت نصیب ہو جائے۔

حقائقِ کونیہ: حقائقِ کونیہ وہ مقام ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمہیں قائم کرے اور تمہیں ارواح بسیط اور مرکب اشیاء، اجسام، اور اتصال وانفصال کی معرفت حاصل ہو جائے۔

حقائقِ فعلیہ وہ مشہد ہے جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں فائز کرے تو تم اللہ تعالیٰ کے کلمہ ''کُنْ'' کی معرفت حاصل کرلو گے۔ نیز اس بات پر آگاہی نصیب ہوگی کہ ایک خاص وجہ سے قدرتِ الٰہی مقدور کے ساتھ کس طرح معلق ہوتی ہے۔ یہاں نہ تو بندے کے کسی فعل کی کوئی حیثیت ہے اور نہ اس کی طرف سے پیش

آنے والی قدرت کا کوئی اثر ہوتا ہے۔

اب تک جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اسے احوال و مقامات کا نام دیا جاتا ہے۔

مقام سے مراد ایسی صفت ہے جس میں ثابت قدمی اور استقامت ہے اس کا منتقل ہونا صحیح نہیں ہے جیسے توبہ۔

حال وہ صفت ہے جس میں کبھی انسان ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا جیسے سکر، محو، غیبت، رضا یا کوئی ایسی صفت جس کا ہونا کسی شرط سے مشروط ہو اور شرط کے نہ ہونے سے وہ از خود مفقود ہو جائے مثلاً مصیبت پر صبر اور نعمت پر شکر۔

یہ امور دو قسم پر ہیں ایک قسم ایسی ہے جس میں انسان کے ظاہر و باطن دونوں میں کمال موجود ہے مثلاً پرہیزگاری اور توبہ، ایک قسم وہ ہے جس میں کمال انسان کے باطن میں ہے یہاں اگر اس کا ظاہر بھی باطن کی طرح ہے تو اور بہتر ہے اس کی مثال زُہد اور توکل ہے۔

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوئی ایسا مقام نہیں آتا جس میں صرف ظاہر تو ہو مگر اس کا باطن کچھ نہ ہو۔ پھر ان مقامات میں سے بعض ایسے ہیں جن سے انسان دنیا و آخرت دونوں میں متصف ہوتا ہے جیسے مشاہدہ، جلال، جمال، انس، ہیبت اور بسط، بعض مقامات ایسے ہیں جن سے انسان اپنی موت، قیامت بلکہ جنت میں پہلا قدم رکھنے تک متصف رہتا ہے اور پھر وہ اس سے زائل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً خوف، قبض اور امید۔ بعض ایسے مقام ہیں جن کے ساتھ انسان مرنے تک موصوف رہتا ہے مثلاً زُہد، توبہ، پرہیزگاری، مجاہدہ، ریاضت اور راہِ قرب میں اچھے اخلاق سے آراستہ ہونا اور برے اخلاق سے

چھٹکارا حاصل کرنا۔ بعض ایسے مقامات ہیں جو شرط کے ختم ہونے سے زائل ہو جاتے ہیں اور شرط کے زائل ہونے سے ختم ہو جاتے ہیں مثلاً صبر' شکر' اور پرہیز گاری۔

دیکھیں اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں توفیقِ ارزانی کرے! میں نے راہِ حقیقت کے مختلف مراتب اور درجات اور اُن کے معانی اور حقائق کھول کر آپ کے سامنے بیان کر دیے ہیں۔ میں نے یہ جواہر انتہائی اختصار' جامعیت اور عام فہم انداز میں پیش کیے ہیں۔ اے سالکِ راہ! اگر تم نے یہ راستہ اختیار کر لیا تو حقیقت تک پہنچ جاؤ گے۔ اللہ سبحانہ' وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو حقیقت کی طرف رہنمائی کرے گا۔

اہلِ حق کے سات خصوصی مسائل:

اہل اللہ کے ساتھ مخصوص علم کا دار و مدار سات مسائل پر ہے جس نے انہیں جان لیا' اس پر ''علمِ حقائق'' کی کوئی شے مخفی نہیں رہتی اور وہ مسائل یہ ہیں:

- اسمائے الٰہی کی معرفت
- تجلیاتِ الٰہی کی معرفت
- زبانِ شریعت کے ذریعے اپنے بندوں سے اللہ تعالیٰ کے خطاب کی معرفت
- وجود کے کمال اور نقص کی معرفت
- حقائق کے انداز سے انسان کی معرفت
- کشفِ خیالی کی معرفت
- امراض اور ادویہ کی معرفت

یہ تمام مسائل ہم نے اس کتاب کے باب معرفت میں بیان کر دیے ہیں وہاں ملاحظہ کر لیجیے۔

علمِ کلام کے حوالے سے عقائد کی صحت پر نظر :

اب ہم ان وجوہات کا جائزہ لیتے ہیں جن کی بنا پر ہم نے طالب کے دل میں تجلی الٰہی وارد ہونے کے لیے اُسے علمِ کلام کے مطابق عقائد کی صحت کے سلسلے میں غور وفکر اور بحث وتمحیص سے منع کیا تھا۔ سو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ متشرع، راست فکر عوام کے عقائد ہمیشہ صحیح، درست اور سالم ہوتے ہیں حالانکہ انہوں نے علمِ کلام کا ایک مسئلہ بھی نہیں پڑھا ہوتا اور نہ وہ اس معاملے کی لمبی چوڑی بحثوں اور دلائل سے واقف ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ سب سچے مسلمان اور سلیم الفطرت ہوتے ہیں اور سلیم الفطرت سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ان کا علم ہے۔

عقیدے سے عوام کی مراد اپنے متشرع والد یا استاذ و مرشد کی وہ تلقین ہے جو وجودِ باری تعالیٰ کے بارے میں انہیں ان کی طرف سے کی گئی ہے اور وہ اس کے قائل ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور تنزیہہ کے بارے میں اُسی بات پر قائم ہیں جو قرآن مجید کی ظاہر نص نے اس بارے میں اُن کے لیے پیش کی ہے۔ جب تک اُن میں سے کوئی شخص تاویلات کے چکر میں نہیں پڑتا۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو پھر وہ عام مسلمانوں کے دھارے سے نکل جاتا ہے اور یوں وہ عقلیات اور تاویلات کرنے والوں میں شامل ہو جاتا ہے اب وہ اپنی تاویل کے مطابق اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا۔ اپنی اس تاویل میں یا تو وہ صحیح ہوگا اور یا غلط، اس کا

دارومدار اس بات پر ہے کہ شارع کی ظاہر نص سے اس کی توضیح کس قدر مطابقت یا عدم مطابقت رکھتی ہے۔

عام مسلمانوں کے عقائد' بحمد اللہ صحیح اور درست ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے ہم نے ذکر کیا وہ اپنے عقائدِ قرآن مجید کی ظاہری نص سے لیتے ہیں یہ ایسی صاف اور قطعی دلیل ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے اور تواتر کے اعتبار سے علمِ الٰہی تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے ہمارے نزدیک علم (الٰہی) سے مراد معلوم پر دلیل قطعی کا ہونا ہے' یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

ہمارے نزدیک یہ بات بہ طور تواتر ثابت ہے کہ قرآن مجید ایک ایسی شخصیت لے کر آئی جن کا دعویٰ تھا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور جو کچھ وہ لائے وہ ان کی سچائی پر دلیل ہے اور وہ یہی قرآن ہے' اور آج تک اس کے معارضے اور مقابلے کی طاقت کسی کو نہ ہوسکی۔ چنانچہ ہمارے نزدیک یہ بات تواتر سے صحیح ثابت ہوئی کہ آنحضور ﷺ ہماری طرف اللہ کے رسول ہیں اور آپ ہمارے لیے یہی قرآن مجید لائے ہیں جو ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اور انہوںؐ نے ہمیں بتایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے' اب یہ ساری باتیں' ہمیں تواتر سے ثابت ہوئیں۔ پس علم نے یہ ثابت کردیا کہ یہ خبر سچی اور بات ثابت شدہ ہے۔ دلائل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ سمعی (سنے ہوئے) اور عقلی' جب ہم کسی بات کا فیصلہ کریں اور اُس پر حکم جاری کریں تو وہ دلائل کے اعتبار سے ہوگا۔

جب یہ بات طے ہوگئی جیسے کہ ہم نے عرض کیا ہے تو طالبِ راہ کو

چاہیے کہ وہ اپنا عقیدہ قرآن مجید سے لے۔ یہ بات دلائل میں عقلی دلیل کی طرح ہے اس لیے کہ وہ ایسا سچ اور ایسی حقیقت ہے کہ:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۞

''اس کے پاس باطل نہیں آسکتا نہ اس کے سامنے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے بڑی حکمت والے خوب حمد کیے ہوئے رب کا''۔

[حٰم السجدہ : ۴۲]

کہ اس میں طالبِ حقیقت اصلیت کے ثابت ہونے کی وجہ سے مزید کسی عقلی دلیل کا محتاج نہیں رہتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں اسے ایسی قطعی دلیل حاصل ہوگئی ہے کہ اس کی قطعیت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے اور اس کی پختگی اس پر واضح ہے۔

یہودیوں نے سرورِ عالم ﷺ سے کہا کہ آپؐ اپنے پروردگار کی تعریف تو بیان کیجیے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ اخلاص نازل فرمائی اور ایک بھی نظری دلیل قائم نہ فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ ۞

''آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ہے''۔ [سورۃ اخلاص : ۱]

اس میں وجود ثابت کیا:

اَحَدٌ ''یکتا''۔

اس سے تعدد کی نفی کرتے ہوئے اس کے یکتا ہونے کا ثبوت پیش کیا۔

اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۞

''اللہ بے نیاز ہے''۔ [سورۃ اخلاص]

اس سے اس کی جسمانیت کی نفی کردی گئی۔

لَمْ يَلِدْ ۞ وَلَمْ يُوْلَدْ ۞

''اُس کی کوئی اولاد نہیں اور وہ کسی کی اولاد نہیں''۔ [سورۃ اخلاص : ۳]

اس سے والد اور ولد دونوں کی نفی فرمادی۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۞

''اور اس کا کوئی ہمسر نہیں''۔ [سورۃ اخلاص : ۴]

یہ کہہ کر بیوی کی نفی کردی۔ چنانچہ ایک اور جگہ فرمایا گیا:

لَو كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ج

''اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ضرور وہ دونوں تباہ ہوجاتے''۔ [سورۃ الانبیاء : ۲۲]

عقلی دلیل کا طلب گار اس آیت کے مفہوم کی صحت پر عقلی دلیل طلب کرے گا جب کہ اس کے صحیح ہونے پر خود اس آیت کے الفاظ شہادت دے رہے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود پر عقلی دلیل طلب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو عقلی دلیل ہی کی بناء پر مانتا ہے' اور اس بارے میں عقلی دلیل پیش نہ کرنے والے کی تکفیر کرتا ہے' اے کاش وہ عقلیات کے پیچھے لگنے سے پہلے اس کے بعد کی اپنی حالت پر غور کرے اور دیکھے کہ مسلمان ہے یا نہیں اور کیا وہ نماز روزے کا پابند ہے یا نہیں اور کیا اس کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ نہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور کیا اس کے نزدیک اللہ موجود ہے یا نہیں۔ اگر وہ ان تمام باتوں

پر اعتقاد رکھتا ہے تو انہی باتوں پر تو عام لوگ قائم ہیں' تو پھر جس حالت میں وہ ہیں انہیں اس پر رہنے دیا جائے اور کسی پر کفر کا فتویٰ نہ لگایا جائے اور اگر وہ ان باتوں کا قائل نہیں ہے بلکہ اس کے نزدیک انسان مسلمان اس وقت ہوتا ہے جب وہ عقلی علوم حاصل کر لے اور علم کلام کی تکمیل کرے تو ایسے مذہب سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں جو کوتاہ اندیشی اور کم علمی کی وجہ سے انسان کو ایمان سے خارج کر دے۔

علمِ کلام اور عقلیات کے علماء نے یہ علم اس لیے نہیں وضع کیا اور نہ ہی انہوں نے اس علم کی کتابیں اس غرض سے لکھی ہیں کہ وہ اس کے ذریعے سے اپنے اندر علمِ الٰہی کو ثابت کریں۔ انہوں نے ان علوم کو اس لیے مرتب کیا ہے تا کہ وہ ان لوگوں کو تنبیہ کر سکیں اور انہیں آگاہ کریں جو اللہ تعالیٰ کے منکر اس کی ساری یا بعض صفات پر معترض اور رسالت بالخصوص آنحضور ﷺ کی رسالت کے منکر ہیں اسی طرح وہ لوگ جو عالم کے حادث ہونے' مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے حشر ونشر اور ایسے تمام دوسرے عقائد کے منکر ہیں یا قرآن مجید کے منکر اس کے مکذب اور مخالف ہیں' انہیں لاجواب کرنے اور متنبہ کرنے کے لیے یہ علوم وضع ہوئے اور کتابیں لکھی گئیں۔

چنانچہ علم کلام کے علماء نے منکرین پر ٹھیک اُسی انداز میں حجت قائم کی۔ اُن سے دلائل طلب کیے جس انداز میں وہ اپنے طور پر ہمارے اعتقادی مسائل کو باطل قرار دے رہے تھے تا کہ وہ عام لوگوں کے عقاید کو متزلزل نہ کریں۔

یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی منکر یا بدعتی میدانِ مناظرہ میں نکلا فوراً ہی

کوئی اشعری یا علم کا عالم اس کے سامنے کھڑا ہو گیا' انہوں نے مقابلے میں تیر وتلوار کی بجائے دلائل و براہین کا سہارا لیا تا کہ اس طرح وہ ایسے لوگوں کو ایمان کی طرف واپس لا کر اُمّتِ محمدیہ کی لڑی میں منسلک کر دیں۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اب ایسی ہستی موجود نہیں ہے جو اپنے دعوے کی صداقت اور حقیقت کے ثبوت میں معجزہ پیش کرے۔ ظاہر ہے ایسی ہستی اللہ تعالیٰ کے رسول کی ہو سکتی ہے۔ (اور نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے) چنانچہ علمائے کلام کے نزدیک اُس شخص کے حق میں دلیل معجزہ کی قائم مقام ہے جو دلیل کا قائل اور اس کا ماننے والا ہو۔ نیز دلیل کے ذریعے اسلام کی حقانیت کے اعتراف کرنے والے کا اسلام تلوار کے ذریعے اسلام قبول کرنے والے کی بہ نسبت برتر اور کہیں افضل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تلوار کے خوف سے اسلام قبول کرنے والا منافقت سے کام لے رہا ہو جب کہ دلیل سے اسلام قبول کرنے والا ایسا نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ علمائے کلام اور علمائے الٰہیات و اسرار نے صرف اس وجہ سے ''علم جوہر و عرض'' مرتب کیا ہے۔ اس سے اور کوئی غرض وابستہ نہ تھی' ہر شہر میں ان علوم کا ایک عالم کافی ہے۔ (۱)

پس جب ایک شخص قرآن مجید پر ایمان لے آئے اور پختہ طور پر وہ یہ جان لے کہ یہ اللہ کا کلام ہے تو اس پر لازم اور ضروری ہے کہ وہ اپنا عقیدہ بغیر کسی

۱؎ یہاں مصری نسخے میں فی المصر ہے جب کہ بیروت والے نسخے میں فی المصر ہے۔ یہ صحیح ہے اور ہم نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

تاویل اور میل کے قرآن مجید سے اخذ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس بات سے منزہ اور پاک قرار دیا ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کے مشابہ ہو یا وہ کسی چیز سے مشابہ ہو۔ ارشاد ہوا ہے:

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ۞

''اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ ہر بات بہت سننے والا اور ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے''۔ [الشوریٰ : ۱۱]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۞

''پاک ہے آپ کا رب عزت والا رب ہر اس عیب سے جو وہ بیان کرتے ہیں''۔ [الصّٰفّٰت : ۱۸۰]

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار کا اثبات کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۞ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۞

''کتنے ہی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے''

[القیٰمۃ : ۲۲، ۲۳]

دوسرے مقام پر فرمایا:

كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ۞

''حق یہ ہے کہ بے شک وہ اُس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے''۔ [المطففین : ۱۵]

اِدراک کے ذریعے اس کی ذات کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔ فرمایا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۞

''نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں''۔ [الانعام : ۱۰۳]

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ اس قول سے ثابت ہے:

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞

''اور وہ جو چاہے اس پر قادر ہے''۔ [ہود : ۴]

اس کا ہر چیز کا عالم اور باخبر ہونا اس آیت سے ثابت ہے:

اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۞

''اللہ نے احاطہ فرمالیا ہر چیز کا اپنے علم سے''۔ [الطلاق : ۱۲]

کائنات میں اُسی کے ارادے سے سب کچھ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت اس آیت میں ہے:

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۞

''بے شک آپ کا رب جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے''۔ [ہود : ۱۰۷]

اللہ تعالیٰ بے مثل سننے والا ہے۔ یہ اس فرمان سے ثابت ہے:

لَقَدْ سَمِعَ

''بے شک اللہ نے ان لوگوں کی بات سنی''۔ [آل عمران : ۱۸۱]

وہ بے مثل دیکھنے والا ہے۔ یہ عقیدہ اس قول سے ثابت ہے:

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۞

''کیا اس نے نہ جانا کہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے''۔ [العلق : ۱۴]

وہ کلام فرمانے والا ہے۔ یہ اس آیت سے ثابت ہے:

وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ۞

''اور اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا''۔ [النساء : ۱٦٤]

اللہ تعالیٰ زندہ و قیوم ہے۔ یہ عقیدہ اس آیت سے ثابت ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لا اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۞

''اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں' خود زندہ سب کو قائم رکھنے والا ہے''

[آل عمران : ا]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولوں کا مبعوث ہونا برحق ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ ۞ (۱)

''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا سوائے مردوں کے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے''۔ [یوسف : ۱۰۹]

آنحضور ﷺ کی رسالت کا ثبوت اس آیت میں موجود ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۞

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں''۔ [الفتح : ۲۹]

آنحضور ﷺ کا آخری نبی ہونا اس فرمان سے ثابت ہے:

وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۞

''اور سب نبیوں کے آخر''۔ [الاحزاب : ۴۰]

تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ یہ اس آیت سے ثابت ہے:

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۞

۱؎ یہاں مصری نسخے میں آیت نوحی الیھم کی بجائے یوحی الیھم چھپ گئی جو صحیح نہیں ہے

''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے''۔ [الزمر : ٦٢]

جنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔اس کا ثبوت یہ آیت ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۞

''اور میں نے جن اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں''۔ [الذّٰریٰت : ٥٦]

حشر اجساد برحق ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۞

''ہم نے تمہیں زمین ہی سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹا دیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے''۔ [طٰہٰ : ۵۵]

خلاصہ یہ کہ حشر ونشر قضا وقدر' جنت ودوزخ قبر اور میزان' حوض اور پل صراط' حساب اور اعمال نامے وغیرہ ایسے ضروری عقائد ہیں جن کا ماننا لازمی اور ضروری ہے۔مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان تمام چیزوں کو تسلیم کرے' ان تمام کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتَابِ مِنْ شَىْءٍ ۞

''ہم نے کتاب (لوحِ محفوظ) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی''۔[الانعام :۳۸]

قرآن مجید آنحضور ﷺ کا معجزہ ہے۔اس کے مقابلے اور معارضے کی مخالفین کو کھلی دعوت دی گئی تھی مگر تمام لوگ اس کے معارضے اور مقابلے سے عاجز رہ گئے۔فرمایا گیا:

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ ۞

''فرمادیجئے پھر تم اس کی مثل کوئی سورت لے آ ؤ''۔ [یونس : ۳۸]

ساتھ ہی اس بات کا فیصلہ کر دیا گیا کہ قرآن مجید کا معارضہ کبھی نہیں کیا جا سکے گا۔ فرمایا گیا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۞ (۱)

''فرمایئے اگر آدمی اور جن سب اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کی مثل لائیں تو وہ اس کی مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں''۔ [بنی اسرائیل : ۸۸]

بلکہ جن لوگوں نے قرآن مجید کا معارضہ و مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا تھا یا کرنے کے لیے قرآن مجید نے اُن کے عاجز آ جانے اور ایسا نہ کر سکنے کی خبر دیتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کا مقابلہ کرنا ایک عظیم بلکہ ناممکن بات ہے۔ فرمایا:

اِنَّهٗ فَکَّرَ وَقَدَّرَ ۞ فَقُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ ۞ ثُمَّ قُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ ۞ ثُمَّ نَظَرَ ۞ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۞ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ ۞ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ۞

''بے شک اس نے سوچا اور دل میں کچھ مقرر کیا تو اس پر اللہ کی مار ہو کیسی بات اس نے مقرر کی پھر اللہ کی مار ہو اُس پر اُس نے کیسی بات مقرر کی پھر اس نے دیکھا پھر تیوری چڑھائی اور اپنا منہ بگاڑا پھر اس نے پیٹھ

---

(۱) مصری نسخے میں آیت غلط چھپ گئی ہے اجتمعت الانس والجن کی بجائے اجتمعت الجن والانس چھپ گیا ہے۔

پھیری اور تکبر کیا پھر کہا یہ قرآن تو وہی جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا آیا ہے''۔ [المدثر : ۱۷ تا ۲۴]

جہاں صاحبِ عقل و خیر انسان کے لیے قرآن مجید میں بہت بڑا خزانہ اور دولت ہے' وہاں شک و جہالت کے جان لیوا مرض کی بھی مکمل دوا اور شفاء موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۞

''اور قرآن میں ہم وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو رحمت اور شفاء ہے' ایمان والوں کے لیے''۔ [بنی اسرائیل : ۸۲]

اسی طرح قرآن مجید اُس شخص کے لیے اطمینانِ قلب اور شفائے روح کا ذریعہ ہے جو نجات کا خواہش مند' اور بلندیٔ مراتب کا طلب گار ہو' وہ ایسے علوم کا چھٹکارا حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کرلے جو شکوک وشبہات' تضیع اوقات اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوں' تو قرآن اس کے لیے شفا ہے۔ اس راہ پر چلنے والا پریشان خاطری سے بچ جاتا ہے یا وہ ریاضت اور نفس کی آراستگی میں مصروف رہتا ہے۔ جب کہ علم کلام کا عالم اپنا بیشتر وقت مخالفین کے ایسے الزامات اور بحثوں میں صرف کرتا ہے جن کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہوتی یا اس کا زور استدلال ان شبہات کو دفع کرنے میں گزر جاتا ہے جو ممکن ہے مخالف کے دل میں پیدا ہوں اور ممکن ہے کہ ایسے شبہات سرے سے اس کے دل میں پیدا ہی نہ ہوں یا کبھی ہوں' اگر ایسے شبہات پیدا ہوں تو اس کے لیے شمشیر شریعت فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔

آنحضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا وَحَتّٰی یُؤْمِنُوْا بِیْ وَبِمَا جِئْتَ بِهٖ ۞

''مجھے حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک جہاد کروں جب تک وہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا الله کے قائل ہو کر مجھ پر اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان نہ لائیں''۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مخالفینِ اسلام ہماری بات قبول نہ کریں اور اپنے شبہات پیش کرتے ہوئے بحث وتکرار کے لیے آمادہ ہو کر نکل آئیں تو ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم انہیں جہاد اور تلوار کا راستہ دکھائیں۔

یہ تو ظاہری مخالفین کا معاملہ ہے پس اس دشمن کے ساتھ ہمارے نمٹنے کی صورت کیا ہوگی جو ہمیں وہم اور شکوک میں مبتلا کر رہا ہے (نفس وشیطان) اور جس کے ساتھ ابتدا سے ہم ہر وقت برسرِ پیکار ہیں اور اس کا کوئی طریقہ اور اصول بھی نہیں ہے اور نہ ہی وہ ہم سے کوئی بات کرتا ہے۔ اس صورت حال میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمارے اندر واقع ہو رہا ہے جب کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کسی اور کے ساتھ جھگڑ رہے ہیں۔

ان ساری باتوں کے باوجود علمائے کلام نے انتہائی محنت اور اجتہاد سے کام لیا ہے اس سے ان کا مقصد اسلام کی سربلندی امت کی بھلائی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں نے مجاہدہ وریاضت کی بجائے مخالفین اسلام کے ساتھ دلائل کی جنگ زیادہ ضروری سمجھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے

ارادے کے مطابق فائدہ مند کرتا ہے۔

بات زیادہ لمبی ہو جائے گی ورنہ میں علوم کے مدارج و مراتب اور مختلف مقامات پر گفتگو کرتا۔ ساری فضیلت اور اہمیت کے باوجود زیادہ لوگوں کو علمِ کلام کی ضرورت نہیں ہے جس طرح ہر شہر میں ایک طبیب کافی ہوتا ہے اسی طرح ہر شہر میں علمِ کلام کا ایک عالم بھی ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ دین کی فروعات اصولوں کی طرح نہیں ہے۔ لوگوں کو زیادہ ضرورت' شریعت کے علماء کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس بارے میں شریعت میں سہولت اور کفایت موجود ہے۔

مرنے کے بعد انسان سے علومِ عقلیہ کی اصطلاحات مثلاً جوہر' عرض' جسم' جسمانیات' روح اور روحانیات کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ انہی باتوں کے بارے میں پوچھے گا کہ جو اس نے اپنے بندوں پر مقرر کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام کی بجا آوری کے سلسلے میں ہمیں شرم اور توفیق سے نوازے۔

❁

مسلمانوں کے مسلمہ عقائد

اس فصل میں اُن عقائد کا بیان ہے جو دلیل و برہان کی ضرورت کے بغیر مسلمانوں کے ہاں مسلّمات میں سے ہیں۔

میرے اسلامی بھائیو! اللہ تعالیٰ میرا اور آپ کا خاتمہ بہتر کرے جس وقت میں نے اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں وہ قول سنا جس میں انہوں نے اپنی قوم کے اُن افراد سے جو انہیں اور ان کی رسالت کو جھٹلا رہے تھے، یہ کہا:

اِنِّیۡۤ اُشۡهِدُ اللّٰهَ وَاشۡهَدُوۡۤا اَنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ ۙ

''یقیناً میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم سب گواہ ہو جاؤ کہ بے شک میں اُن سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو''۔ [ہود : ۵۴]

حضرت ہود علیہ السلام نے یہ جاننے کے باوجود کہ وہ لوگ اُن کو جھٹلاتے ہیں، اُنہیں اپنے لیے 'شرک' سے برأت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے اقرار پر گواہ بنایا وہ یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام لوگوں کو اپنے سامنے کھڑا کر کے ازلی عالم ہونے کے باوجود میری جانب سے اُن کے لیے یا اُن پر حجت تمام کرنے کے لیے اُن سے پوچھے گا، چنانچہ ہر گواہ اپنی گواہی پیش کرے گا۔

احادیث میں آیا ہے کہ مؤذّن کے لیے جہاں تک اس کی آواز جارہی ہوگی ہر خشک وتر چیز شہادت دے گی۔ اسی طرح اذان کی آواز سننے والا ہر شخص بھی گواہی پیش کرے گا' اسی لیے شیطان اذان کی آوازسن کر پیٹھ دے کر بھاگتا ہے اوراس سے گوز نکلتے ہیں ۔ یہ اس لیے کرتا ہے کہ وہ اذان کی آواز نہ سننے پائے اور یوں اسے گواہی نہ دینی پڑے اوراس گواہی کی وجہ سے وہ مؤذّن کی بھلائی اورثواب میں مدومعاون نہ بنے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان انسان کاپکا دشمن ہے۔ وہ ہماری بھلائی اورخیر پرراضی نہیں ہوسکتا۔ جب دشمن بھی اُس چیز کی گواہی دے گا جس کی گواہی خود انسان اپنے اوپر دے گا تو مناسب ہے کہ تمہارے دوست' قریبی لوگ' ہم مذہب' ہم مشرب تمہاری شہادت دیں ۔ چنانچہ بہتر یہ ہے کہ تم دنیامیں تمام چیزوں او لوگوں کوتوحید خداوندی کےاقراراور اپنے ایمان پرگواہ بنالو۔

پہلی شہادت:

میرے بھائیواور دوستو! اللہ تعالیٰ تم پرراضی ہو' اِس کتاب کا مصنف و مؤلف جوایک کمزور' مسکین اوراللہ تعالیٰ کامحتاج بندہ ہے' وہ ہرآن' ہر لمحے اپنے آپ پرتمہیں' اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' حاضرین اور سننے والوں کوگواہ ٹھہراتا ہےاوروہ زبان وقلب سے گواہی دیتا ہےاوراقرارکرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک ہےالوہیت میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

وہ بیوی اور بیٹے سے پاک ہے۔

وہ مالک ہےاس کا کوئی شریک نہیں' وہ بادشاہ ہے'اس کا کوئی وزیرنہیں۔

وہ صانع ہے اس کے ساتھ کوئی اور تدبیر والا نہیں ہے۔

وہ بذاتِ خود بغیر کسی موجد کی ضرورت کے موجود ہے' بلکہ ہر موجود (اس کے سوا) اپنے وجود میں اس کا محتاج ہے' سارا عالم اس کے ذریعے سے موجود ہے۔

وہ اکیلا اپنے وجود کے ساتھ موصوف ہے۔

اس کے وجود کی کوئی ابتدا نہیں اور اس کے بقا کی کوئی انتہا نہیں۔

وہ ایسا وجودِ مطلق ہے جو غیر مقید ہے۔

وہ اپنی ذات میں قائم ہے جوہر کی طرح متحیّز نہیں جس کے لیے مکان فرض کیا جا سکے' نہ وہ عرض ہے جس پر بقا محال ہو' نہ وہ جسم ہے جس کے لیے جہت اور طرف قائم کی جائے' وہ اطراف و جہات سے پاک ہے' اسے آنکھوں اور دلوں سے دیکھا جا سکتا ہے اگر وہ چاہے' وہ اپنے عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اس نے خود ارشاد فرمایا ہے اور اس سے جو اس کی مراد ہے جیسا کہ عرش اور دوسری تمام ماسویٰ اشیاء اُسی کے ساتھ قائم ہیں اول و آخر اسی کے لیے ہیں' نہ اس کی کوئی مثال ہے جو عقل میں آ سکے اور نہ عقلیں اس کی طرف دلالت کر سکتی ہیں' نہ اس کو زمانہ محدود کر سکتا ہے' اور نہ وہ کسی مکان میں سما سکتا ہے' بلکہ وہ تھا اور کوئی مکان نہ تھا اور جیسے وہ پہلے تھا اب بھی اسی طرح ہے۔ مکان اور اس میں رہنے والے مکین اُسی کی پیداوار ہیں اور اُسی نے زمانے کو پیدا کیا اور فرمایا کہ "میں اکیلا اور زندہ ہوں' مخلوق کی حفاظت اُس پر گراں نہیں' اس کی طرف کوئی ایسی صفت منسوب نہیں ہے جو اس کی مصنوعات میں شامل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے

پاک ہے کہ اس پر حادثات اثر انداز ہوں یا وہ حادثات میں داخل ہو یا وہ اس کے بعد ہوں' یا وہ اس سے پہلے ہوں' بلکہ کہنا چاہیے وہ موجود تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی۔ ''قبل'' اور ''بعد'' زمانہ کے صیغے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ دنیا کا تھامنے والا ہے جو نیند سے پاک ہے' وہ قہار ہے اس کی بارگاہ میں دم زدنی کی مجال نہیں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ''اس جیسی کوئی شئے نہیں''۔ اس نے عرش کو پیدا فرمایا اور اسے استواء کی حد قرار دیا' کرسی بنائی اور اس میں زمین و آسمان سما دیے' وہ سب سے اونچا ہے اس نے لوح اور قلم الاعلیٰ پیدا کیا اور قضا وقدر کے دن تک اُسے اپنی مخلوق کے لیے اپنے علم کے مطابق کتابت کا حکم دیا۔

اس نے تمام دنیا کو پہلے سے کسی مثال کے بغیر پیدا کیا' تخلیق کو پیدا کیا اور پھر اس کے ذریعے مخلوق کو پیدا فرمایا' اس نے روحوں کو جسموں میں امانت کے طور پر اتارا پھر ان جسموں کو جن میں روح اتارے گئے تھے' زمین میں اپنے خلفاء کے طور پر بھیجا اور زمینوں اور آسمانوں میں جو کچھ موجود ہے وہ تمام اُس نے ہمارے لیے مسخر کر دیا' کوئی ذرہ اس کی اجازت اور حکم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔ اس نے تمام چیزوں کو بغیر کسی ضرورت کے پیدا کیا' ایسا کوئی نہیں جس نے اللہ تعالیٰ پر مخلوق کا پیدا کرنا ضروری قرار دیا ہو البتہ اس کے علم نے سبقت کی کہ وہ مخلوق کو پیدا کرے۔ وہی اول' وہی آخر' وہی ظاہر (ہر ایک پر اپنی مثالوں سے ظاہر) ہے' وہی باطن (ہر ایک سے اپنی حقیقت میں باطن) ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞

''اور وہ جو چاہے اس پر قادر ہے''۔ [ہود : ۴]

اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۞

''اللہ نے احاطہ فرمالیا ہے ہر چیز کا اپنے علم سے''۔ [الطلاق : ۱۲]

اَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۞

''ہر چیز کی گنتی کو اس نے پورا کیا ہے''۔ [الجن : ۲۸]

یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ۞

''بے شک وہ آہستہ اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ بات کو خوب جانتا ہے''

[طٰہٰ : ۷]

یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ۞

''اللہ جانتا ہے خیانت کرنے والی نگاہوں کو اور جو کچھ سینوں کی چھپی ہوئی باتیں ہیں''۔ [المومن : ۱۹]

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۞

''کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا وہی ہر باریکی کو جاننے والا اور خوب خبردار ہے''۔ [الملک : ۱۴]

وہ چیزوں کے وجود میں آنے سے پہلے انہیں جانتا ہے پھر اس نے انہیں اپنے علم کے مطابق پیدا کیا وہ ہمیشہ سے تمام چیزوں کا عالم اور ان سے واقف ہے' نئی چیزوں کے وجود میں آنے سے اس کا علم نیا نہیں ہوتا' اس نے اپنے علم سے چیزوں کو استوار اور مستحکم کیا ہے' وہ حاکم ہے اور چیزوں میں جن کو جس وقت جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔

علمائے کلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ علی الاطلاق تمام کلیات

وجزئیات کا عالم ہے' وہ عالمِ موجود اور عالمِ غیب سب کا عالم ہے۔

تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۞

''اللہ اُن چیزوں سے بلند و برتر ہے جنہیں وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں''

[النمل : ٦٣]

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۞

''وہ سب کچھ کرنے والا ہے جو چاہے''۔ [البروج : ١٦]

اسی کے ارادے سے زمین ہوں یا آسمان تمام کائنات وجود میں آئی ہے جب تک اس نے کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا اس وقت تک اس کی قدرت اس چیز کے ساتھ متعلق نہیں ہوئی جیسا کہ اس نے ہر چیز کا ارادہ اپنے علم کے مطابق کیا جب کہ عقلی اعتبار سے یہ بات ناممکن ہے کہ جو چیز اس کے علم میں ہی نہیں وہ اس کے بنانے کا ارادہ کرے یا صاحبِ اختیار و قدرت کوئی کام کسی فعل کو ترک کرنے سے بجالائے جس کا وہ ارادہ نہیں رکھتا۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بیان کردہ حقائق کسی غیر زندہ کی طرف منسوب کیے جائیں' یا صفات بغیر ذاتِ موصوف کے قائم ہوں۔

پس ہر عبادت و نافرمانی' نفع و نقصان' آزاد اور غلام' سردی گرمی' زندگی موت' حاصل و غیر حاصل' دن و رات' اعتدال و جھکاؤ' برّ و بحر' جفت و طاق' جوہر و عرض' صحت و مرض' خوشی و غم' روح و جسم' اندھیرا اور روشنی' زمین و آسماں' ترکیب و تحلیل' کثیر و قلیل' صبح و شام' سفید و سیاہ' نیند و بیداری' ظاہر و باطن' متحرک و ساکن' خشک و تر' چھلکا و مغز' یہ تمام متضاد اور ایک دوسرے کی مخالف اور ہم مثل نسبتیں تمام

کی تمام کی اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہیں گویا وہ مرادِ الٰہی ہیں۔

کوئی چیز مراد خداوندی کیونکر نہ ہو جب کہ اُسی نے اُس چیز کو پیدا کیا ہے پس وہ مختار کیسے ہوسکتا ہے اگر وہ ارادہ نہ کرے۔ سچ ہے نہ کوئی اس کے حکم کو پھیرنے والا ہے اور نہ اسے پیچھے کرنے والا۔ وہ سلطنت عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور سلطنت چھین لیتا ہے جس سے چاہتا ہے' اور عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ذلت دیتا ہے جسے چاہتا ہے' جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے' جو کچھ اس نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا۔

اگر ساری مخلوق جمع ہو کر کسی چیز کا ارادہ کرے مگر اللہ اسے نہ چاہے تو مخلوق اس ارادے پر قادر نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح ساری مخلوق مل کر ایسا کام کرنا چاہے جو ارادہ الٰہی میں نہ ہو تو مخلوق نہ اسے کرسکتی ہے نہ اس کی طاقت رکھتی ہے نہ وہ اس کام پر قادر ہوسکتی ہے۔

پس کفر و ایمان' اطاعت و نافرمانی اللہ کی مشیت' اُس کے حکم اور اس کے ارادے سے ہے اور اللہ تعالیٰ ازل سے اس ارادے کے ساتھ موصوف ہے۔ یہ جہان معدوم تھا اس کا کوئی وجود نہ تھا اگرچہ وہ علمِ الٰہی میں ثابت تھا پھر اس نے جہان کو بغیر سوچ اور فکر کے وجود عطا کیا۔ ایسا تفکر اور سوچ جو ناواقفیت یا عدم علم کی بنا پر ہو۔ پھر یہ تفکر و تدبّر اُسے اس چیز کا علم عطا کرے جس سے وہ پہلے واقف نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسی سوچ و فکر سے برتر اور منزہ ہے بلکہ اُس نے اپنے علمِ سابق ارادۂ منزّہ ازلیہ جو جہان کے تمام امور کو وجود میں لانے والا ہے کے مطابق جہان کو وجود عطا کیا اور اسی ''ارادہ'' سے اس نے زمان و مکان اور رنگا

رنگ کائنات کو پیدا فرمایا۔ پس درحقیقت اس کے سوا کسی صاحبِ ارادہ (مرید) کا کوئی وجود نہیں ہے۔ خود اس کا اپنا ارشاد ہے:

وَمَا تَشَاءُ وْنَ اِلَّا يَشَاءَ اللّٰهُ ۞

''اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ نہ چاہے''۔ [الدہر : ۳۰]

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق اپنا حکم جاری کیا' اس نے ارادہ کیا اور توجہ فرمائی' اندازہ کیا پھر وجود میں لے آیا۔ اسی طرح وہ سنتا اور دیکھتا ہے ہر اس چیز کو جو حرکت کر رہی ہے یا ساکن ہے یا کائنات میں عالمِ سفلی یا عالمِ علوی میں کوئی بات کرتا ہے وہ اسے سنتا ہے اس کے سننے کو دوری مانع نہیں ہے وہ قریب ہے اور نہ قریب سے دیکھنا اس کے لیے حجاب میں ہے وہ دور ہے وہ دل کی بات دل میں سنتا ہے اور چھونے کی پوشیدہ آواز کو چھونے کے وقت سنتا ہے' وہ اندھیرے میں سیاہی اور پانی کو پانی میں دیکھتا ہے' اُس کے لیے آپس میں ملی ہوئی چیزیں بے نقاب ہیں اور نہ روشنی و اندھیرا اس سے حجاب میں ہیں' وہ بے مثل سننے اور بے مثل دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ گزری ہوئی خاموشی یا سوچنے والے سکوت کے بعد کلام کرتا ہے بلکہ وہ اپنی دوسری صفات علم' ارادہ اور قدرت کی طرح اپنے قدیم ازلی کلام سے گفتگو کرتا ہے۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور اپنے کلام کا نام اس نے تنزیل (قرآن) زبور' تورات اور انجیل رکھا۔ اس کا کلام' حروف' آوازوں' لحن اور لغات کے بغیر ہے بلکہ وہ آوازوں' حروف اور لغات کا خالق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کلام تالو اور زبان کے بغیر ہے جیسے اس کی سماعت کانوں کے سوراخ اور کانوں کے بغیر ہے۔ اسی طرح اس کا دیکھنا بغیر پُتلی اور پلکوں اور اس کا ارادہ بغیر دل کے ہے۔ ایسے ہی اس کا علم بغیر کسی اضطرار اور بغیر دلیل و برہان کے ہے' بالکل اسی طرح اس کا حیّی (زندہ) ہونا دل کے اُن بخارات کے بغیر ہے جو مختلف ارکان وعناصر کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس کی ذات نہ کم ہوتی ہے نہ زیادہ۔ پس وہ ذاتِ پاک اور وراء الورا ہے' قرب و بُعد سے' اُس کی ذات عظیم سلطنت کی مالک ہے' بے پایاں احسان کرنے والی' بے پناہ کرم کرنے والی اور ہر ایک کو اپنی بخشش سے نوازنے والی ہے' اس کا فضل اور عدل انتہائی کشادہ اور ہر ایک کے شاملِ حال ہے۔ جس وقت اس نے دنیا کو بنایا اور اُسے وجود بخشا اسے کاریگری اور ایجاد کا مکمل ترین نمونہ بنایا' اس کے ملک میں کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی تدبیر و مشورہ دینے والا ہے۔

اگر وہ انعام دیتا ہے تو نعمت ہے اور یہ اس کا فضل ہے اور اگر وہ آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو یہ عذاب ہے اور اس کا عدل ہے' سارا ملک اسی کا ہے' وہ اپنے ملک میں تصرف کرتا ہے نہ ملک اس کے علاوہ کسی اور کا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا تصرف ظلم وزیادتی قرار پائے نہ ہی اس پر اس کے سوا کسی کا حکم چلتا ہے کہ اسے ڈر اور افسوس کا الزام دیا جا سکے' اس کے سوا ہر چیز اُس کے غلبہ' تصرف میں ہے۔ چنانچہ وہ حکم اور ارادے سے تصرف کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی نے انسانی نفوس میں نیکی اور برائی الہام کر کے انہیں ان کی شناخت بخشی ہے۔ وہ جس کی کوتاہیوں اور غلطیوں سے چاہتا ہے درگزر کرتا

ہے اور جس کے بارے میں چاہتا ہے یہاں اور قیامت میں اس کی گرفت کرتا ہے۔ اس کا عدل اس کے فضل پر اور اس کا فضل اس کے عدل پر غالب نہیں ہے۔ اس نے دنیا کی دو مٹھیاں نکالیں اور ان کے لیے دو علیحدہ علیحدہ مقام بنائے۔ پھر فرمایا یہ لوگ جنتی ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور یہ دوسرے دوزخی ہیں اور مجھے کوئی پروانہیں۔ وہاں کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا اس لیے کہ وہاں کوئی موجود ہی نہ تھا صرف اسی کی ذات پاک تھی۔ پس سب کچھ اس کے اسماءِ مبارکہ کے تصرف کے ماتحت ہے۔ ایک مٹھی اس کی آزمائش کے اسماء کے نیچے اور ایک مٹھی اس کی نعمتوں کے اسماء کے تحت ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ سارا جہان سعادت مند ہو تو وہ ہو جاتا۔ اسی طرح اگر وہ چاہتا کہ سارا عالم بدبخت ہو تو وہ اسی طرح ہو جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا اس نے جو چاہا ویسا ہوا۔ چنانچہ اس دنیا میں اور یومِ آخرت میں بعض بدقسمت ہیں اور بعض خوش قسمت، جو تقدیرِ الٰہی ازل سے مقرر ہوگئی ہے۔ اس میں تبدیلی کی کوئی صورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نمازیں پڑھنے میں پانچ اور ثواب میں پچاس ہیں۔

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۞

''میرے حضور بات بدلی نہیں جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں''۔ [ق : ۲۹]

اپنے ملک میں تصرف اور اپنے ملک میں اپنے ارادے اور مشیت کا میں ہی مالک ہوں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے سمجھنے اور دیکھنے سے لوگوں کے

دل اور آنکھیں بند ہیں اور نہ ہی اس طرف ان کے فکر و ذہن کی رسائی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگوں کو عطائے ربانی اور فضلِ خداوندی اس مقصد کے لیے منتخب کرے اور اپنے حضور حاضری کی نعمت سے اسے سرفراز کرے۔ چنانچہ آگاہ کرنے سے وہ یہ جان لے کہ یہ خدائی تقسیم کا وہ بہرہ ہے جو ازلی تقسیم کے حصے میں اسے نصیب ہوا ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں ہے اور نہ سوائے اس کے بغیر اُس کے اپنی ذات میں موجود بالذات ہے، پس انسان اور اس کے اعمال کا خالق وہی ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۞

''حالانکہ تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا ہے''۔

[الصّٰفّٰت : ۹٦]

دوسری جگہ فرمایا:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ۞

''اللہ سے نہیں پوچھا جا سکتا ان کے کاموں کے متعلق جو وہ کرتا ہے اور ان سب سے بازپُرس ہو جائے گی''۔ [الانبیاء : ۲۳]

پھر فرمایا:

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ج فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۞

''اللہ ہی کے لیے ہے پکی دلیل تو اگر اللہ چاہتا تو ضرور تم سب کو ہدایت فرماتا''۔ [الانعام : ۱۴۹]

دوسری شہادت:

جس طرح میں نے اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کی ساری مخلوق اور اے ناظرین! آپ کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت پر ایمان لانے کے بارے میں اپنا گواہ بنایا تھا' بالکل اسی طرح میں گواہ ٹھہراتا ہوں اللہ تعالیٰ' اس کی مخلوق اور آپ لوگوں کو اس بات پر کہ میں ایمان رکھتا ہوں اس برگزیدہ ذات پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا' چُن لیا اور پسند کیا اور وہ ہیں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ' جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی طرف خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا۔ ارشاد ہوا:

وَمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۞

''اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا آفتاب''۔

[الاحزاب : ۴۵'۴۶]

آنحضور ﷺ پر جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہوا وہ آپ نے مخلوق تک پہنچا دیا۔ آپ نے امانت کا حق ادا کر دیا اور اپنی اُمّت کی خیر خواہی فرمائی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر موجود اپنے پیروکاروں کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے اللہ کی یاد دلائی انہیں ڈرایا اور منہیات سے بچنے کی تاکید کی۔ انہیں بشارتیں دیں' خوف دلایا' اُن سے وعدے کیے انہیں وعیدوں سے آگاہ کیا' یہ ابرِ رحمت گرجا مگر کھل کر برسا بھی' اس خطاب میں کسی فرد یا گروہ کو آپ نے مخصوص نہیں کیا یہ خدائے واحد و بے نیاز کے حکم کے مطابق ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا:

لوگو! میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا یا نہیں!

تمام لوگوں نے جواب دیا یا رسول اللہ! آپؐ نے پیغام الٰہی پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! تو اس بات کا گواہ ہے۔

میں ہر اس چیز پر ایمان لایا ہوں جو آنحضور ﷺ لے کر آئے ہیں۔ چاہے میں وہ چیزیں جانتا ہوں چاہے نہیں جانتا' جو چیزیں آپ لائے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک موت کا ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آ جاتا ہے تو کسی صورت موخر نہیں ہوسکتا' میں اس بات پر بغیر کسی شک وگمان کے ایمان لاتا ہوں۔

اسی طرح میں ایمان رکھتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ قبر میں دو فرشتوں کا سوال کرنا حق ہے۔ نیز عذاب اور مردوں کا جسموں سمیت قبروں سے دوبارہ اٹھنا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا حق ہے' حوضِ کوثر حق ہے' اعمال کا وزن ہونا حق ہے' اعمال ناموں کا اڑ کر ہاتھوں میں آ جانا حق ہے' پل صراط سے گزرنا حق ہے' بہشت حق ہے' دوزخ حق ہے' اسی طرح ایک گروہ کا جنتی اور ایک کا دوزخی ہونا حق ہے' قیامت کے دن ایک گروہ پر اس روز کی تکلیف اور عذاب حق ہے' اسی طرح دوسرے گروہ کا اس روز شدید گھبراہٹ اور غم واندوہ سے محفوظ رہنا بھی حق ہے۔

انبیائے کرام' فرشتوں اور مومنین کی سفارش کے بعد ارحم الراحمین اللہ تعالیٰ کی رضا سے ایک گروہ کا دوزخ سے نکالا جانا حق ہے۔ مسلمانوں میں سے

کبیرہ گناہوں کے مرتکب افراد کا جہنم میں جانا پھر شفاعت و احسان کے بعد ان کا وہاں سے نکلنا حق ہے، مومنین، موحدین کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت کی نعمتوں میں رہنا حق ہے۔ اسی طرح دوزخیوں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا حق ہے۔ رسولوں اور آسمانی کتابوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ آیا ہے وہ ہمارے علم میں ہے یا نہیں ہے وہ سب حق ہے۔ یہ اپنے اوپر میری اپنی شہادت ہے، جسے بھی میری یہ شہادت پہنچ جائے اس کے پاس امانت ہے جب اور جہاں اس سے پوچھا جائے وہ میری شہادت پر گواہی ادا کر کے اس امانت سے سبکدوش ہو۔

اللہ رب العزت ہمیں اور آپ کو اس ایمان سے فائدہ مند کرے اور اس دارِ فانی سے دارِ حقیقی کی طرف رخصت ہوتے وقت اس پر ثابت قدم رکھے اور ہمیں اپنے عزت اور رضامندی والے گھر میں داخل فرمائے اور ہمارے اُس دوزخ کے مابین دیوار قائم کردے جس میں رہنے والون کا لباس قطران (تارکول) ہوگا اور ہمیں اس جماعت میں داخل فرمائے جسے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ملیں گے۔ نیز اُن لوگوں میں شامل کرے جو حوضِ کوثر سے سیراب ہو رہے ہوں، جن کے اعمال نامے وزنی ہوں اور جو پلِ صراط پر ثابت قدم رہیں وہ عظیم نعمتیں عطا کرنے والے اور بڑا احسان کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ ج لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط ۞

''اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا اور ہم نہ تھے کہ اس مقام تک راہ پاتے اگر اللہ ہمیں نہ پہنچاتا بے شک ہمارے رب کے رسول

ہمارے پاس حق لے کر آئے ہیں''۔ [الاعراف : ۴۳]

عام مسلمانوں' مقلدین اور اہلِ تحقیق کا یہی عقیدہ ہے جو مختصر طور پر خلاصے کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

اس کے بعد انتہائی اختصار اور جامعیت کے ساتھ ''ناشیہ'' اور ''شادیہ'' فرقے کے عقائد کا بیان کیا جاتا ہے۔ اس مسلک کے دلائل اور نظریات مسجع عبارت میں پیش کیے جائیں گے۔ اس کا نام میں نے ''رسالۃ المعلوم من عقائد اہل الرسوم'' تجویز کیا ہے تاکہ طالبانِ حقیقت کو ذہن نشین کرنے میں آسانی رہے۔

اس کے بعد راہِ خداوندی پر چلنے والے مشائخ محققین' صاحبانِ کشف و وجود' خواص اولیاء اللہ کے عقائد کا بیان ہوگا' اسے میں نے ایک مستقل عنوان کے تحت قلم بند کیا ہے اور اس کا نام ''المعرفۃ'' رکھا ہے اسی پر کتاب کے مقدمے کا اختتام ہوگا۔

خیال رہے کہ خلاصہ عقیدہ کی صراحت میں نے الگ سے نہیں کی ہے' اس لیے کہ اس میں بہت باریکی اور گہرائی ہے البتہ اس کتاب کے مختلف ابواب میں اسے نہایت وضاحت اور جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے ہاں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ پوری کتاب میں پھیلا ہوا ہے۔ اب جسے اللہ کی طرف سے خصوصی فہم و فراست عطا ہوئی ہے وہ بآسانی اسے معلوم کر لے گا اور صاف طور پر دوسری باتوں سے اس کی تمیز کر سکے گا' اس لیے کہ یہی ''علمِ حق'' اور ''قولِ صدق'' ہے اس کے سوا میرا اور کوئی مقصد نہیں ہے اس معاملے میں اندھے اور دیکھنے والے کے درمیان کوئی امتیاز نہیں' یہ علم دور والوں کو نزدیک والوں سے ملاتا

اور کم درجے والوں کو اعلیٰ مرتبے والوں سے جوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق ارزانی کرنے والا ہے جس کے سوا کوئی پروردگار نہیں!

﴿ناشیہ وشادیہ کے عقائد﴾

شادی کہتا ہے کہ خطِ استوا کے نیچے ''قبہ ارین'' میں چار عالم جمع ہوئے۔ان میں ایک مغربی' دوسرا مشرقی' تیسرا شامی اور چوتھا یمنی تھا' وہ علوم کی حقیقت کے اعتبار سے متفق تھے۔البتہ شکلوں اور ناموں کے معاملے میں ان کے درمیان فرق تھا۔ان میں سے ہر ایک دوسرے ساتھی سے کہنے لگا کہ اس علم میں کوئی خوبی نہیں جو اپنے حامل کو ابدی سعادت سے ہمکنار نہ کرے اور نہ ہی وہ اپنے حامل کو زمانے کے اثرات سے محفوظ کرے' اس لیے مناسب ہے کہ ایسے علم کی تلاش کریں اور اسے موضوعِ گفتگو بنائیں جو انتہائی قابلِ عزت ہو اور جس کا اکتساب باعثِ فضیلت' جس کا حصول باعثِ بصیرت اور جو سب سے زیادہ لائق افتخار ہو۔یہ سن کر مغربی عالم نے کہا میرے نزدیک یہ علم حامل قائم کا علم ہے مشرقی بولا میری رائے میں حامل محمول لازم کا علم سب سے بہتر علم ہے۔شامی نے کہا میری دانست میں علم ابداع (۱) وترکیب سب سے زیادہ مفید ہے۔اتنے میں یمنی بول اٹھا: اس نے کہا میرے خیال میں تلخیص وترتیب کا علم زیادہ فائدہ مند ہے۔اس کے بعد انہوں نے کہا اب ہر شخص جو کچھ جانتا ہے وہ بیان

۱؎ یعنی دنیاوی عالم کی تخلیق' اُس کے عناصر اور ان کی ترتیب کا علم

کرے اور اپنے اپنے دعوے کی حقیقت اور اصلیت سے پردہ اٹھائے۔

فصل اوّل:

﴿حاملِ قائم مغربی کی زبان سے﴾

امام مغربی نے کہا کہ ''مجھے اپنے علم کے مرتبے کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے' لہٰذا اولیات میں میرا حکم صحیح مانا جائے گا۔ حاضرین نے کہا: کہیے اختصار اور اعجازی بلاغت کے ساتھ کہیے۔

حادث کے لیے سبب ہونا چاہیے:

امام مغربی نے کہا دیکھیے جو چیز موجود نہ تھی پھر وجود میں آئی اس کے ساتھ زمانوں کا تعلق قائم ہوگیا۔ ظاہر ہے اس کے لیے فوری طور پر ایک بنانے والے کی بھی ضرورت ہوگی۔

جو چیزیں حوادث سے خالی نہیں ہوتیں:

پھر امام نے کہا جو چیز کسی دوسری چیز کی محتاج ہے اس کا حکم وہی ہوگا جو پہلی چیز کا حکم ہے(۱)۔ لیکن یہ اس وقت ہوگا جب اس کا تعلق عالم امر و خلق سے

---

۱ اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے جتنی چیزیں عالم وجود میں آ رہی ہیں ان کی دو صورتیں ہیں ایک کا تعلق عالم خلق سے ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی چند چیزیں پہلے سے موجود ہوتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان سے ایک تیسری چیز وجود میں لے آتا ہے۔ مثلاً انسان' مٹی' مادہ منویہ (بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۰۲)

ہو گا چنانچہ طالبِ حقیقت کو چاہیے کہ وہ یہ بات سامنے رکھے اور تحقیق کے وقت اس پر اعتماد کرے۔

اثباتِ بقا اور عدم قدیم کا محال ہونا:

امام مغربی نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا: جس کا وجود لازم ہو(۱) اس کا عدم محال ہے۔ اگر اس پر عدم محال نہ ہو تو اس کا مقابل (۲) وجود قدیم ہونے میں اس کے ساتھ برابر ہو گا اور اگر مقابل موجود نہ ہو تو اس میں عجز کی صورت آ جائے گی۔ لیکن اگر مقابل موجود ہو تو اس دوسرے پر وجود کا اطلاق صحیح نہ ہو گا اور یہ بھی محال ہے کہ وہ شرط اور احکامِ ربط کے صحیح ہونے کی وجہ سے بذاتہٖ زائل ہو جائے۔ (اس کی تشریح ذیل میں دی جا رہی ہے)۔

ظہور و خفا:

اس کے بعد امام مغربی نے کہا کہ جو چیز بذاتہٖ ظاہر ہو مگر کسی حکم کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۱) وغیرہ سے مل کر اور مراحل سے گزر کر بنتا ہے۔ دوسری شکل عالمِ امر کی ہے اس میں پہلے سے کوئی مادہ موجود نہیں ہوتا۔ یہ چیزیں محض کُن کے حکم سے پیدا ہوتی ہیں۔ امام مغربی کے مطابق عالمِ خلق اور عالمِ امر کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں۔ اور اس کے کرشمۂ قدرت کا نتیجہ ہیں۔

۱؎ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود لازم اور قدیم ہے نہ اس سے پہلے کوئی چیز تھی اور نہ اس کے ساتھ اس لیے یہ کہنا کہ پہلے وہ عدم میں تھا پھر موجود ہوا' صحیح نہیں یعنی عدم قدیم کہنا درست نہ ہو گا وہ ازلی ہے اس کے لیے عدم کا لفظ جائز ہی نہیں۔

۲؎ اس کا مفہوم یہ ہے کہ برابر طور پر دو وجود قدیم نہیں ہو سکتے اگر مادہ پرستوں کے مطابق دو یا متعدد وجود فرض کر لیے جائیں تو آخر کار ایک وجود کو سب سے پہلے قدیم اور سب کا خالق ماننا پڑے گا اور وہی اللہ ہے۔

موجب نہ بنے اس کا ظاہر ہونا محال ہے اس لیے کہ وہ کسی علم کا فائدہ نہیں دیتی۔

انتقال عرض اور اس کے عدم کے باطل ہونے کا بیان:

پھر امام مغربی نے کہا کہ: عرض پر کسی بنیاد کا قائم کرنا محال ہے اس لیے کہ دوسرے زمانے میں اس کا پھرنا اپنے وجود کے زمانے کے اعتبار سے ہے۔ حالانکہ وہ قائم نہیں ہے۔ اگر اس کا منتقل ہونا درست ہو تو وہ بذاتہٖ قائم اور محل سے مستغنی ہوگا' چنانچہ اس کا کوئی مقابل اور کوئی فاعل صفات کے نہ ہونے کی بنا پر اسے معدوم نہیں کر سکے گا۔ پس یہ کہنا کہ فعل کوئی چیز نہیں نہایت غیر دانشمندانہ بات ہے۔

ان حوادث کے باطل ہونے کا بیان جن کا کوئی اوّل نہیں:

امام مغربی نے اپنی جاری رکھتے ہوئے کہا کہ: جس چیز کا وجود کسی دوسری چیز کے فنا ہونے پر موقوف ہے' جب تک وہ دوسری چیز فنا نہ ہو جائے پہلی چیز کا وجود ثابت نہیں ہوگا۔ اگر یہ چیز پائی جائے تو وہ چیز فنا ہو جائے گی جس پر اس کا وجود موقوف ہے۔ اس سے یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ جس سے کوئی چیز مقدم ہے وہ اپنے ماسویٰ دوسری چیز پر منحصر اور موقوف ہوگی اور یہ اس کا لازمی وصف ہوگا۔ اگر وہ دائمی ہو تو بغیر کسی پس وپیش کے اس کا وجود ثابت ہوگیا۔

قِدم کا بیان:

پھر امام مغربی نے کہا کہ: اگر مُسند الیہ کا حکم سند کا سا ہو تو عدد ختم نہ ہوتے اور نہ پھر کسی موجود کا وجود درست ہوتا۔

اللہ تعالیٰ جوہر نہیں:

امام مغربی نے کہا کہ جو کچھ ہم نے ثابت کیا ہے اگر وہ خالی اور بھرا ہوا ہوتو اس کا نیا اور پرانا ہونا لازم آتا ہے۔(۱)

اللہ تعالیٰ جسم نہیں:

امام مغربی نے کہا کہ: اگر اللہ تعالیٰ ترکیب کے دائرے میں آئے تو پھر اس پر تحلیل جائز ہو گی۔ اسی طرح اگر اس کی ذات مختلف چیزوں کا مجموعہ ہوتو کمزوری اور اضمحلال لاحق ہو گا۔ جب مماثلت واقع ہو گی تو افضلیت خود بخود ساقط ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ عرض نہیں:

امام مغربی نے کہا کہ: اگر اس کا وجود اپنے علاوہ کسی اور وجود کا تقاضا کرتا تاکہ وہ اس کے ساتھ قائم ہو۔ تو وہ ماسویٰ مسند الیہ نہ ہوتا۔ حالانکہ اس کی طرف اسناد درست ہے۔ لہٰذا یہ غلط ہے کہ اس کا وجود اس پر موقوف ہے اور اس کی ایجاد نے اسے مقید کر دیا ہے پھر وصف کی وصف بھی تو محال ہے۔ پس کسی طرح بھی اس کی گرہ کشائی ممکن نہیں۔

اطراف کی نفی:

پھر امام مغربی نے کہا کہ: کرہ اگرچہ فانی ہوتا ہے مگر اس کی کوئی جہت یا طرف نہیں ہوتی جس وقت اس کی تمام اطراف میری طرف ہوں گی تو ان کا

۱؎ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جوہر نہیں ہے کیونکہ جو چیز خلا و ملا کے قابل ہے اس کا پرانا اور نہ پرانا ہونا لازم ہے اور اللہ اس سے منزہ ہے۔

حکم مجھ پر ہی ہوگا اور میں اُن سے خارج بھی سمجھا جاؤں گا(۱) تو سرگردانی اور الجھن کس بات میں ہے۔

استواء:

اس کے بعد امام مغربی نے کہا: جو کسی جگہ اقامت پذیر(۲) ہو اس کے لیے اس جگہ سے کوچ اور نقل مکانی کرنا ممکن اور جائز ہے۔ اسی طرح جو اپنی ذات کے ساتھ کسی چیز کے سامنے اور بالمقابل ہو وہ تثلیث کے دائرے میں آ جائے گا اور یہ اس کے لیے ضروری بن جائے گی۔ یہ بات اس کے بالکل برعکس ہے جسے عقل پہلے طے کر چکی ہے۔

احدیت:

پھر امام مغربی نے کہا کہ: اگر کوئی چیز سوائے دو مستقل چیزوں کے جو یا آپس میں جمع ہوں یا مختلف ہوں نہ پائی جائے تو ہم نے وجود میں جدائی اور موافقت یکجا کبھی نہیں دیکھی اور مقدر کا حکم واقع کا حکم ہونا ہے پس اس مقام پر جھگڑنے والے کے لیے اندازے فائدہ مند نہیں ہوتے۔

رویتِ الٰہی:

آخری بحث کو سمیٹتے ہوئے امام مغربی نے کہا کہ جب ایک چیز کا وجودِ

۱۔ اللہ تعالیٰ جہات واطراف سے پاک ہے لیکن وہ عالم سے خارج بھی نہیں۔

۲۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں استواء علی العرش کا بیان آیا ہے، اس سے مراد استفادہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تخت پر بیٹھنا مراد ہو تو پھر اطراف وجہات کا مسئلہ درپیش ہوگا۔ اسی طرح تخت سے نقل مکانی اور اسے چھوڑنے کی بات آئے گی جب کہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے، وہ جہات واطراف اور نقل وکوچ سے پاک ہے۔

بعینہٖ موجود ہوتو جائز ہے کہ آنکھ والا جو اپنے چہرے اور پلکوں میں مقید ہے اسے دیکھ لے۔ اکثر اشاعرہ کے نزدیک ایسی کوئی علت اور سبب نہیں ہے جو رویت الٰہی کا ضروری موجب ہو' وجود سے مراد یہ ہے کہ یہ وجود دلیلِ ظاہر اور دلیلِ غیر ظاہر کے ساتھ ہو۔ البتہ دلیلِ ظاہر کا ہونا ضروری ہے۔ اگر رویت مرئی (دیکھی جانے والی ذات) میں اثر انداز ہوتی تو ہم اس میں حلول کر جاتے۔ تمام مطالب دلائل کے ساتھ واضح ہو گئے ہیں جیسے کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ پھر امام مغربی نے حمدِ الٰہی کے بعد سرورِ عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود وسلام پڑھا اور وہ بیٹھ گئے۔ تمام حاضرین نے ان کے مختصر جامع ومانع بیان اور باریک اشارات کے ذریعے مطالب ومعانی کے اظہار پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

﴿حامل محمول لازم کی معرفت فاضل مشرقی کی زبان سے﴾

قدرت:

اس کے بعد مشرقی فاضل اُٹھا' اُس نے کہا کسی چیز کو کسی دوسری چیز سے بنانا میلان ہے اور کسی چیز کا کسی چیز کے بغیر بنانا قدرت ازلی ہے اور جو چیز بنانا تمہارے لیے محال نہ ہو اس میں تمہیں قدرت واختیار ہوگا اور یہ ہمیشہ رہے گا۔

علم:

اس نے کہا: حکم کے محل میں احکام کا نفاذ حکم کے ساتھ حکم جاری کرنے والے کے علم کا وجود ثابت کرتا ہے۔

حیات:

پھر فاضل مشرقی نے کہا کہ: جہان میں زندگی لازمی شرط ہے اور ایسی صفت ہے جو قائم ہے۔

ارادہ:

اس نے بات آگے بڑھاتے ہوئے پھر کہا کہ: جب کوئی چیز پس و پیش ہونے کو قبول کرے تو اِن حقائق کی بنا پر ایک مخصّص کا وجود ثابت ہوتا ہے لہٰذا عقل و عادت کے فیصلے کے مطابق یہ عین ارادۂ الٰہی کو ثابت کرتی ہے۔

ارادۂ حادثہ:

اس کے بعد اس نے کہا کہ: اگر ارادہ کرنے والا ایسی چیز کا ارادہ کرتا ہے جو سرے سے موجود ہی نہیں ہے تو وہ ایک ایسی مراد ہوگی جس کا وجود ہی نہیں ہے۔

بغیر محل کے ارادہ:

پھر اس نے کہا کہ: یہ محال ہے کہ معانی اپنے احکام ان چیزوں میں واجب کریں جن کے ساتھ وہ قائم ہی نہ ہو سکیں۔ (۱)

کلام:

فاضل مشرقی نے پھر کہا کہ: جو شخص گزشتہ واقعات سے متعلق اپنے دل میں بات کرے تو یہ بات ارادہ میں داخل نہیں ہے، کلام پر دلیل بھی اسی حکم میں ہے۔

---

۱ انسان جو کام کرتا ہے پہلے اس کا خیال اور ارادہ دل میں قائم کرتا ہے، ارادۂ الٰہی سے مراد تجلیٔ الٰہی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دل کی نسبت نہیں ہو سکتی۔

عالم قدیم نہیں ہے:

پھر مشرقی نے کہا کہ: قدیم پر حوادث اور واردات طاری نہیں ہوتے' بلاوجہ بات نہ بڑھاؤ۔ اگر کوئی شخص اپنے اندر کوئی ایسی صفت مقرر کر لے جو اس میں نہیں ہے تو وہ اس صفت کے نہ ہونے کی وجہ سے ناقص شمار ہوگا مگر جس کا کمال عقل عقل اور نص دونوں سے ثابت ہے اس کی طرف نقص منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

دیکھنا اور سننا:

پھر مشرقی نے کہا کہ: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نہ دیکھے یا تمہاری بات نہ سنے تو وہ تمہاری بے شمار باتوں سے ناواقف رہ جائے گا جب کہ اس کی طرف ناواقف رہنے کی بات منسوب کرنا محال ہے' لہٰذا سننے اور دیکھنے کی صفات کو اللہ تعالیٰ سے کسی حال میں بھی نفی نہیں کی جا سکتی۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے ان دو صفات کی نفی کرتا ہے تو وہ ایسے خوفناک نظریے کو اختیار کر رہا ہے جو اسے ہلاکت سے دوچار کر دے گا۔

صفاتِ الٰہی:

فاضل مشرقی پھر بولا: حکم کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مطلب اور معنیٰ اسے واجب کریں' جس طرح کہ معنیٰ جو بنفسہٖ قائم نہیں ہوتا' اس کی ضرورت خواہش کے مطابق ہوتی ہے۔

پس اے نزاع کرنے والے! تم کیوں اتنی تکلیف اٹھا رہے ہو' کہیں یہ عدد کے خوف کی وجہ سے تو نہیں' حالانکہ یہ بات واحد اور احد کی حقیقت کو باطل نہیں کرتی۔ اگر تم یہ جان لیتے کہ عدد ہی احد ہے تو تم کسی کے ساتھ منازعت نہ کرتے۔

اس کے بعد مشرقی نے کہا کہ میں نے ان معالم کی تقسیم میں حامل محمول اور عارض ولازم کو جدا کر کے بیان کر دیا ہے۔ پھر وہ بیٹھ گیا۔

﴿ابداع وترکیب شامی کی زبان سے﴾

جہان اللہ کا پیدا کردہ ہے:

پھر شامی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: جس وقت محدثات ایک دوسرے کے مماثل ہو جائیں اور اُن سے قدرت کا تعلق صرف ذات کا ہو تو کس دلیل کے ذریعے بعض ممکنات اس سے خارج ہو جائیں گے۔

کسب:

پھر اس نے کہا: جب حقیقی طور پر ارادہ مراد کو پہنچ جائے اور راستہ میں اس کی طرح قدرتِ حادثہ خلل پیدا نہ کرے تو یہ کسب ہے۔ بندہ کسب کرتا ہے اور رب تقدیر قائم کرتا ہے اس کی پوری وضاحت اختیاری حرکت اور اضطراری لرزش کے وقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

انسان کا کسب مرادِ الٰہی ہے:

اس کے بعد اس نے کہا کہ: اگر علم اور ارادہ قدرت کی معاونت کریں تو اس کا لازمی نتیجہ اس چیز کا وجود میں آنا ہے' بطور عادت اس بارے میں تم جو کچھ کہتے ہو اس سے احتیاط کرو' ہر وہ چیز جو الوہیت میں نقص اور کمی کی طرف لے جائے وہ مردود ہے۔ اور جو شخص وجودِ حادثات (فانی) میں وہ چیز ٹھہرائے جو اللہ

تعالیٰ کی مراد ہی نہیں وہ معرفتِ خداوندی سے دور ہے اس پر توحید کا دروزاہ بند ہے اور کبھی امر مراد لیا جاتا ہے جسے حکم دیا جارہا ہے وہ مراد نہیں ہوتا یہ بات صحیح اور تفصیل وتشریح کا مقصودِ حقیقی ہے۔

جہان کی تخلیق اللہ پر واجب نہیں ہے:

پھر اس نے کہا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر کوئی کام ضروری اور واجب ٹھہراتا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ پر واجب کی تعریف کا اطلاق کررہا ہے جب کہ صحیح مذہب کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی نسبت محال ہے مگر جو شخص علمِ الٰہی میں تخلیق دنیا کے موجود ہونے کی وجہ سے اس پر جہان کی پیدائش واجب سمجھتا ہے تو وجود کے سلسلے میں علماء کے نزدیک وہ اس حکم سے نکل جاتا ہے اور اس کا موقف درست ہے۔

تکلیف مالا یطاق:

پھر اس نے کہا کہ: تکلیف مالا یطاق (اُس چیز کا مکلّف و پابند کرنا جو مکلّف کیے جانے والے کی طاقت سے باہر ہے) عقلی اعتبار سے جائز ہے، ہم نے مشاہدہ اور نقل سے اس کا ثبوت حاصل کرلیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت نہیں کی جاسکتی:

بات بڑھاتے ہوئے شامی نے کہا کہ: جو چیز حقیقی اعتبار سے کسی کی ملکیت سے خارج نہ ہوسکے تو وہ اپنی حکومت میں جو بھی حکم جاری کرے اسے ظلم و جور کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

حسن وقبح:

ضروری نہیں ہے یہ ثابت ہے اور صحیح ہے' خوبی اور برائی غرض اور شریعت میں ثابت ہیں۔ جو یہ کہتا ہے کہ خوبی اور برائی کا تعلق اچھے اور برے سے ہے وہ جہالت اور ناواقفیت میں گھرا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے:

پھر شامی نے کہا کہ: جب معرفتِ الٰہی کے وجوب وغیرہ کے شرائط میں یہ ہے کہ مستقبل میں اسے ترک کرنے سے نقصان درپیش ہو گا تو عقل کی روشنی میں اس کا واجب ہونا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ وہ دریافت میں نہیں آ سکتا۔

رسولوں کی بعثت:

شامی نے مزید کہا کہ: جب عقل کی کیفیت یہ ہے کہ وہ کسی معاملے میں تو اپنے طور پر صحیح ہدف کو پا لیتی ہے مگر بعض معاملات میں وہ فیصلہ کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ ان حالات میں ایک ایسے شخص کی ضرورت موجود رہتی ہے جو عقل کو اپنے ہدف تک پہنچانے کے لیے صحیح رہنمائی کرے۔ چنانچہ رسولوں کی بعثت کی ضرورت اور جواز خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اس لیے کہ وہ تمام کاموں کے انجام اور راستوں کی واقفیت کے اعتبار سے تمام مخلوق سے زیادہ علم کے مالک ہوتے ہیں۔

جو کچھ سچا رسول لے کر آتا ہے اگر جھوٹا دعویٰ کرنے والا بھی وہی چیز لائے تو حقائق اُلٹ ہو جائیں گے اور قدرت کی طرف عجز کا گماں ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت ہوگی جب کہ یہ ساری باتیں محال ہیں۔

اس بات سے انتہا درجے کی گمراہی پیدا ہوتی ہے کہ جو بات سچا شخص پیش کر رہا ہے وہی بات جھوٹا شخص بالکل اُسی طرح اُسی انداز اور وجوہ سے ثابت

کرر ہا ہو۔

﴿خلاصہ اور ترتیب(۱) یمنی کی زبان سے﴾

مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا:

اس کے بعد یمنی فاضل اٹھا اور اس نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ: جو ذات کوئی چیز بنا کر اسے مٹا سکتی ہے اس کے لیے عین ممکن ہے کہ وہ پہلے کی طرح دوبارہ اسے پہلے حالت میں واپس لے آئے۔

سوال قبر اور عذاب:

پھر یمنی نے کہا کہ: جس وقت لطیفہ روحانیہ انسان کے کسی ایک حصے سے منسلک ہوتا ہے تو اس پر حیوان کا نام صادق آ جاتا ہے۔ سونے والا وہ کچھ دیکھتا ہے جو جاگنے والا نہیں دیکھ سکتا حالانکہ وہ اس کے پاس ہوتا ہے۔ یہ تمام مذاہب و مسالک میں یکساں ہے جس شخص کے ساتھ زندگی قائم ہے' اس پر درد اور لذت کا ورود صحیح ہے' پھر تم اسے لازم کیوں نہیں سمجھتے۔

میزان:

اس کے بعد یمنی بولا کہ: کسی چیز کا بدل اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور اس کے احکام اس پر وارد ہوتے ہیں۔

۱؎ خلاصہ اور ترتیب سے مراد یہ ہے کہ یوم آخرت میں نیکوکاروں اور گنہ کاروں کو علیحدہ علیحدہ کر کے ان کی طبعی ترتیب کے مطابق بہشت و دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ اسی ہنگامۂ محشر کو خلاصہ و ترتیب کا نام دیا گیا ہے۔

صراط:

پھر یمنی نے کہا کہ : جو ذات پرندوں کو ہوا میں تھامنے پر قادر ہے حالانکہ وہ اجسام ہیں وہ تمام اجرام کو تھامنے پر اسی طرح قادر ہے۔(۱)

بہشت و دوزخ:

پھر یمنی نے کہا کہ : پیدائش کی تکمیل ہو چکی اور دائرہ کے اطراف دائرہ کے حلول سے پہلے جمع ہو چکے ہیں۔

وجوبِ امامت:

یمنی نے کہا کہ : دین کو قائم کرنا شریعت اسلام کا مقصد ہے اور یہ امن کے بغیر ممکن نہیں۔لہٰذا ہر زمانے کے لیے امام کا منتخب کرنا ضروری ہے۔

امامت کی شرائط:

پھر یمنی نے کہا کہ : جب امامت کی مکمل شرائط پائی جائیں تو تابعداری کی بیعت کا معاہدہ اور پھر لوگوں کو اس عہد کو پورا کرنا ضروری ہے امامت کی شرائط یہ ہیں۔مرد ہونا' بالغ ہونا' عاقل ہونا' صاحبِ علم ہونا' آزاد ہونا' پرہیز گار ہونا' شریف ہونا' صاحبِ کفایت ہونا' قرشی ہونا' اس کے دیکھنے سننے کی قوتوں کا سالم ہونا' بعض اہلِ علم دانشوروں کی یہی رائے ہے۔

دو مسلمان حکمرانوں کے درمیان تنازع:

اس نے آخر میں کہا کہ :اگر دو امام (خلفاء) آپس الجھ پڑیں (دونوں

---

۱ بظاہر یہ بات ناممکن نظر آ رہی تھی کہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک پل ہوا میں کیونکر آویزاں ہوگی' اس کے جواب میں فرمایا کہ جو ذات پرندوں کو تھام سکتی ہے وہ پل کو کیوں برقرار نہیں رکھ سکتی۔

ایک ہی حکومت کے دعویدار ہوں) تو تابعداری اور بیعت اس کی کرنی چاہیے جس کے ساتھ اکثریت ہے اگر فتنہ وفساد کے پیش نظر کمتر اور ناقص امام کا معزول کرنا مشکل ہو جائے تو اس کی تابعداری پر قائم رہنا اور اپنے عہد کو باقی رکھنا واجب ہے اسے کسی طرح نہ توڑا جائے۔

شامی نے کہا کہ چاروں میں سے ہر ایک نے اپنی شرط پوری کی اور اپنے وعدے کو خوب اچھی طرح نبھایا۔

خواص اولیاء اللہ کے کشف ونظر کے بارے میں نظریات:

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے جو ہمتوں سے نتیجہ نکالنے میں عقلوں کو حیرت زدہ کر دیتا ہے اور درود وسلام ہوں' حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر۔

عقل کی ایک حد ہے:

واضح ہے کہ عقل کی ایک حد ہے جہاں وہ صلاحیت وقابلیت کی وجہ سے نہیں بلکہ سوچ وفکر سے رک جاتی ہے۔ بعض دفعہ ہم ایسی بات کہتے ہیں جو عقل کے اعتبار سے ناممکن ہوتی ہے مگر وہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے میں محال نہیں ہوتی' جیسے بعض اوقات ہماری کوئی بات عقل کے اعتبار سے جائز اور درست ہوتی ہے مگر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا محال ہوتا ہے۔

واجب اور ممکن میں مناسبت:

حق واجب الوجود بذاتہٖ اور ممکن کے مابین کیا مناسبت ہو سکتی ہے؟ اگرچہ بعض حضرات کے نزدیک بتقاضائے علم یا بتقاضائے ذات مناسبت واجب ہے۔ اس فکری مناسبت کے ماخذ وجودی دلائل سے صحیح ثابت ہوتے

ہیں۔ دلیل اور مدلول' برہان اور جس پر برہان قائم کی جارہی ہے' کے مابین ایک تعلق کا ہونا ضروری ہے جس کی وجہ سے اس کا واسطہ ایک طرف دلیل سے اور دوسری طرف مدلول علیہ سے قائم ہو۔ اگر یہ تعلق نہ ہوتو کوئی دلالت کرنے والا اپنی دلیل کے مدلول تک نہ پہنچ سکے۔ چنانچہ یہ ممکن نہیں کہ کسی تعلق سے ذات کے اعتبار سے خلق اور حق جمع ہو جائیں۔ رہی یہ بات کہ ذاتِ خداوندی اوصاف الوہیت سے متصف ہے' تو یہ الگ بات ہے جسے عقل مستقل حیثیت میں ادراک کرسکتی ہے۔

ہمارے نزدیک جس بات کو عقل مستقل طور پر معلوم کرسکتی ہیں' ہوسکتا ہے اس کا علم اس کے شہود پر مقدم ہو' اللہ تعالیٰ کی ذات اس حکم سے الگ ہے کیونکہ اس کا شہود اس کے بارے میں علم سے مقدم ہے بلکہ اس ذات کا شہود ہو سکتا ہے اسے معلوم نہیں کیا جاسکتا جیسے اس کی صفات جانی جاتی ہیں مگر ان کا شہود نہیں ہوتا اور ذات صفات کے مقابل ہوتی ہے۔ عقل پر دارومدار رکھنے والے بہت سے دانشوروں نے دعویٰ کیا ہے۔ ہمیں عقل وفکر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی ہے۔ وہ اس بارے میں غلطی پر ہیں اس لیے کہ وہ تو عقل و فکر کی بنیاد پر سلب واثبات کے مسئلے میں حیران ہیں حالانکہ اثبات اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اس لیے کہ عقل کو بنیاد بنانے والا وہی چیز تو حق کے بارے میں ثابت کررہا ہے جس پر وہ ہے۔ مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ عالم' قادر اور مرید ہے اور تمام اسمائے حسنیٰ اللہ کے لیے ثابت ہیں جب کہ سلب عدم اور نفی کی طرف راجع ہوتی ہے اور نفی صفتِ ذاتیہ نہیں ہے اس کے لیے موجودات کے صفات ذاتیہ

ثبوتیہ ہیں۔ پس اثبات وسلب کے درمیان متردّد رہنے والے کو اس اندازِ فکر سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ بھی علم حاصل نہیں ہوتا۔

مقید کے لیے مطلق کی معرفت:

مقید کو مطلق کی معرفت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟ ذاتِ مطلق کا یہ تقاضا ہی نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ممکن ذات واجب کی معرفت حاصل کر لے ممکن کے ہر رخ پر فنائیت مٹنے اور احتیاج کی چھاپ ہوگی۔ اگر ممکن اور واجب بذاتہٖ کے درمیان کوئی وجہ جامعیت ہو تو پھر واجب لذاتہٖ پر وہی چیزیں جائز ہوں گی جو ممکن کے لیے جائز تھیں مثلاً فنا ہونا، احتیاج وغیرہ اور یہ واجب کے لیے محال ہیں۔ چنانچہ واجب اور ممکن کے درمیان کوئی وجہ جامعہ محال ہے۔ ممکن کی تمام وجوہ واجب کے تابع ہوتی ہیں اور فی نفسہٖ ممکن پر عدم جائز ہے۔ چنانچہ جو چیزیں تابع ہیں وہ ساری اسی حکم کے تحت آ جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر واجب لذاتہٖ اور ممکن کے درمیان کوئی وجہ ثابت ہو تو ممکن کے لیے ہر وہ چیز ثابت ہوگی جو واجب لذاتہٖ کے لیے اس وجہ جامع سے ثابت ہے اور ممکن کے لیے کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوتی جو واجب بالذات کے لیے ثابت ہوتی ہو۔ لہٰذا ممکن اور واجب کے درمیان کسی وجہ جامع کا ہونا محال ہے۔

احکامِ صفات:

مگر میں کہتا ہوں کہ صفاتِ الٰہیہ کے کچھ احکام ہیں اگرچہ وہ حکم ہی ہوں اور انہی کی صورتوں میں تجلی ہوگی جہاں بھی ہوگی۔ آنحضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو کس طرح دیکھا ہے اس میں کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ نورِ اعظم والی

حدیث موتیوں کے رفرف اور یاقوت کے سلسلے میں بیان ہوئی ہے۔

ارادہ واختیار:

میں حکم ارادی سے کہتا ہوں نہ کہ اختیاری سے' اس لیے کہ جو خطاب اختیار کے ضمن میں بیان ہوا ہے وہ ممکن کی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے بیان ہوا ہے' وہ علّت اور سببیت سے خالی ہے۔

اللہ تعالیٰ اکیلا تھا اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی:

میں اس بات کو اس طرح بیان کرتا ہوں جو بذریعہ کشف آنحضور ﷺ پر ظاہر ہوا۔ آپ کے الفاظ ہیں: **ان اللہ کان ولا شئ معه** اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ اس کے بعد جو کچھ آیا ہے وہ اسی کے تحت ہے اور وہ مشائخ صوفیاء کا یہ قول ہے: **وھو الان علی ما علیه کان اللہ** اب بھی اسی بات پر ہے جس پر پہلے تھا۔ پس ''اب'' ''اور تھا'' دو ایسے الفاظ اور امر ہیں جن کا تعلق ہمارے ساتھ ہے اس لیے کہ یہ الفاظ وافعال ہمارے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں' مناسبت منتفی ہوگئی ہے۔

ذات وصفات:

کان اللہ ولا شئ معه: اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ اس سے ذاتِ الٰہی نہیں بلکہ صفاتِ الٰہیہ مراد ہیں۔ علمِ الٰہیہ سے متعلق ذات کے بارے میں جو حکم ثابت ہو وہ صفاتِ الٰہیہ کے لیے ہوتا ہے۔ ان سے مراد نسبتوں' اضافتوں اور اسلوبوں کے احکام ہوتے ہیں۔ کثرت نسبتوں میں ہوتی ہے عین یا ذات میں نہیں ہوتی۔ یہاں صفاتِ الٰہی بیان کرتے ہوئے اُن لوگوں کے پاؤں

پھسل جاتے ہیں جوتشبیہ قبول کرنے والے امور (صفات) اورتشبیہ قبول نہ کرنے والے امور (ذات) کے درمیان شراکت کا مسئلہ چھیڑتے ہیں' وہ اس معاملے میں ان امور پر اعتماد کرتے ہیں جو دلیل اور حقیقت اور علت اور شرط ہیں' وہ ان پر غائبانہ اور مشاہدۃً حکم لگاتے ہیں جو مشاہدہ سے حکم لگاتے ہیں وہ بچ جاتے ہیں اور جو غائبانہ حکم کرتے ہیں وہ سالم نہیں رہ سکتے۔

عالم مثال مطلق:

بہرعماء اس بحرِ عالم میں حق اور خلق کے درمیان ایک پردہ ہے' ممکن تمام اسمائے الٰہیہ مثلاً عالم' قادر وغیرہ کے ساتھ متصف ہوتا ہے اور یہ بات ہمارے سامنے واضح ہے۔حق تعالیٰ' تعجب' کشادہ روئی' مسکراہٹ' خوشی' قرب اور دوسری بہت سی صفاتِ کونیہ کے ساتھ متصف ہوتا ہے جو چیزیں اللہ کا حق ہے وہ اس کے حوالے کرو اور جو تمہارا حق ہے وہ لے لو' اللہ تعالیٰ کے لیے نزول اور ہمارے لیے معراج ہے۔

جس کے وصال کا تم ارادہ کر رہے ہو اسے ہرگز نہیں پہنچ سکو گے بغیر اُس کے اور بغیر اپنے۔ اپنے ساتھ اسے پہنچنے سے مراد تمہاری طلب اور آرزو ہے اور اسی کے ذریعے اس کو پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے ارادے اور قصد کی منزل ہے۔صفاتِ الٰہیہ سے یہ چیزیں متعلق ہیں جب کہ ذات کو کسی چیز کی کوئی پروا نہیں ہے۔صفاتِ الٰہیہ اپنے احکام' نسبتوں اور اضافتوں کے ساتھ ماسویٰ اللہ کو وجود میں لانے کا باعث ہیں اور یہی صفات آثار کی متقاضی ہیں اس لیے کہ قاہر بغیر مقہور کے اور قادر بلا مقدور کے صلاحیت' وجود' قوت اور فعل کے

لحاظ سے ناممکن ہے۔

خصوصی صفات کی تعریف:

صفات کی اخص الخاص انفرادیت اور خصوصیت ان کا قادر ہونا ہے اس لیے کہ ذاتی طور پر ممکن کے لیے کسی قدرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ ممکن کے لیے صرف اثر الٰہی کا تعلق قبول کرنے کی طاقت ہے۔

کسب:

کسب سے مراد یہ ہے کہ ممکن کا کسی دوسرے فعل سے تعلق پیدا ہو اس سے تعلق کے وقت قدرتِ الٰہی اسے وجود میں لاتی ہے اسے ممکن کا کسب کہتے ہیں۔

جبر:

محققین کے نزدیک انسان مجبور نہیں ہے چونکہ انسان سے عمل واقع اور سرزد ہوتا ہے اس لیے اگر انسان کو مجبور مانا جائے تو یہ بات اس کے خلاف ہے۔ جبر سے مراد یہ ہے ممکن انکار کے باوجود ایک کام کے کرنے پر مجبور کیا جائے۔ پتھر مجبور نہیں ہے اس لیے کہ اس سے تو کسی فعل کا صادر ہونا ہی متصور نہیں ہے اور نہ اسے عقل عادی دیا گیا ہے۔ پس اس معنیٰ کے اعتبار سے ممکن مجبور نہیں ہے اس لیے کہ کوئی فعل اور عمل اس سے حکمی طور پر مجبوراً سرزد نہیں ہو رہا اور نہ ہی آثار کی موجودگی کے باوجود اس کے پاس فیصلہ کن عقل ہے۔

آزمائش و عافیت:

صفاتِ الٰہیہ کا تقاضا ہے کہ دنیا میں آزمائش اور عافیت دونوں موجود رہیں۔ پس جس طرح غافر (بخشنے والا) ذی العفو (معاف کردینے والا) منعم

(نعمتیں عطا کرنے والا) کی صفات کا وجود ضروری ہے اسی طرح ''المنتقم''
(انتقام لینے والا) کا وجود بھی اس سے کم ضروری نہیں۔ اس لیے کہ اگر اسمائے
الٰہیہ میں سے کوئی اسم ایسا ہو جس کا کوئی حکم نہ ہو تو وہ اسم معطل ہو جائے گا اور
صفاتِ الٰہیہ میں تعطّل محال ہے' اسی طرح اسماءِ الٰہی کے اثر کا ظاہر نہ ہونا بھی محال ہے۔

اِدراک کرنے والی اور اِدراک میں آنے چیزوں کی اقسام:

دریافت کرنے والی اور دریافت ہونے والی چیزوں میں سے ہر ایک
کی دو دو قسمیں ہیں۔ ایک دریافت کرنے والی چیز وہ ہے جو معلوم بھی کر لیتی ہے
اور اس کے پاس خیال کرنے کی قوت بھی موجود ہے۔ ایک دریافت کرنے والی
چیز وہ ہے جو جان لیتی ہے مگر اسے خیال کی قوت نہیں ہوتی۔ دریافت ہونے والی
چیزوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ دریافت ہونے والی ایک وہ چیز ہے جس کی
صورت وشکل ہوتی ہے اسے محض صورت کے ذریعے وہ شخص فوراً جان لیتا ہے
جس کے پاس تخیّل وتصوّر کی قوت نہیں ہوتی اور جس کے پاس تخیّل وتصوّر کی قوت
ہوتی ہے وہ اسے تصوّر سے معلوم کر لیتا ہے اور دریافت ہونے والی دوسری چیز وہ
ہے جس کی کوئی صورت نہیں ہوتی اسے صرف جانا جا سکتا ہے' اس کا تصوّر نہیں ہو
سکتا۔

علم:

علم سے مراد معلوم کا تصوّر کرنا نہیں ہے اور نہ ہی اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ اس
سے معلوم کا تصوّر حاصل ہو' اس لیے کہ ہر معلوم چیز تصوّر میں نہیں آ سکتی اور نہ ہر
کسی چیز کا جاننے والا (عالم) تصوّر کرتا ہے۔ عالم کا کسی چیز کا تصوّر کرنا اس کے

خیال میں آنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور معلوم ہونے والی چیز کے لیے صورت کا ہونا یہ ہے کہ معلوم کی صورت ایسی ہو جسے خیال اپنی گرفت میں لا سکے اور بعض معلومات ایسی بھی ہیں جو ہرگز خیال کی گرفت میں نہیں آتے۔ پس ثابت ہوا کہ معلومات کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

ممکن کا فعل:

اگر ممکن سے فعل درست ہوتو لازم آئے گا کہ وہ قادر بھی ہو۔ چونکہ اس کا کوئی فعل نہیں ہوتا لہٰذا اسے قدرت بھی نہیں ہے۔ پس ممکن کے لیے قدرت کا ثابت کرنا ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں' اس بارے میں ''اشعریوں'' کے ساتھ ہمارا اختلاف ہے جو انسان کے لیے نفی فعل کے باوجود قدرت ثابت کرتے ہیں۔ ایک (واحد) سے ہر حال میں ایک ہی فعل صادر ہوتا ہے۔ پھر کیا کوئی اس صفت سے متصف ہے یا نہ؟ اس میں مصنف کتاب کو تامّل ہے تم اشاعرہ کو نہیں دیکھتے وہ اللہ تعالیٰ کو اس بنا پر موجد ٹھہراتے ہیں کہ وہ قادر ہے اور اس کی قدرت کی خصوصیت کے اس لیے قائل ہیں کہ وہ ''مرید'' ہے اور احکام کی نسبت اس کی طرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ عالم ہے اور کسی چیز کا مرید ہونا عین اس کا قادر ہونا نہیں ہوتا۔ پس اس کے بعد ان کا یہ کہنا کہ وہ ہر حال میں ''واحد'' ہے' کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔ تعلق عام کے حوالے سے یہ کیونکر ہوسکتا ہے جب کہ وہ صفات کو ذات پر زائد ثابت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں اور یہی حال نسبتوں اور اضافتوں کے قائلین کا ہے۔

تمام فرقوں میں سے کسی فرقے کے ہاں بھی تمام حیثیتوں سے وحدت

خالص نہیں ہوئی وہ اس بارے میں کئی مسلک و مشرب رکھتے ہیں۔ کچھ صفات کو ذات پر زائد نہیں مانتے اور بعض صفات کو ذات سے الگ سمجھتے ہیں۔ وحدانیت کا ثابت کرنا دراصل صفاتِ الٰہیہ میں ہوتا ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں؛ یہی بات صحیح اور اصولی ہے۔

صفات نسبتیں اور اضافتیں:

اللہ تعالیٰ کا عالم' زندہ' قادر ہونا اور ایسی تمام دوسری صفات اس کی طرف اضافتیں اور نسبتیں ہیں۔ ان سے مراد کوئی زائد ذوات نہیں ہیں جو اس کے نقص کی طرف لے جائیں' جو کسی زائد چیزوں کی بنا پر کامل ہے وہ ذاتی اعتبار سے ناقص ہوگی اس لیے کہ اس کا کمال زائد کا محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں کامل (کامل لذاتہٖ) ہے' پس ذات پر زائد بالذات کا ہونا محال ہے اور اضافتوں اور نسبتوں سے جائز اور درست ہے۔

رہا بعض حضرات کا یہ کہنا کہ صفات نہ اس کا عین ہیں اور نہ اس کا غیر' یہ بڑی دور کی کوڑی ہے' اس مسلک کے مطابق زائد کا ثبوت ملتا ہے اور ظاہر ہے یہ زائد ''غیر'' ہے۔ پھر کیا یہ ''لا غیر'' کے مطلق ہونے کا انکار نہیں ہے۔ دوسری طرف تم آپس میں دو غیروں کی تعریف اس طرح کرتے ہو کہ ''دو غیر وہ ہیں جن کا ایک دوسرے سے مکان و زمان اور وجود و عدم کے اعتبار سے حقیقتاً جدا کرنا جائز ہو' آپس میں دو غیروں کی یہ تعریف تمام علماء کے نزدیک مسلّم ہے۔

متعلق کی طرف سے تعلقات کا تعدّد اللہ تعالیٰ کے واحد بالذات ہونے پر اثر انداز نہیں ہوتا جیسا کہ متکلم کے زیادہ یا کم ہونے سے احدیت پر

گفتگو میں فرق نہیں پڑتا۔

موصوف کی صفاتِ ذاتیہ ہر چند متعدد ہوں' وہ مجموعِ ذات ہونے کی وجہ سے فی نفسہٖ موصوف کے تعدد پر دلالت نہیں کرتیں' اگرچہ اُن کا ایک دوسرے سے بآسانی امتیاز کرنا آسان ہے۔

جہان میں ہر صورت عرض فی الجوہر ہے اور یہ وہ صورت ہے جس پر اُدھیڑنا' اُکھیڑنا واقع ہوتا ہے جو ہر ایک ہی ہوتا ہے تقسیم صورت میں ہوتی ہے عرض میں نہیں۔

بعض حضرات کا یہ کہنا کہ کثرت کا وجود معلول اوّل سے نکلا ہے اگرچہ اعتبارات کے لحاظ سے معلول ایک ہی ہے جس میں وہ موجود ہوتے ہیں۔ اعتبارِ ثلاثہ سے مراد معلول کی علّت اس کی ذات اور اس کا امکان ہے۔ ہم اُن سے کہتے ہیں کہ تمہاری دلیل علّتِ اولیٰ میں لازم ہے یعنی س میں اعتبارات پائے جاتے ہیں اور وہ واحد ہے۔ پس تم اس سے کیوں انکار کرتے ہو کہ اس سے ایک ہی صادر ہو۔ لہٰذا یا تو تم کثرت کا علّت اوّل سے صادر ہونا تسلیم کرلو یا معلول سے اوّل سے ایک کا صادر ہونا لازم سمجھو اور تم دونوں باتوں کے قائل نہیں ہو۔

غنائے ذاتی اور کمالِ ذاتء کا مالک کسی چیز کی علّت نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کا علّت ہونا معلول پر موقوف ہونے کو لازم ہوگا جب کہ ذاتِ الٰہی کسی چیز پر موقوف ہونے سے پاک ہے اس لیے کہ اس کا علّت ہونا محال ہے' البتہ صفات کبھی اضافتیں قبول کرلیتی ہیں۔

اگر کہا جائے کہ اسم اللہ تو بولا ہی اس ذات پر جاتا ہے جو کامل الذات

اور غنی الذات ہو جو اضافتوں اور نسبتوں کو قبول نہ کرے تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ لفظ علّت کے خلاف کوئی نزاع نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی اصل پر ہے اور اپنے معنیٰ کے لحاظ سے معلول کا تقاضا کرتا ہے۔ پس اگر علّت سے مراد وہی ہے جو اسم اللہ کے بارے میں مراد لیا گیا ہے تو یہ تو مسلّم ہے۔ پھر اس لفظ میں کوئی اختلاف نہیں ہے سوائے اس کے کہ آیا شریعت اس سے منع کرتی ہے اُسے مباح ٹھہراتی ہے یا اُس کے بارے میں خاموش ہے۔

صفات ذات کا مرتبہ ہیں' اُن کا اللہ کے سوا کوئی مستحق نہیں۔ پس صفات نے اپنا حق دار (مستحق) طلب کیا اور وہ اللہ ہے' اللہ نے صفات کو نہیں طلب کیا' مادہ صفات کا طالب تھا۔ صفات اس کی طلب گار تھیں جب کہ ذاتِ حقیقی ہر چیز سے مستغنی ہے۔ اگر صفات اور مادہ کے مابین رابطے کا وہ راز زائل ہو جائے جو ہم نے ذکر کیا ہے تو صفات باطل ہو جائیں گی البتہ کمالِ ذات اپنی جگہ برقرار رہے گا۔ یہاں ظَہرَ زَالَ کے معنی میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ظہر واعن البلد یعنی شہر سے کوچ کر گئے یہ امام سہل تستری کا قول ہے۔ نیز الوہیت کا ایک راز ہے اگر وہ زائل ہو جائے تو الوہیت باطل ہو جائے۔

علم' معلوم اور ان کا باہمی تعلق:

معلوم کے تبدیل ہونے سے علم میں تبدیلی نہیں آتی۔ البتہ تعلق متغیر ہوتا ہے اور تعلق معلوم کی طرف محض ایک نسبت ہے۔ مثلاً علم یہ ہے کہ زید ہوگا اور وہ تھا۔ اب اس کے ہونے کا تعلق حال میں موجود ہے اور اس کے ہونے سے علم کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تعلق کے تغیر سے علم کا تغیر لازم نہیں آتا ایسے ہی سنی

ہوئی اور دیکھی ہوئی چیز کے تغیر سے دیکھنے اور سننے کا تغیر لازم نہیں آتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ علم متغیر نہیں ہوتا۔ اسی طرح معلوم بھی متغیر نہیں ہوتا اس لیے کہ معلوم کا علم دراصل دو ثابت شدہ امور کے درمیان ایک نسبت کا نام ہے۔ پس جسم معلوم ہے جو کبھی متغیر نہیں ہوتا۔ قیام معلوم ہے وہ بھی متغیر نہیں ہوتا۔ البتہ جسم کی طرف قیام کی نسبت ایک ایسا امر معلوم ہے جو تغیر پذیر ہے' نسبت بھی متغیر نہیں ہوتی اور نسبت شخصیہ اُس شخص کے بغیر نہیں ہوتی۔ لہٰذا وہ بھی متغیر نہیں ہوتی اور وہاں سوائے اِن چار کے کوئی معلوم نہیں ہوتا اور وہ یہ ہیں۔ تین ثابت شدہ امور یعنی نسبت' منسوب اور منسوب الیہ اور چوتھی نسبتِ شخصیہ۔

اگر کہا جائے کہ ہم نے منسوب الیہ کی طرف تغیّر کو اس لیے ملایا ہے کہ وہ کبھی ایک حالت علّت پر ہوتی ہے اور کبھی دوسری حالت پر' تو ہم کہتے ہیں کہ ہم نے منسوب الیہ کو دوسری نظر سے دیکھا جب کہ آپ نے اسے حقیقت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ اس کی حقیقت غیر متغیر ہے یہ منسوب الیہ کے اعتبار سے نہیں اور میں نے اس کی طرف کسی حال میں منسوب الیہ ہونے کی وجہ سے نظر کی ہے۔ پس اس وقت دوسرا منسوب الیہ نہیں ہوتا' یہ وہ حالت ہے جس کے متعلق میں نے کہا ہے کہ وہ زائل ہو جاتی ہے' اس لیے کہ وہ اپنے منسوب سے الگ نہیں ہوتی اور یہ دوسرا منسوب ہے جس کی طرف اور نسبت ہے۔ چنانچہ اس وقت نہ علم متغیر ہوتا ہے اور نہ معلوم' اور جس طرح چاہو کہہ سکتے ہو کیونکہ علم کی معلومات کے ساتھ یا کئی نسبتیں ہیں یا ایک ہی نسبت ہوتی ہے۔

علم تصوّری کی کوئی چیز نظر و فکر کے ساتھ حاصل نہیں ہوتی۔ پس حاصل

کیے گئے علوم ایک تصوری نسبت ہے جو معلوم تصوری کی طرف ہوتی ہے۔ اسی طرح نسبت مطلقہ کا تعلق بھی علم تصوری ہے۔ پس جب تم حاصل کرنے کی نسبت علم تصوری کی طرف کرو گے یہ صرف تمہارے ایک لفظ کے سُننے کی بناء پر ہے جو ایک گروہ نے ایک خاص معنیٰ کے لیے بطور اصطلاح وضع کیا ہے اور اس سے ہر آدمی واقف نہیں ہے اور نہ ہی ہر شخص یہ جانتا ہے کہ یہ لفظ اُس پر دلالت کرتا ہے اس لیے وہ اس کے معنیٰ دریافت کرتا ہے جن پر اس لفظ کا اطلاق ہوا ہے کہ اس کے معنیٰ کیا ہیں؟ چنانچہ جس سے دریافت کیا جا رہا ہوتا ہے وہ اپنے علم کے مطابق اس لفظ کے ایک معنٰی معین کرتا ہے۔ اگر سائل کے پاس دلالت اور معنی کے اعتبار سے اس شخص کی مراد اور اس اصطلاح کے مطابق اس کے معنیٰ تک پہنچنے کا علم نہ ہو تو وہ اسے قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اسے پہچانے گا۔ پس ضروری ہے کہ تمام معنیٰ اس کے نفس میں مذکور ہوں اور وہ بتدریج منکشف ہوتے رہیں۔

علم کی تعریف اور تقاضا یہ ہے کہ وہ معلومات کا احاطہ کرے۔ اس سے تو یہ بات برآمد ہوتی ہے کہ معلومات متناہی ہیں جب کہ معلومات کا متناہی ہونا محال ہے۔ لہٰذا ان کا احاطہ بھی ناممکن ہے۔ البتہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ علم ہر ایک معلوم کی حقیقت کا احاطہ کرتا ہے ورنہ کوئی معلوم بطریق احاطہ علم میں نہیں آ سکتا' کیونکہ جس نے بات کسی وجہ سے جان لی اور اسے ہر وجہ سے نہ جانا تو اس نے اس بات کا احاطہ کب کیا؟

بصیرت سے کسی چیز کا دیکھنا علم ہے اور بصر سے کسی چیز کو دیکھنا حصولِ

علم کا ذریعہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا سمیع و بصیر ہونا تفصیلی تعلق ہے۔ یہ دونوں علم کے لیے حَکَم ہیں' تشبّہ متعلق کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جو مسموع اور مُبصر ہے۔

ازل:

ازل ایک سلبی تعریف ہے اور یہ دراصل اوّلیت کی نفی ہے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ''اوّل'' کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے مراد صرف مرتبہ ہوتا ہے۔ اشاعرہ کے نزدیک ماسویٰ اللہ حادث ہے اور اس پر وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ ممکنات اور ان کے اعراض حادث ہیں۔ ہمارے نزدیک ان کی یہ بات درست نہیں ہے جب تک وہ ہر ماسویٰ اللہ کے حادث ہونے کے حصر پر دلیل نہ قائم کریں اور جس چیز کے حادث ہونے کے وہ قائل ہیں' اس کے حادث ہونے کے ہم بھی قائل ہیں۔ ہر وجود قائم بنفسہ اور غیر متحیز ہے اور وہ ممکن ہے نہ تو اس کے وجود کے ساتھ زمانے لاحق ہوتے ہیں اور نہ مکان اور جگہ ان کا تقاضا کرتے ہیں۔

اشاعرہ کے نزدیک ممکن اوّل اپنے زمانۂ وجود پر مقدم اور اپنے زمانہ وجود سے موخر ہوسکتا ہے۔ ان کے نزدیک اس مسئلے میں زمانہ مقدر ہے' موجود نہیں ہے۔ اس کا اختصاص اسے خاص کرنے والے کے لیے دلیل ہے۔ پس زمانے کے عدم ہونے کی بناء پر یہ دلیل فاسد ہے۔ لہٰذا یہ دلیل نہیں بن سکتی۔

اگر اشعری یہ کہیں کہ ممکنات کی نسبت وجود کی طرف یا وجود کی نسبت ممکنات کی طرف باعتبار نسبت کے نہ باعتبار ممکن کے ایک نسبت ہے' تو بعض ممکنات کو وجود کے ساتھ خاص کرنا اور بعض کو نہ کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے لیے کوئی خاص کرنے والی چیز ہے۔ لہٰذا یہ بات اللہ تعالیٰ کے ماسویٰ کے

عین حادث ہونے کی واضح دلیل ہے۔

زمانہ:

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ زمانہ ایک وہم کردہ مدت ہے جسے آسمان کی حرکت قطع کرتی ہے، صحیح بات نہیں ہے، اس لیے کہ وہم کرنے والے کے پاس اس کا کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں ہے۔ نیز اشاعرہ کے ممکن اوّل کے بارے میں زمانے کے اندازے کا بھی انکار کرتے ہیں۔ پس آسمان کی حرکت فرضی ہے اگر کوئی دوسرا کہے کہ زمانہ فلک کی حرکت ہے اور فلک محدود اور متحیز ہے تو حرکت ایک ہی جگہ روبہ عمل ہے۔

میں دونوں بڑے گروہوں یعنی اشعریوں اور مجسمین (تجسیم کے قائل) پر حیران اور متعجب ہوں کہ وہ لفظ مشترک سے کس طرح غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں اور انہوں نے کیونکر اس لفظ کو تشبیہ کا موجب قرار دے دیا ہے۔ تشبیہ ہمیشہ لفظ مثل یا دو باتوں کے درمیان کاف صفتی کے ساتھ ہوتی ہے اور آیات واحادیث میں سے جس چیز کو بھی انہوں نے تشبیہ سمجھ لیا ہے، اس کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔

پھر اشعریوں نے یہ سمجھا کہ جب ہم نے تاویل کر لی تو تشبیہ سے نکل گئے حالانکہ وہ تشبیہ سے نہیں نکلے۔ فرق یہ ہوا ہے کہ وہ تشبیہ بالاجسام سے نئے معانی کی تشبیہ (تشبیہ بالمعانی) میں مبتلا ہو گئے۔ ہیں اور یہ ایسی تشبیہ ہے جو حقیقت کی قدیم تعریفات سے مختلف ہے۔ پس وہ محدثات کے ساتھ تشبیہ کے دائرے سے قطعاً باہر نہیں نکلے۔

اگر ہم اُن کی بات پر عمل کرتے تو ہم استواء جس کے معنی استقرار

(قرار پکڑنا) کے ہیں کے اس معنی کی طرف رجوع نہ کرتے جس میں استواء سے مراد استیلاء یعنی غلبہ پانا ہے جیسا کہ انہوں نے بالخصوص عرش کے بارے میں اپنے موقوف سے عدول کیا ہے۔ عرش کی طرف ہی استواء کی نسبت کی گئی ہے۔ ظاہر ہے ''سریر'' (تخت) کا ذکر کرنے سے استیلاء یعنی غلبہ حاصل کرنے کے معنی باطل ہو جاتے ہیں اور یوں انہیں استقرار کے معنی کے خلاف پھیرنا بھی مشکل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ تشبیہ استواء کے ساتھ ہوئی ہے اور استواء معنی ہیں تشبیہ مستوی کے ساتھ نہیں دی گئی جو جسم ہے اور استواء ایک حقیقت' سمجھ میں آنے والی' معنوی بات ہے جو ہر ایک ذات کی طرف منسوب ہو سکتی ہے جس کی ذات کا تقاضا اس حقیقت کے لیے ہو۔ لہٰذا ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم استواء کو ظاہری معنی سے پھیرنے کا تکلف کریں۔ یہ ایک ایسی صاف غلطی ہے جو کسی سے مخفی نہیں۔

رہے مُجَسِّمَہ (تجسیم کے قائل) تو ان کے لیے لائق نہ تھا کہ وہ وارد ہونے والے کسی ایسے لفظ کے ایک احتمال پر دارومدار رکھ دیں جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے واقف اور اس کے قائل ہیں کہ:

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ ۞

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں''۔ [الشوریٰ : ۱۱]

جیسے اللہ تعالیٰ نے برائی کا حکم نہیں دیا اس طرح وہ برائی چاہتا بھی نہیں ہے۔ لیکن اس کے لیے اس کی تقدیر اور اندازہ وارد ہوا ہے اس لیے کہ برائی کا برا ہونا اس کا عین (حقیقت) نہیں ہے بلکہ یہ تو اس کا حکم ہے اور چیزوں میں حکم الٰہی

مخلوق نہیں ہے اور جس چیز پر خلق کا اطلاق نہ ہو وہ مراد نہیں ہوتی۔ اگر ہم اس کو اطاعت میں لازم پکڑیں تو اس کا التزام کریں گے۔ ہم کہتے ہیں۔

طاعت کے بارے میں ارادہ سمعی طور پر ثابت ہے کہ عقلی طور پر:

تم نے اسے برائی کے بارے میں ثابت کیا ہے ہم طاعت کے بارے میں ارادۂ الٰہی کو ایمان کے ساتھ قبول کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے اعراض ہونے کے باوجود اعمال کے وزن اور ان کے صورت پذیر ہونے کو تسلیم کیا ہے' اس سے ہماری بات پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔

ایسا عدم ممکن جس کے وجود پر اس کا حکم متقدم ہو' مراد نہیں ہوتا لیکن وہ عدم جس کے ساتھ حکم ملحق ہو بایں معنیٰ کہ اگر وجود نہ ہوتو وہ عدم اس پر پھیلا ہوا ہوتا وہ وجود ممکن کی مراد حالی ہے' اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے ساتھ عدم لاحق ہو اور ممکن کا عدم جو مراد نہیں ہے وہ وہ ہے جو واجب الوجود کے مقابل ہے۔ اس لیے کہ وجود مطلق کا مرتبہ عدم مطلق کے بالمقابل ہے جو ممکن کے لیے ہے کیونکہ اس مرتبہ میں ممکن کے وجود کا جواز نہیں ہے' یہ بات صفاتِ الٰہیہ میں ہے نہ کسی اور بات میں۔ عقل کے اعتبار سے کسی ایسے قدیم وجود کا ہونا محال نہیں ہے جو اللہ نہیں ہے۔ چنانچہ اگر اللہ کے علاوہ کوئی وجود قدیم نہیں ہے تو سمعی (از روئے کتاب وحدیث) طور پر اس کا ثبوت ہے نہ کہ کسی اور ذریعے سے۔

مُخَصِّص کا مرید الوجود ہونا ممکن ہے جس کی تخصیص اس کے وجود کے لیے از روئے وجود کے نہیں ہے البتہ کسی ممکن کے ساتھ اس کی نسبت ہونے کی بنا پر ہو جو نسبت کسی دوسرے ممکن کے لیے بھی جائز ہو۔ پس وجود از روئے ممکن کے

مطلق ہے نہ از روئے اس ممکن کے جو نہ مراد ہے اور نہ کسی ممکن کے ساتھ واقع ہے اس لیے کہ جب وہ کسی ممکن کے ساتھ واقع ہو تو وہ مراد نہیں ہوتا مگر اس کے کسی اور ممکن کے ساتھ نسبت ہونے کی بنا پر وہ مراد ہوتا ہے۔

دلیل مُخَصِّص کے سبب کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے اور دلیل اس مقام پر دلالت کرتی ہے جس میں اس مُخَصِّص کی طرف کسی نفی یا اثبات کی نسبت ہو۔ جیسے کہ بعض ایسے لوگوں کا خیال تھا جنہوں نے اس بارے میں میرے ساتھ گفتگو کی، ہمیں ان کے خیال پر توقف تھا لیکن رسول کے ثبوت کی دلیل تو مرسل (بھیجنے والے) پر ہے۔ چنانچہ ہم نے الوہی نسبتوں کو رسول سے لیا۔ اس لیے ہم نے طے کر لیا کہ ایسے ہے اور ایسے نہیں ہے۔ پس یہ کون سی سوچنے کی بات ہے۔ دلیل واضح ہے کہ اس کا وجود اُس کی عین ذات ہے اور اس کا وجود اس کی ذات کی علت نہیں جو ثبوت کے لیے دوسری چیز کی محتاج ہو، وہ ہر اعتبار سے کامل ہے وہ موجود ہے اور اس کا وجود عین اس کی ذات ہے نہ کہ کچھ اور۔ واجب بالذات اپنے وجود بالذات میں نہ ممکن کا محتاج ہے اور نہ ہی ممکن اس کی ضرورت اسے استغنائے ذاتی حاصل ہے اور اسی کو اِلٰہ کہا جاتا ہے اور ذات واجبہ کا ہر محقق کے حقائق کے ساتھ تعلق پکڑنے کو علم کہتے ہیں، خواہ یہ تعلق وجود سے ہو یا عدم سے۔ اسی طرح ذات کا تعلق ممکنات کے ساتھ اس حیثیت سے ہونا جس پر ممکنات ہیں ''اختیار'' کہا جاتا ہے۔

ممکن کے ساتھ ذات کا تعلق اس کے ممکن ہونے سے پہلے تقدم علم کی وجہ سے مشیت کہلاتا ہے ممکن کے لیے دو امور جائزہ میں سے مقرر طور پر ایک کے

ساتھ ذات کے خصوصی تعلق کو ارادہ کہا جاتا ہے۔ کائناتِ عالم کو وجود میں لے آنے کے تعلق کو قدرت کہتے ہیں۔ عالم کے ساتھ ذات کے سنانے کے تعلق کو امر کہتے ہیں۔ یہ دو قسم پر ہے۔ ایک بالواسطہ دوسرا بلا واسطہ' واسطے کے ہٹنے سے امر کا نافذ ہونا ضروری ہے اور واسطے سے امر کا ہونا لازم نہیں ہوتا اور حقیقت امر کچھ نہیں' اس لیے کہ اللہ کے امر کو کوئی چیز روکنے والی نہیں ہے۔ ذات کے ساتھ مخلوق کے سنانے کے تعلق کو پھیرنے کے لیے یا جس سے وہ صادر ہو اس کے ممکن ہونے کو نہی کہتے ہیں' تقسیم کے اعتبار سے اس کی صورت امر کی ہے۔

ذات کا تعلق اس چیز کے ساتھ جس پر وہ ہے یا کائنات میں سے کسی اور چیز کے ساتھ یا جو کچھ نفس میں ہے اس کے ساتھ تعلق کو اخبار کہتے ہیں۔ اگر ذات کسی چیز کے طریق اور شکل کے ہونے سے تعلق پکڑ لے تو وہ استفہام کہلاتا ہے اور اگر امر کے صیغے سے بروجہ نزول کسی چیز کے ساتھ تعلق پیدا کرے تو وہ دعا ہے' اگر ذات کا تعلق امر کے باب میں اس جگہ تک پہنچے تو یہ کلام ہے۔

ذاتِ واجبہ کا علم کی شرط کے بغیر کلام کے ساتھ تعلق پکڑنا سمع کہلاتا ہے۔ اور اگر ذات تعلق پکڑے اور تعلق فہم مسموع کے تابع ہو تو یہ فہم ہے۔ ذات ِ واجبہ کا کیفیت نور اور نور کی حامل نظر آنے والی چیزوں سے تعلق بصر اور رویت کہلاتا ہے۔ ہر ایسی ادراک میں آنے والی چیز کے ادراک کے ساتھ تعلق جس کا ان تعلقات میں سے سوائے اس کے کسی کے ساتھ تعلق درست نہیں حیات کہلاتا ہے۔ اِن سب کی حقیقت ایک ہے۔ البتہ تعلقات' متعلقات کے حقائق اور مسمیات کے اسماء کے تعدّد کی وجہ سے کئی ہو گئے ہیں۔

نورِ عقل اور نورِ ایمان:

عقل کے پاس ایک نور ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ خصوصی امور کو معلوم کر لیتی ہے، مگر ایمان کے پاس وہ نور ہے کہ اگر کوئی رکاوٹ نہ ہو تو اس کے ذریعے ہر چیز معلوم کی جا سکتی ہے۔ نورِ عقل کے ذریعے صفاتِ الٰہیہ نیز جو چیزیں ان کے لیے ضروری ہیں، جو محال ہیں، جو جائز ہیں، ان سب کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے اور اگر نورِ عقل کو ایمان کا نور بھی حاصل ہے تو عقل ذاتِ الٰہی کی معرفت حاصل کر لیتی ہے نیز وہ ان کمالات کا اِدراک کر لیتی ہے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے۔ ہمارے نزدیک ذات ذاتِ منسوب اور منسوب الیہا کی پہچان کے بغیر کیفیت کی معرفت ممکن نہیں ہے جس کی نسبت احکام سے ذات کی طرف ہو سکے اور اسی وقت کیفیت نسبت جو اس ذاتِ خاص کے لیے مخصوص ہے پہچانی جاتی ہے۔ مثلاً ''استواء''، ''معیت''، ''ید'' اور ''عین'' وغیرہ۔

حقائق تبدیل نہیں ہوتے:

اعیان منقلب نہیں ہوتے اور حقائق نہیں بدلتے۔ آگ اپنی حقیقت سے جلاتی ہے نہ کہ اپنی صورت سے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا

''اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جا''۔ [الانبیاء : ٦٩]

یہاں آگ کی صورت کو خطاب ہے اور یہ صورت اس کی چنگاریاں ہیں، چنگاریوں کے اجرام آگ کے ساتھ مل کر جلاتے ہیں۔ چونکہ آگ ان چنگاریوں سے قائم ہوتی ہے اس لیے ان کا نام آگ رکھا گیا۔ پس وہ برودت

(ٹھنڈک) کو اسی طرح قبول کرتی ہے جس طرح انہوں نے حرارت کو قبول کیا ہوتا ہے۔

وجود کے بقا کا استمرار باقی پر ہے نہ کسی اور پر' یہ کسی صفت زائدہ پر موقوف نہیں جو بقا اور تسلسل کی محتاج ہو' البتہ مُحدَث کے بارے میں اشاعرہ کا مسلک مختلف ہے۔ اس لیے کہ بقاء عرض ہے سو وہ بقا کا محتاج نہیں ہے اور یہ اللہ کی بقا کے بارے میں ہے۔

کلام:

کلام اپنی حیثیت میں واحد (ایک) ہے' تقسیم متکلم میں ہے نہ کہ کلام میں' پس امر' نہی' خبر' طلب خبر' اور کلام میں طلب' کلام میں ایک ہیں۔

اسمِ مسمیٰ اور تسمیہ:

اسم' مسمیٰ اور تسمیہ کا اختلاف لفظ کا اختلاف ہے۔ یہ کہنا کہ:

تَبَارَکَ اسْمُ رَبِّکَ

''بڑی برکت والا ہے نام آپ کے رب کا''۔ [الرحمٰن : ۷۸]

یا

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ

''پاکی بیان فرمایئے اپنے رب کے نام کی''۔ [الاعلیٰ : ۱]

یہ نہی کے مثل ہے کہ مصحف لے کر دشمن کی سرزمین میں سفر نہ کرو۔ کافروں کے لیے بطور حجت یہ بات کہی گئی کہ:

اَسْمَاءٌ سَمَّیْتُمُوْهَا

''یہ تو صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں''۔

[النجم : ۲۳]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسم مُسمّیٰ ہی ہوتا ہے کافروں نے اشخاص کو معبود ٹھہرایا ہوا تھا انہوں نے صفاتِ الوہیت کی نسبت کو پوجا۔ پس اس بات میں کوئی کلام نہیں کہ اسم ہی مسمی ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہو گا تو باعتبار لغت اور وضع کے ہو گا نہ کہ باعتبار معنیٰ کے۔

وجودِ ممکنات:

ممکنات کا وجود' وجودِ ذاتی اور عرفانی کے مراتب کمال کے لیے ہے اور بس' ہر ممکن دو میں سے ایک قسم میں منحصر ہے یا پردے میں ہے یا ظاہر ہے۔ پس ممکن اپنی آخری انتہا اور کمال کو پہنچ گیا کہ اس سے زیادہ کامل اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر اکمل لامتناہی ہوتا تو کمال کی پیدائش کا تصور ہی نہ تھا پس یہ حضرت کمالیت کے مطابق پایا گیا اور کامل ہو گیا۔

معلومات اس حیثیت میں کہ ان کا اِدراک ہوتا ہے' حسّ ظاہر و باطن میں منحصر ہیں۔ یہ اِدراک باطنی اور بدیہی ہوتا ہے اور اگر وہ معنی اور خیال ہو تو جو کچھ عقلی طور پر اس سے برآمد ہوتا ہے وہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر وہ صورت ہو تو خیالِ بغیر صورتوں کے مرکب نہیں ہوتا۔ پس عقل انہی چیزوں کو گرفت میں لاتی ہے جنہیں خیال ترکیب میں لاتا ہے اور یہ بات خیال کے بس میں نہیں ہے کہ ان باتوں کو تصور میں لائے جنہیں عقل اکٹھا کرتی ہے۔ البتہ قدرتِ الٰہی ایک ایسا راز ہے جو ان سب سے علیحدہ ہے' یہاں عقل ساکت ہو جاتی ہے۔

حسن وقبح:

خوبی اور برائی اچھی اور بری چیز کے لیے ذاتی ہوتی ہے' البتہ بعض چیزوں کا حسن وقبح کمال یا نقص' غرض' یا طبعی نفرت یا وضع کی نگاہ کے تحت ہوتا ہے اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا حسن وقبح سوائے اس حق کے جس کو شریعت کہتے ہیں' معلوم نہیں کیا جا سکتا۔

پس ہم کہتے ہیں یہ چیز اچھی ہے یہ بری ہے' یہ شریعت کی طرف سے خبر ہے' حکم نہیں ہے۔ اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ یہ چیز زمانہ' حالات' اور شخص کے ساتھ مشروط ہے اور ہم نے یہ شرط اس لیے عائد کی ہے کہ بعض لوگ ابتدائی طور پر قتل' اور بطور حدّ قتل یا نکاح سے پہلے اور اس کے بعد ازدواجی تعلقات کی یکساں نوعیت کو دیکھ کر ہر دو صورتوں میں یکسانیت اور ان کے مابین کوئی فرق نہ ہونے کی غلط فہمی میں پڑ جاتے ہیں۔ اور ہم اس طرح نہیں کہتے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ ان دونوں میں وقت مختلف ہے اور ہر وقت کا اپنا تقاضا ہے۔ بدکاری میں نکاح کے لوازمات موجود نہیں ہوتے اور کسی چیز کے حلال ہونے کا وقت عین اس کے حرام ہونے کا زمانہ نہیں ہے۔ اگر عین حرام ایک ہی ہو تو زید سے ایک زمانہ میں جو حرکت صادر ہوئی وہ دوسرے زمانے میں دوبارہ شمار کیوں ہو اور نہ ہی عمرو سے جو حرکت صادر ہو رہی ہے وہ زید والی حرکت کا عین ہے۔ پس بری چیز کبھی اچھی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ جو حرکت خوبی یا برائی سے موصوف ہے وہ دوبارہ عود نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ اچھائی اور برائی سے بخوبی آگاہ ہے جب کہ ہم نہیں جانتے۔

پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ بری چیز کا اثر بھی برا ہو کبھی اس کا اثر اچھا بھی

ہوتا ہے اور اسی طرح بعض اوقات اچھائی کا اثر بُرا برآمد ہوتا ہے۔ مثلاً سچائی خوبی ہے مگر بعض مواقع پر اس سے نتائج خراب نکلتے ہیں۔ پس جس طرف ہم نے آپ کی توجہ دلائی ہے‘ غور کرلو‘ انشاءاللہ حق واضح ہو جائے گا۔

دلیل کی نفی سے مدلول کی نفی لازم نہیں آتی‘ اس بنا پر حلولی (جو انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کے حلول کرنے کے قائل ہیں) کی بات صحیح نہیں ہے۔ جو کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز میں ہوتو وہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردے زندہ کرتی ہے۔ تقدیرِ الٰہی پر راضی ہونا ضروری ہے جس معاملے پر تقدیر کا عمل ہو رہا ہے اس پر راضی ہونا ضروری نہیں۔ قضا اللہ کا حکم ہے۔ چنانچہ اس پر راضی رہنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور جس معاملے پر قضا نافذ ہو رہی ہے وہ محکوم بہ ہے‘ اس پر ہماری رضا ضروری نہیں۔ اگر اختراع سے مراد مُختَرِع (پیدا کرنے والے) کے دل میں مُختَرَع (پیدا کی جانے والی چیز) کا مفہوم پیدا ہونا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔ اور اگر مُختَرِع سے مراد کسی مثال سابق کے بغیر پیدا کرنا ہے جس میں وہ چیز ظاہر ہو تو اس طرح اللہ تعالیٰ کو اِختراع سے موصوف کرنا جائز ہے۔

عالم کا اللہ تعالیٰ سے ربط:

عالم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ممکن کا واجب کے ساتھ ارتباط اور مصنوع کی صانع کے ساتھ پیوستگی ہے۔ جہان (عالم) کے لیے کے لیے ازل میں کوئی وجودی مرتبہ نہیں کیونکہ یہ مرتبہ واجب بالذات کے لیے ہے اور وہ اللہ ہے نہ اس کے سوا کوئی چیز ہے اور نہ اس کے ساتھ‘ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ عالمِ موجود ہو یا معدوم۔

پس جو شخص اللہ تعالیٰ اور عالم کے درمیان دوری کا وہم کرتا ہے تو وہ وجود ممکن کے تقدم و تاخر کی بنا پر ایسا کرتا ہے۔ یہ وہم باطل ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ چنانچہ ہم نے اشاعرہ کے برخلاف حدوث عالم کے دلائل میں یہ بحث کی ہے۔ اسی لیے اس تعلق میں ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔

معلوم کے ساتھ علم کے تعلق سے نفس عالم اور اس کے امثال میں معلوم کا حاصل ہونا لازم نہیں آتا۔ علم معلومات کے ساتھ بحیثیت خود جس حال میں وہ معلومات ہیں تعلق پکڑتا ہے۔ یہ تعلق وجود اور عدم کی بنا پر ہوتا ہے۔ کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ بعض معلومات کے لیے وجود میں چار مرتبے ہیں: ذہنی، عینی، لفظی اور خطی۔

اگر ذہن سے مراد علم ہے تو یہ بات تسلیم شدہ نہیں ہے۔ اگر ذہن سے مراد خیال ہے تو یہ بات مسلّم ہے لیکن ہر معلوم میں ایک خاص تخیل ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر عالم میں تخیل ہے مگر خاص طور پر بغیر ذہن کے درست نہیں کیونکہ وہ شکل میں اصل کے مطابق ہوتا ہے۔

معلوم لفظی اور معلوم خطی ایسے نہیں ہوتے اس لیے کہ لفظ اور خط دلالت اور تفہیم کے لیے وضع لیے گئے ہیں پس معلوم لفظی اور خطی اپنی صورتِ لفظی اور خطی کے اعتبار سے صورت حقیقیہ عینیہ پر وارد نہیں ہوتے۔ پس زید لفظی اور خطی اعتبار سے ز ا 'یـ' اور 'د' ہے۔ لفظ میں اور لکھنے میں اس کا کوئی دائیں بائیں اور طرفیں نہیں ہیں اور نہ ہی اس کا عین اور سمع ہے۔ اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ صورت کی رو سے اس پر تنزل نہیں ہوتا۔ البتہ دلالت کے اعتبار سے اس پر تنزل

ہوتا ہے اسی لیے جب اس میں ایسی مشارکت واقع ہوتی ہے جو دلالت کو باطل کر دیتی ہے تو ہمیں تعریف' بدل اور عطفِ بیان کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور وجودِ ذہنی میں مشارکت ہرگز داخل نہیں ہوتی۔غور فرما لیجیے۔

عقل کی تین سو ساٹھ وجوہات:

ہم نے ''کتاب المعرفت الاولیٰ'' میں حصر کی شکل میں عالم کے اندر عقل کی وجوہ اور دسترس کا بیان کر دیا تھا مگر یہ وضاحت نہیں کی تھی کہ اس حصر کا ہمارے پاس ذریعہ کیا ہے؟ تو واضح رہے کہ عقل کی تین سو ساٹھ وجوہ ہیں۔ان میں سے ہر وجہ (صورت بنیاد) اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین سو ساٹھ وجوہ کے مقابل ہے۔ ہر ایک وجہ عقل کو ایسے علم سے مدد دیتی ہے کہ وہ مدد دوسری وجہ نہیں دے سکتی۔

پس جب تم وجوہِ عقل کو اخذِ فیض کی وجوہ سے ضرب دو گے تو اس سے جو برآمد ہوگا وہ عقل کے وہ علوم ہیں جو لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں جو ''نفسِ کلیہ'' ہے۔

اور یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں ہم نے کشفِ الٰہی کے ذریعے بیان کیا ہے ان میں سے کوئی چیز عقل کی دلیل کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس کے قائل کی اس بات کو تسلیم کرتی ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ کشفی باتیں اسی طرح قبول کر لی جاتی ہیں جیسے کسی دانا شخص سے عقل اول کے تین اعتبارات کو بغیر دلیل کے مان لیا جاتا ہے۔ یہ بات اس سے بہتر ہے کیونکہ صاحبِ دانش انسان دلیل سے کسی بات کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ ''عقل اول'' کے ذریعے دخل اندازی کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم

نے ''عیون المسائل'' میں ''اَلدرّۃُ البیضاء'' کے مسئلے میں اس کا ذکر کیا ہے اور جو بات ہم نے کہی ہے اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ ہم نے یہ دعویٰ علم کلام (علمِ عقلی) کے ذریعے نہیں کیا' ہم نے اس کا دعویٰ تعریف کے طور پر کیا ہے۔ منکر کی زیادہ سے زیادہ بات یہی ہو سکتی ہے کہ وہ قائل سے کہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو' اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کی جا سکتی' یہ ایسے ہے جیسے اس بات کو ماننے والا کہے کہ تم سچ کہتے ہو۔ پس ہمارے اور اعتباراتِ ثلاثہ کے قائلین کے مابین یہی فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے توفیق کی ارزانی ہوتی ہے۔

عالمِ خلق میں ہر ممکن کی دو صورتیں ہیں۔ ایک وجہ اس کے سبب سے متعلق ہے اور ایک کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ پس اس پر جو حجاب اور ظلمت طاری ہوتی ہے وہ اس کے سبب کی وجہ سے ہے اور اس پر نور و کشف کا جو فیضان ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ عالمِ امر کے کسی ممکن کے لیے حجاب کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا' اس لیے کہ اس کا صرف ایک ہی رخ (وجہ) ہے اور وہ نور محض ہے۔

اَلاَ للّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط ۞

''لوگو سن لو! خالص بندگی اللہ ہی کے لیے ہے''۔ [الزمر : ۳]

عقلی دلائل کا تقاضا ہے کہ ایجاد کا تعلق قدرت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ارشاد فرماتا ہے کہ وجود امرِ الٰہی سے واقع ہوتا ہے۔ فرمایا:

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنٰہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۞

''جس چیز کا ہم ارادہ کریں اس سے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے کہ ہم اس

سے کہیں کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتی ہے''۔ [النحل : ۴۰]

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم امر کا جائزہ لیں کہ وہ کیا چیز ہے؟ اور قدرت سے متعلق کیا ہے؟ تا کہ عقل اور سمع (قرآن وحدیث) میں مطابقت پیدا کی جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ ''فیکون'' (پس وہ ہو جاتا ہے) کے قول سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہوگئی۔ اب جسے حکم دیا جارہا ہے وہ وجود ہے۔ پس ارادۂ الٰہیہ دو ممکنوں میں سے ایک کے ساتھ مخصوص ہوا جو وجود ہے اور قدرت ممکن کے ساتھ متعلق ہوئی تو اس میں ایجاد کی تاثیر ظاہر ہوئی۔ یہ عدم اور وجود کے مابین کی حالت ہے جو عقل میں آنے والی ہے۔ اب حکم کا خطاب اس مخصوص چیز سے متعلق ہوا کہ وہ ہو جائے' اس نے سرِ تسلیم خم کیا اور ہو گیا۔ اگر ممکن کے لیے کوئی حقیقت نہ ہوتی اور نہ وجود کے ساتھ اس کا کوئی وصف ہوتا اس حیثیت میں کہ اس حقیقت پر وجود کا امر ہو رہا ہے تو وجود واقع نہ ہوتا اور جو لوگ کن کی تفصیل اور تشریح مراد کی تیاری سے کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ واجب الوجود کے لیے اولیت کی معقولیت غیر کے ساتھ وجوب مطلق کے ہونے سے نسبت سلبیہ رکھتی ہے۔ پس وہ ہر مقید کے لیے اول ہے اس لیے کہ یہ تو محال ہے کہ اسے مرتبۂ وجودِ مطلق میں کوئی راہ ہو اس لیے کہ یا تو وہ بحیثیت وجوبِ مطلق کے ہوگا' پس یا تو وہ اپنی ذات میں ہوگا اور یہ محال ہے یا اس کا قائم مقام ہوگا۔ اور یہ بھی کئی وجوہ کی بنا پر محال ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے جو واجب مطلق کو لازم ہے۔ اگر اس کے ساتھ یہ احتیاج کے ساتھ قائم ہو تو یا تو وہ اپنی ذات کے لیے مُقوِّم ہو اور یہ محال

ہے یا اپنے مرتبے کو سنبھالنے والا ہوگا تو یہ بھی محال ہے۔

واجب مطلق کے لیے معقولیت اولیہ ایک وصفی نسبت ہے جسے عقل ممکن کی طرف نسبت کیے بغیر نہیں پا سکتی۔ پس واجب مطلق اول اس اعتبار سے ہو' اگر یہ فرض کیا جائے کہ ممکن کا کوئی وجود ہی نہیں نہ از روئے قوت اور نہ از روئے فعل، تو واجب مطلق کے لیے اولیت کی نسبت ختم ہو جائے گی اس لیے کہ اس کے ساتھ کوئی متعلق نہیں ہوگا۔

ممکنات کو سب سے زیادہ جاننے والا سوائے اپنی ذات کے اپنے موجد کو نہیں جانتا' وہ ذاتِ ممکن اور اس سے موجود ہونے والی چیز ہی کو جانتا ہے اس کے علاوہ نہیں۔ اس لیے کہ کسی چیز کا علم اسے احاطہ کرنے اور اس سے فارغ ہونے کی خبر دیتا ہے۔ یہ بات بارگاہِ الوہیت کے حق میں محال ہے۔ پس اس کا علم حاصل کرنا بھی محال ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ اس کے کچھ حصے کا علم حاصل ہو کیونکہ اس کے ٹکڑے اور حصے نہیں ہو سکتے۔ پس اس کا علم یہی ہے کہ جو اس سے ہو رہا ہے اور ہوگا اور وہ ''تو ہی'' ہے۔ پس تو ہی معلوم ہے۔

اگر یہاں یہ کہا جائے کہ ہمارا کسی بات کو جان لینا کہ وہ ایسے نہیں ہے' اس کے ساتھ ہمارا علم ہی تو ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ تمہاری اس تعریف ہی نے تو بات کھول دی ہے کہ نفی مشارکت کے سلسلے میں دلیل جس بات کا تقاضا کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے تم نے اپنے آپ کو ذات مجہولہ سے از روئے حیثیت معلومہ کے علیحدہ کر دیا ہے۔ چنانچہ صفاتِ ثبوتیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے جو اس کی ذات

میں ہیں یہ کیفیت پیدا ہوئی ہے جو کچھ تم نے معلوم کیا ہے اس پر غور کرو اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو۔

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً

''اور کہو اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما''۔ [طٰہٰ : ۱۱۴]

اگر تم اسے جان لیتے تو وہ نہ ہوتا اور اگر وہ تمہیں فراموش کر دیتا تو تم نہ ہوتے اس نے اپنے علم سے تمہیں پیدا کیا اور تم نے اپنی عاجزی سے اس کی عبادت کی پس وہ وہی ہے اپنے لیے ہے' تمہارے لیے نہیں اور تم تم ہی ہو اور اُس کے لیے ہو تم اس کے ساتھ وابستہ ہو وہ تمہارے ساتھ پیوست نہیں ہے دائرہ مطلقہ نقطے کے ساتھ پیوست ہے۔ نقطہ مطلقہ ہے وہ دائرہ کے ساتھ پیوست نہیں ہے دائرہ کا نقطہ دائرہ کے ساتھ پیوست ہے ایسے ہی ذاتِ مطلق ہے وہ تمہارے ساتھ پیوست نہیں ہے ذاتِ الٰہی کا ماسویٰ کے ساتھ جو تو ہے ربط نقطے کے دائرے کے ساتھ ربط کی طرح ہے۔

دیدارِ الٰہی اور ہمارے علم باللہ کا متعلق اس بات کا ثابت کرنا ہے کہ معبودِ حقیقی کا اثبات اضافتوں اور اسلوبوں سے ہے' پس متعلق کا اختلاف ہے دیدار سے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اختلاف کی وجہ سے یہ علم کی زیادہ وضاحت کا موجب ہے۔ اگرچہ اس کا وجود عین اس کی ماہیت ہے' ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ ذات کی معقولیت غیر معقول ہے' بلاشبہ وہ موجود ہے۔

عدم شرِ محض ہے:

عدم شرِ محض ہے گہرائی اور باریکی کی وجہ سے یہ بات بیشتر لوگوں نے

نہیں سمجھی، متقدمین اور متاخرین میں محقق علماء کا یہی قول ہے' البتہ انہوں نے اس لفظ کا اطلاق تو کر دیا مگر اس کے معنی کی وضاحت نہیں کی۔

ہمیں سفر کی ایک منزل میں طویل گفتگو کے دوران ایک سفیرِ حق (سالکِ راہ) نے نور و ظلمت کی وضاحت کے دوران کہا کہ خیر وجود میں ہے اور شرّ عدم میں۔ ہم نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا اطلاق غیر مقید ہے اور وہ ایسا خیرِ محض ہے جس میں کوئی شرّ نہیں ہے اس کے مقابل عدم کا اطلاق ہوتا ہے جو شرِّ محض ہے جس میں کوئی خیر نہیں علمائے محققین کے قول کہ عدم شرِ محض ہے' کا مفہوم یہی ہے۔

حقیقت کے اعتبار سے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ " جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی امر کو موجود کرے اور جائز ہے کہ اس کو موجود نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کو کرنا سوچ اور فکر سے ممکن نہیں ہے نہ ہی کسی واجب کرنے والے کے واجب کرنے سے وہ ایسا کرتا ہے' یوں کہا جاتا ہے کہ جائز ہے کہ یہ امر موجود کیا جائے اور جائز ہے کہ یہ امر موجود نہ کیا جائے' اس طرح یہ امر ترجیح دینے والے مرّجح کا محتاج ہو جاتا ہے کہ وہ کسی امر کو موجود کرنے یا نہ کرنے میں خود کسی ایک کو ترجیح دے اور وہ مرجح اللہ تعالیٰ ہی ہے ہم نے شریعت کا بغور جائزہ لیا ہے۔ ہمیں اس میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جو ہمارے بیان کردہ عقائد کی مخالفت یا ضد ہو الغرض اللہ تعالیٰ کے حق میں ہم جو کچھ کہتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ واجب ہے یا اس کے لیے یہ محال ہے اور یوں صحیح نہیں ہی کہ اس پر ایسا کرنا جائز ہے۔

یہ اولیاء اللہ میں سے اہل خواص کا عقیدہ ہے۔ رہا اللہ تعالیٰ کے بارے میں خاص الخاص لوگوں کا عقیدہ تو وہ اس سے بالاتر بات ہے اور اسے ہم نے اس کتاب میں مختلف مقامات پر متفرق انداز میں بیان کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر عقلیں اپنے افکار سے حجاب میں آ رہی ہیں اور وہ وسعت کے نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ادراک سے قاصر ہیں۔

کتاب کا مقدمہ مکمل ہوا اور یہ کتاب کے لیے گھر کی دہلیز کی طرح ہے جو پسند کرے اسے لکھ لے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے۔

اللہ حق بات کرتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت عطا کرنے والا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجز الرابع (پ۴)

باب اوّل

''اُس روح کی معرفت کا بیان جس کی پیدائش کی تفصیل کا کچھ ذکر میں نے اس کتاب میں سپردِ قلم کیا ہے نیز اُن اسرار کا بیان جو میرے اور اس کے درمیان ہیں''۔

ان میں سے بعض اسرار اِس نظم کی صورت میں بیان کیے گئے ہیں۔

قُلتُ عِنْدَ الطَّوَافِ كَيْفَ اَطُوْفُ
وَهُوَ عَنْ دَرْكِ سِرِّنَا مَكْفُوْفُ

''میں نے طوافِ کعبہ کے وقت اپنے دل سے کہا کہ میں کیسے طواف کروں، جب کہ کعبہ ہمارے اسرار کے سمجھنے سے بےخبر (نابینا) ہے''۔

جَلَمَدٌ غَيْرُ عَاقِلٍ حَرَكَاتِى
قِيلَ اَنتَ الْمُحَيَّرُ الْمَتْلُوْفُ

''ناتراشیدہ پتھر ہماری حرکات (چومنا' ہاتھ لگانا) سے ناواقف ہے' مجھے کہا گیا او حیرت زدہ انسان! ایسا سوچنے سے سب کچھ گنوا بیٹھو گے''۔

اُنْظُرِ الْبَیْتَ نُوْرُہ' یَتَلَالَاءُ
لِقُلُوْبٍ تَطَھَّرَتْ مَکْشُوْفُ

''بیت اللہ کو چشمِ بصیرت سے دیکھ تو سہی اس کا نور اُن دلوں کے لیے لشکارے مار رہا ہے جو پاک ہوئے اور جن پر راز کھولے گئے''۔

نَظَرَتْہُ بِاللّٰہِ دُوْنَ الْحِجَابِ
فَبَداء سِرّہ الْعُلٰی الْمَنِیْفُ

''قسم بخدا! ان دلوں نے اس نور کو بغیر پردے کے دیکھا اور ان پر اس کا بلند اور عظیم راز آشکار ہوا''۔

وَ تَجَلّٰی لَھَا مِنْ اُفُقِ جَلَالِیُ
قَمَرُ الصِّدْقِ مَا اعْتَراہُ خُسُوفُ

''اور پاکیزہ قلوب کے لیے میرے جلال کے آسمان سے' سچائی کا چاند جلوہ گر ہو رہا ہے جسے گہن کی ہوا تک نہیں لگی''۔

لَوْرَاَیت الْوَلّی حِیْنَ یَرَاہُ
قُلْتُ فِیْہ مُدَلَّہُ مَلْھُوْفُ

''اگر تم ولی کو دیکھتے جب وہ صداقت کے چاند کو دیکھ رہے تھے تو یقیناً تم اس کے بارے میں کہتے کہ وہ محبتِ الٰہی میں مغموم ومحزون ہے''۔

یَلْثِمُ السِرَّ فِیْ سَوَادِ یَمِیْنِیْ
اَیُّ لَوْ اِنَّہ' مَعْرُوف

''وہ میرے ہاتھ کی سیاہی (حجر اسود) میں رازِ الٰہی کو چومتے تھے(۱) وہ راز کیا راز ہے جو معروف و مشہور ہو گیا''۔

جُهِلَتْ ذَاتُه، فَقِيلَ كَثِيفُ
عِنْدَ قَوْمٍ وَ عِنْدَ قَوْمٍ لَطِيفُ

''حجر اسود کی حقیقت لوگوں سے مخفی رہی بعض نے کہا کہ وہ ٹھوس پتھر ہے، جب کہ بعض لوگوں نے کہا کہ اس میں لطیف اشارات ہیں''۔

قَالَ لِيْ حِيْنَ قُلْتُ لِمَ جهِلُوهُ
اِنَّمَا يَعْرِفُ الشَرِيفَ شَرِيْفُ

''جب میں نے کہا کہ لوگ حجر اسود کی حقیقت سے کیوں غافل رہ گئے ہیں تو جواب میں کہا گیا کہ معتبر چیزوں کو معتبر لوگ ہی پہچانتے ہیں''۔

عَرَفُوْهُ وَلَا زَمُوْهُ زَمَاناً
فَتَوَلَّاهُمُ الرَّحِيْمُ الرَّؤفُ

''باوقار لوگوں نے اسے پہچانا تو انہوں نے اس کی خدمت اختیار کر لی، اس کے بدلے میں

۱؎ رازِ الٰہی کو چومنے سے مراد حجر اسود کو چومنا ہے سنتِ الٰہی یہ ہے کہ وہ روحانی امور کے مقابل نمونے کے طور پر جسمانی امور بھی پیدا کر دیتا ہے ظاہری عبادت، عاجزی، انکساری، اور تذلل کا نمونہ نماز ہے اس کے مقابلے میں باطنی طور پر محبت کا تقاضا ہے کہ انسانی روح ہر وقت اپنے محبوبِ حقیقی کے گرد گھومتی اور اس پر قربان ہوتی رہے۔ آنحضور ﷺ سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا کہ حجر اسود زمین پر اللہ کا دایاں ہاتھ ہے وہ اس کے ساتھ اپنی مخلوق سے اسی طرح مصافحہ کرتا ہے جیسے انسان اپنے بھائی سے۔ پس انسان کا فرض ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں دیوانہ اور مست ہو کر اس کے گھر پر قربان ہو۔

اللہ رحیم اور مہربان نے بھی ان کو دوست بنالیا''۔

وَاسْتَقَامُوْا فَمَا يُرٰى قَطُّ مِنْهُمْ
عَنْ طَوَافٍ بِذَاتِهٖ تَحْرِيْفُ

''انہوں نے کعبہ کی خدمت اور صحبت پر استقامت اختیار کی یہاں تک کہ اس کے طواف سے کبھی اُن میں روگردانی نہیں دیکھی گئی''۔

قُمْ فَبَشِّرْ عَنِّىْ مُجَاوِرُ بَيْتِىْ
بِاَمَانٍ مَا عِنْدَهٗ تَخْوِيْفُ

''(اے ابن عربی) اُٹھ اور میری طرف سے میرے گھر کے مجاوروں کو خوشخبری دے دو کہ تمہارے لیے امان ہے کعبہ کی مجاورت میں تمہیں کوئی خوف لاحق نہ ہوگا''۔

اِنَّ اُمِتْهُمْ فَرَّحْتُهُمْ بِلِقَائِىْ
اَوْ يَعِيْشُوْا فَالثَّوْبُ مِنْهُمْ نَظِيْفٌ

''انہیں کہہ دو کہ اگر میں انہیں موت کا جام پلادوں تو انہیں اپنے دیدار سے شاد کام کروں گا اور اگر وہ زندہ رہے تو اُن کے روح وتن کا جامہ ہمیشہ پاک رہے گا''۔

طواف کعبہ کے دوران فرشتہ سے ملاقات:

اے میرے محرمِ راز اور عزت والے دلّی دوست! واضح رہے کہ جب میں برکات کے مرکز اور روحانی حرکات وسکنات کے مخزن مکہ مکرمہ پہنچا تو میری جو کیفیت تھی وہ تو تھی ہی، بعض دفعہ میں نے اللہ کے قدیم اور پاک گھر کا طواف کیا پس اس دوران جب کہ میں طواف کرر ہا ہوتا یا تسبیح پڑھ رہا ہوتا یا اللہ کی بڑائی اور بزرگی بیان کرنے میں مشغول ہوتا کبھی میں حجرِ اسود کو چومتا اور اسے ہاتھ

لگاتا اور کبھی ملتزم سے چمٹتا' اس دوران اچانک حجرِ اسود کے پاس ایک حیرت زدہ نوجوان سے مُڈ بھیڑ ہوگئی۔ یہ ایک مٹا ہوا نوجوان تھا وہ خاموش بولنے والا' نہ مُردہ نہ زندہ وہ مرکب (مختلف چیزوں کا جامع بھی تھا اور بسیط (فرد) بھی وہ مُحاط (جس کی نگرانی کی جارہی ہو) بھی تھا اور محیط (علوم و معارف کا عالم) بھی۔

پس جب میں نے اسے طواف کرتے ہوئے دیکھا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ زندہ مردہ کا طواف کررہا ہے میں نے حقیقت اور مجاز دونوں کے اعتبار سے معرفت حاصل کرلی تو مجھے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کا طواف ایسے ہے جیسے میت پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ میں نے زندہ کو مردوں کا طواف کرتے ہوئے دیکھا تو فوراً ذیل کے اشعار زبان پر آ گئے اور میں نے یہ اشعار اُس نوجوان کو سنائے۔

وَلَمَّا رَأَیْتُ الْبَیْتَ طَافَتَ بِذَاتِہٖ
شُخُوصٌ لَھُمْ سِرَ الشَرِیْعة غَیْبِی

''جب میں نے دیکھا کہ بیت اللہ کا طواف اُن لوگوں نے کیا ہے جن کے پاس شریعت کا رازِ مخفی ہے''۔

وَطَافَ بِہٖ قَوْمٌ ھُم الشرع و الحِجَا
وَھُمْ کُحل عَیْنِ الْکَشْفِ مَا ھُمْ بِہٖ عَمٰی

''اور کعبہ کا طواف اُن لوگوں نے بھی کیا ہے جو خود بمنزلہ شریعت اور عقل کے ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں جو کشف کی آنکھ کا سرمہ ہیں وہ راہ سے ناواقف بھی نہ تھے''

تَعجبتُ مِنْ مَیْتٍ یطوف به حیٌّ
عَزِیْزٌ وَحِیْدُ الدَّھر مَا مِثْلُه' شَیٌٔ

''میں نے اس مُردہ (پتھر کی عمارت) پر تعجب کیا جس کا طواف ایسا زندہ شخص بھی کرتا رہا جو منفرد اور وحیدِ زمانہ تھا اور جس کی مثل کوئی شئی نہیں''۔ (۱)

تَجَلّٰی لَنَا مِنْ نورِ ذَاتِ مُجّلِہٖ
وَ لَیْسَ مِنَ الْاَمَلاکِ بَلْ ھُوَ اِنْسِیٌّ

''حقیقتِ کعبہ کی جلوہ گاہ سے آپ (ﷺ) بھی جلوہ گر ہوئے' آپ فرشتوں سے نہیں بلکہ انسانوں ہی میں سے تھے''۔

تَیَقَّنْتُ اَنَّ الامرَ غیبٌ وَاِنَّہ'
لَدَی الکَشْفِ والتحقیقِ حَیٌّ وَمَرْئِیٌّ

''مجھے یقین ہو گیا کہ کعبے کا مسئلہ ایک پوشیدہ راز ہے' اور وہ راز کشف و حقائق کی روشنی میں زندہ اور ظاہر ہے۔''

میں عرض کرتا ہوں کہ جونہی میری زبان سے یہ اشعار نکلے اور میں مُردوں کی طرف سے بیت اللہ کے ساتھ شامل ہوا تو اچانک مجھے ایک طاقت ور چمک نے گھیر لیا اور ڈانٹ اور تنبیہ کے لہجے میں کہا گیا ''مرنے سے پہلے بیت اللہ کے اسرار کو اچھی طرح دیکھ لو' دیکھو تو سہی وہ اپنے پتھروں سمیت ناز و فخر کی صورت میں طواف کرنے والوں اور پھیرے لگانے والوں کی طرف حجابات اور پردوں کے پیچھے کس طرح نظر کر رہا ہے'' میں نے دیکھا کہ وہ ناز و فخر کر رہا ہے جیسا کہ مجھے کہا گیا تھا میں نے زبانِ فصاحت کھولی اور فوری طور پر عالم مثال میں میری زبان پر یہ اشعار آ گئے۔

۱؎ غالباً اس سے مراد سرورِ عالم ﷺ ہیں۔

اَریَ الْبَیْتَ یَزْھُو بِالْمُطِیْفِیْن حوْلَہ'
وَمَا الزَّھُو اِلَّا مِنْ حَکِیْمٍ لَہ' صُنع

''میں دیکھتا ہوں کہ بیت اللہ اپنے گردطواف کرنے والوں پر نازاور فخر کر رہا ہے اور یہ فخر و ناز دراصل اُس حکیمِ مطلق کی وجہ سے ہے جس نے اسے بنایا ہے''۔

وَھٰذا جمادٌ لا یُحِسُّ وَلا یریٰ
وَلَیْسَ لَہ' عَقلٌ وَلَیْس لَہ' سَمْعٌ

''ورنہ کعبہ تو ایک پتھر ہے جس میں نہ احساس ہے اور نہ وہ دیکھتا ہے' اسی طرح نہ اسے عقل ہے اور نہ وہ سنتا ہے''۔

وَ قال شَخِیصٌ ھٰذِہ طَاعَۃٌ لَنَا
قَدْ اَثْبَتھَا طولَ الحَیاۃِ لَنَا الشرع

''ایک آدمی نے کہا کہ کعبہ کا طواف ہمارے لیے اطاعت ہے' زندگی کے طویل سفر میں شریعت نے اسے ثابت رکھا ہے''۔

فقلتُ لَہ' ھٰذا بَلاغُکَ فَاسْتَمِعْ
مقَالَۃ مَنْ اَبْدیٰ لَہ' الحکمۃُ الْوَضع'

''میں نے اسے کہا کہ پیغام پہنچانا تمہارا فرض ہے' لہٰذا لوگوں کو اس ذات کی بات سنادے جس نے کعبہ کی حکمت کو بنایا ہے''۔

رَایتُ جماداً لاَ حیاۃَ بِذَاتِہ
ولَیْسَ لَہ' ضَرٌّ وَلَیْسَ لَہ' نَفعٌ

''میرے نزدیک ظاہر وہ اپنی ذات میں ایک بے جان پتھر ہے نہ اس سے کوئی نقصان ہے

اور نہ فائدہ''۔

وَلٰکن لعینِ القلب فیه مَناظِرٌ
اِذا لَم یکن بالْعَینِ ضُعفٌ ولا صَدْع'

''مگر دل کی آنکھ کھلی ہوتو کعبے میں نظارے ہیں' اگر آنکھ میں کمزوری اور آشوب نہ ہو''۔

یَراه' عَزیزاً اِنْ تَجلّٰی بِذاتهٖ
فَلَیْسَ لِمَخْلُوقٍ علٰی حَمْلهٖ وُسع'

''دل اُس عزیز الوجود کا نظارا کر لیتا ہے اگر وہ دل کو اپنی جلوہ گاہ بنالے جب کہ مخلوق میں سے کوئی چیز اس بار کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی''۔

فکنت ابا حفصٍ وکنت عَلِیُّنا
فَمنّی العطاءُ الجزلُ والقبض ہ المنع'

''تم ابوحفص ہو چاہے علی ہو' میرے ہی ذریعے سے تم پر فیضان کا ورود ہوگا اور اسی طرح مجھ سے ہی رکاوٹ اور منع ہوگی''۔

اُس مٹے ہوئے مردِ راہ کا مقام جو خاموش متکلم تھا:

پھر مجھے اُس مردِ راہ کے مقام و مرتبے سے مطلع کیا گیا نیز اس کی پاکیزگی و لطافت کے بارے میں بھی بتایا گیا کہ وہ کب اور کہاں سے آیا۔ چنانچہ میں نے اس کے مرتبے اور نزول کو پہچان لیا اور اس کے مقام اور احوال کو دیکھ لیا تو میں نے اس کے دائیں ہاتھ پر بوسہ دیا اور اس کی پیشانی پر وحی کی' رگ کو ہاتھ لگایا اور کہا کہ ذرا اپنی صحبت و مجلس کے شائق اور اپنی محبت سے سرشار شخص کی طرف بھی توجہ فرمایئے اُس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے رمز و کنائے کی

پیچیدگیوں میں مجھے سمجھایا کہ میری فطرت اور طریقہ یہ ہے کہ میں بغیر رمز کے کسی سے گفتگو نہیں کرتا۔ پس جب تم میری رمز کو جان لو گے اور اس کی حقیقت سے واقف ہو جاؤ گے تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ میری رمز کا مقابلہ نہ فصحاء کی فصاحتیں کرسکتی ہیں اور نہ انہیں بلیغ لوگوں کی بلاغت پہنچ سکتی ہے۔

میں نے اُسے کہا کہ اے خوشخبری دینے والے! یہ خیرِ کثیر ہے' مجھے اپنی اصطلاح سے مطلع کیجیے اور مجھے اپنی واردات کی کلید کی کیفیت سے آ گاہی بخشیے میں آپ کی ہم کلامی کا خواہشمند ہوں۔ نیز میں آپ کا قرب چاہتا ہوں کیونکہ آپ ہی کے پاس میری کفو اور نظیر ہے اور یہ بات آپ پر ہی نازل ہونے والی ہے' اگر آپ کی حقیقت ظاہر نہ ہوتی تو تروتازہ چہرے اس کی طرف نہ جھانکتے اس نے اشارہ کیا تو میں جان گیا۔ اب اس نے اپنے جمال کی حقیقت کی مجھ پر تجلی ڈالی تو مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا اور فوری طور پر میں مغلوب ہو گیا۔ مجھے اس مدہوشی سے افاقہ ہوا تو میرے جسم کا رواں رواں کانپنے لگا اس نے جان لیا کہ مجھے اس کی معرفت حاصل ہو گئی ہے چنانچہ اس نے اپنی نرمی ولطف کا عصا پھینک دیا اور اتر پڑا (بیٹھ گیا) پھر اس نے اپنے حال کا ذکر شروع کیا وہ حال جس کا تذکرہ آسمانی خبروں میں ہوتا آیا ہے اور جسے لے کر امین فرشتے نازل ہوئے ہیں۔

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ط

''اللہ کے بندوں میں اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں''۔

[فاطر : ۳۵]

اس نے اسے دلیل اور حاصل شدہ علم کی معرفت کے لیے سبیل قرار دیا۔

میں نے اسے کہا کہ مجھے اپنے بعض رازوں کا راز دار بنایئے تاکہ میں آپ کی معرفت رکھنے والے علماء میں شامل ہو جاؤں اس نے کہا کہ میری پیدائش کی تفصیلات اور میری ہیات کی ترتیب پر غور وفکر کرو جو کچھ تم پوچھنا چاہتے ہو وہ تمام میرے اندر تمہیں لکھا ہوا ملے گا میں نہ مُتکلّم ہوں اور نہ کلیم' میرے بارے میں علم مجھ سے الگ نہیں' اور نہ ہی میری ذات میرے اسماء کا غیر ہے پس میں ہی علم ہوں میں ہی معلوم ہوں اور میں ہی علیم ہوں۔ اس طرح حکمت' محکم اور حکیم بھی میں ہی ہوں۔

پھر اس نے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے کعبے کا طواف کرو اور میرے چاند کے نور سے میری طرف دیکھو اور میری تخلیق کے کچھ اسرار و رموز حاصل کر کے پنی کتاب (فتوحات) میں شامل کرلو اور اُن سے پنے تلامذہ کو بھی آگاہ کردو' اور طواف کے دوران اللہ تعالیٰ جن لطائف کی توفیق ارزانی کرے وہ مجھے بتاؤ اور وہ ایسے لطائف ہیں جو ہر طواف کرنے والے کو عطا نہیں ہوتے تاکہ میں تمہاری ہمت اور مراد کو سمجھ لوں مجھے تمہارے بارے میں یہ سب معلوم ہو جائے تاکہ میں جنابِ قُدس میں اُن کا ذکر کروں۔

میں نے کہا اے آشنائے حقیقت! اللہ تعالیٰ نے مجھے وجود کے جن اسرار سے آگاہی بخشی ہے وہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں خراماں چلنے والیاں نور کے ہالوں میں اور بڑی بڑی آنکھوں والیاں پردوں کے پیچھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حجاب مرفوع اور آسمان موضوع کی شکل میں پیدا کیا ہے ذات کی طرف نگاہ کریں تو فعلِ الٰہی لطیف ہے اور سمجھ وادراک میں نہ آئے تو مجھ پر اس

کی عظمت اور بڑھ جاتی ہے۔

فوصفہ الطف من ذاتہ

وفعلہ الطف من وصفہ

''اس کا وصف اس کی ذات سے لطیف تر ہے اور اس کا فعل اس کے وصف سے لطیف تر''۔

وَ اَوْدَعَ الکُلّ بِذَاتِی کَمَا

اَوْدَع مَعنٰی الشیٔ فی حَرْفِہٖ

''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میری ذات میں ودیعت کر دی ہے جیسے کسی چیز کا مفہوم اس کے حرف میں امانت ہوتا ہے''۔

فالخلق مطلوب لمعنی کما

تطلب ذات المسک من عرفہ

''مخلوق ایک مقصد اور معنی کے لیے مطلوب ہے جیسے کستوری کا مقصد خوشبو حاصل کرنا ہوتا ہے''۔

جو میری حقیقت اور اصلیت کا تقاضا ہے اگر اللہ تعالیٰ وہ میرے اندر ودیعت نہ کرتا اور میرا راستہ اس حقیقت کی طرف نہ پلٹتا تو میں اس کے مشرب کو نہ پا سکتا اور نہ مجھے اس کی معرفت کی جانب کوئی راہ ملتی۔ چنانچہ میں انتہا پر جانے کے بعد اپنے آپ پر ہی عود کرتا ہوں یہی وجہ ہے کہ پرکار کی ایک ٹانگ دائرے کے انتہائی مقام تک پہنچنے کے وقت اپنے ابتدائی نقطے کی طرف لوٹ آتی ہے آخری امر اوّل کے ساتھ مل جاتا ہے اور اس کا ازل اس کے ابد پر پھر جاتا ہے چنانچہ آخر الامر ایک ہی ہمیشہ رہنے والا وجود اور ایک ہی شہود مستقر ہے۔

کوئی شک نہیں کہ راستہ لمبا ہو گیا ہے مگر یہ مخلوق (عام) کے دیکھنے کی وجہ سے ہے اگر بندہ اپنا رُخ اُس ذات کی طرف پھیر لیتا جو اسے انتہائی قریب ہے بغیر اس عقیدے کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں حلول کیا ہے تو یہ واصل سالکوں پر حقارت کی نگاہ ڈالتے ہوئے کہتا ''بخدا سالکوں نے جو کچھ کیا برا کیا'' اگر سالک حقیقت کی معرفت حاصل کر لیتے تو وہ اپنی جگہ سے نہ ہلتے' دو چیزوں کی ثنویت کو دیکھ کر لوگوں کے مخلوط خیالات ونظریات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے پردے میں رہ گئے جو زمینوں اور راستوں کا خالق ہے انہوں نے اسمائے الٰہی کے مدارج کو دیکھ کر بلندیوں کی سیر کی خواہش کی' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طلب کو سب سے عظیم منزل سمجھا' اور اللہ تعالیٰ کو مقصود سمجھنے' اسے پانے اور اس کی طرف رخ کرنے کو سب سے زیادہ واضح روشن اور بہترین حالت سمجھا۔ تو وہ انہیں صدق وراستی کے بُراق اور رفرف پر سیر کراتا ہے اس دوران وہ جن جن نشانات اور لطائف کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ ان کی تصدیق وتوثیق کرتا ہے۔

اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب نظارہ شمال کی طرف سے ہو' اور فطرت اپنی پیدائش میں درجہ کمال پر ہو' وہ اپنے اصل وضع میں دائرے کے نقطے کے مقابل ہوتا ہے اس نظارے کا رُخ دائیں طرف سے ہوا اس حال میں کہ وہ نقاب میں ہے اور غربی طرف سے روانی کے انداز میں' اگر نظارہ دائیں طرف سے شروع ہو تو وہ پہلی جست میں مشاہدہ تعین میں مقامِ تمکین پہ پہنچ جائے گا' تعجب اس شخص پر جو ہے تو اعلیٰ علیین میں' مگر اس کا خیال ہے کہ میں اسفل السافلین میں ہوں میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں اس بات سے کہ میں

جاہلوں میں شامل ہو جاؤں پس دراصل نظارہ کا بایاں اس کا دایاں ہے جس و پھیرتا ہے اور نظارہ کا اس جگہ میں وقوف جہاں وہ پایا گیا ہے اس کے سیر کی آخری منزل ہے۔

جس حقیقت کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے عقل مند آدمی کے نزدیک وہ صحیح ثابت ہو جائے اور وہ یہ جان لے کہ بالآخر اس کی طرف مرجع ہے تو وہ اپنے مقام سے دوسری طرف نہیں جاتا مگر مسکین کھٹکھٹانے اور کھولنے کا خیال کرتا ہے' اور کہتا ہے کہ کیا تنگی اور دقت کے مقابلے میں کشائش اور آسانی نہیں ہوتی؟ پھر وہ مخالفین کو یہ قرآنی آیات سناتا ہے۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَه' یَشْرَحْ صَدْرَه' لِلْاِسْلَامِ ج وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّه' یَجْعَلْ صَدْرَه' ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ

''تو جسے اللہ ہدایت دینا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ خوب رکا ہوا تنگ کر دیتا ہے گویا وہ بہ تکلف آسمان پر چڑھ رہا ہے''۔ [الانعام : ۱۲۶]

پس جس طرح کشائش اور شرح صدر تنگی کے بعد حاصل ہوتی ہے اسی طرح مطلوب و مقصود بھی راہِ حقیقت کے سلوک کے بعد ملتا ہے اور یہ بے چارہ الہامی علوم کے حاصل ہونے سے اُن علوم سے غافل رہ جاتا ہے جو اربابِ عقل و دانش کے نزدیک غور و فکر اور دلیل کے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔ بلاشبہ وہ سچا ہے جس نے یہ کہا کہ وہ بائیں آنکھ سے دیکھنے والا ہے اس کے حال پر اسے رہنے دو' اس کے محال کو ثابت کرو اور اس کے محال کو اس سے کمزور سمجھو اور اسے کہو جہاں

سے تم نکلے ہو اگر وہاں پہنچنے کا ارادہ رکھتے ہو تو ضرور ہے کہ تم مدد حاصل کرو اس سے مقام مجاورۃ مخفی رکھو اور بوجھ اٹھانے' بوجھ برداشت کرنے اور مشقت اٹھانے کی اس محنت کو اہمیت دو پس جہاں سے وہ چلا تھا وہاں پہنچنے کے بعد غمگین ہوگا اگر ایسے نہ ہوتا تو آنحضور ﷺ کو معراج کے لیے طلب نہ کیا جاتا نہ آپ اپنی جگہ سے سفر کرتے نہ آسمانوں پر تشریف لے جاتے نہ واپس آتے حالانکہ ملائکہ مقربین کے احوال و مقامات اور اللہ تعالیٰ کی آیات بیّنات تو آپ کو اپنی جگہ پر ہی دکھائی جاتی تھیں' جیسے زمین لپیٹ کر آپ کو دکھائی گئی حالانکہ آپ اپنی قیام گاہ میں تھے مگر یہ ایک رازِ الٰہی ہے جو چاہے اس کا انکار کرے۔ اللہ تعالیٰ تخلیق کا علم کسی کو نہیں دیتا جو چاہے اس پر ایمان لائے کیونکہ وہ جامع اشیاء ہے۔

پس جب مجھے یہ علم عطا کیا گیا جہاں اکیلے اور پر عقل کی رسائی ناممکن ہے اور نہ ہی فہم و فراست مکمل طور پر اسے اپنے دائرے میں لاسکتی ہے۔ تو اُس نے کہا تم نے مجھے ایسے نادر و عجیب راز سنائے ہیں اور ایسے ایسے حقائق سے پردہ اٹھایا ہے جو آپ سے پہلے کسی ولی اللہ سے میں نے نہیں سنے اور نہ میں نے آپ سے پہلے کوئی ایسا مردِ راہ دیکھا ہے جس پر تمام حقائق آپ کی طرف منکشف ہوئے ہوں باوجودیکہ یہ حقائق مجھے معلوم ہیں اور میری ذات میں مرقوم ہیں جونہی میرے حجاب اُٹھ جائیں گے اور تمہیں میرے اشارات سے آگاہی ہو جائے گی سب کچھ تم پر کھل جائے گا لیکن فی الحال مجھے بتاؤ کہ اللہ نے جب تمہیں اپنے حرم میں اُتارا اور تمہیں اپنے اسرار سے آگاہی بخشی تو اس کی تفصیلات کیا ہیں۔

بیعت الٰہی کے منظر کا مشاہدہ:

میں نے کہا اے خاموش فصیح! اور واقفِ راز سائل! جب میں دائیں جانب سے حرمِ الٰہی میں پہنچا اور بارگاہِ احسان میں اُترا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے حرم میں اتارا اور اپنے اسرار سے آگاہی بخشی اور فرمایا تو نے عبادات کی کثرت اس خواہش پر کی ہے کہ تمہیں میرا وصال نصیب ہو پس اگر تو مجھے "یہاں نہ پاسکے تو وہاں" پالے گا اگر میں عرفات میں تم پر اپنے نقاب نہ اتاروں تو منیٰ میں تمہارے اوپر جلوہ گری کروں گا باوجودیکہ میں ایک سے زیادہ مقامات پر تمہیں بتا چکا ہوں بعض لطائف میں کئی بار اشارہ کر چکا ہوں کہ اگر میں حجاب اختیار کرلوں تو یہ ایک تجلی ہے جسے ہر عارف نہیں جانتا مگر وہ جانتا ہے جس نے اس طرح علم کا احاطہ کرلیا ہو جیسے آپ نے معارفِ الٰہیہ کو اپنے اندر سمولیا ہے۔

پردہ افگن پردہ تا معلوم گردد:

کیا تم نہیں جانتے کہ میں قیامت کے روز اُس علامت اور صورت کے علاوہ جلوہ گر ہوں گا جس سے یہ متعارف اور واقف ہیں پس وہ میرے رب ہونے کا انکار کریں گے اور اُس کے ساتھ پناہ طلب کریں گے انہیں حقیقت کا پتہ نہ ہوگا مگر وہ اس صورت میں جلوہ فرمانے والی ذات سے کہیں گے ہم تجھ سے بچنے اور دور رہنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں' ہم تو اپنے پروردگار کے جلوے کے منتظر ہیں پھر میں ان کی متعارف اور معلوم صورت کے مطابق جلوہ گر ہوں گا تو وہ میری ربوبیت اور اپنی عبودیت کا اقرار کریں گے۔ دیکھا آپ نے یہ اپنی علامات کے عبادت گزار اور اپنی مقرر کردہ صورت کے پرستار ہیں۔

یاراں دیگرے رامی پرستند :

ان میں سے جس نے کہا کہ اُس نے میری عبادت کی ہے اس کی بات جھوٹی ہے اور وہ مجھ پر بہتان باندھ رہا ہے اس کی یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے حالانکہ میں اس پر جلوہ گر ہوا تو اس نے میرا انکار کیا۔ پس جس نے مجھے کسی نہ کسی صورت میں مقید سمجھا' اس نے اپنے خیال کی عبادت کی دراصل وہ اپنے دل میں مستور حقیقت کی عبادت کرر ہا ہوتا ہے جو اس کے دل میں جاگزیں ہو چکی ہے وہ سمجھتا ہے کہ میری عبادت کرر ہا ہے حالانکہ وہ میرا انکار کرر ہا ہوتا ہے۔

اپنوں سے کیا پردہ:

رہے عارف تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اُن کی آنکھیں میری رویت سے حجاب میں ہوں اس لیے کہ وہ خلق اور اس کے اسرار سے غائب ہوتے ہیں اُن کی نگاہ میں میرے سوا کسی اور چیز کا ظہور ہی نہیں ہوتا وہ موجودات میں میرے اسمائے حسنہ کے سوا کسی چیز کو سمجھتے ہیں اور نہ خاطر میں لاتے ہیں جو چیز ان کے لیے ظاہر اور جلوہ گر ہوتی ہے وہ کہتے ہیں اے اللہ! تیری ذات ان سب سے پاک اور بلند و برتر ہے یہ سارے برابر ہوتے ان میں سے بعض غائب اور شاہد کی درمیانی حالت میں ہوتے ہیں مگر عُرفا کے نزدیک دونوں کیفیتیں ایک ہی چیز ہیں۔

جب میں نے اُس کی بات سنی اور اس کے اشارات و رموز سمجھے تو ایک پرجوش کشش نے مجھے اس کی طرف کھینچا اور اس کے سامنے لا کھڑا کیا۔

کعبہ وجود کے راز اور طواف سے متعلق تعلیم اور عنایت :

اس نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا تو میں نے اسے چوم لیا اور مجھے اس

صورت کا وصال نصیب ہو گیا جس کا میں عاشق تھا' اس نے میری زندگی کی صورت اختیار کر لی' جب کہ میں اس کے لیے موت کی صورت ہو گیا اب صورت نے صورت کی بیعت کا مطالبہ کیا اور صورت نے صورت سے کہا تو اپنی سیرت میں حُسن پیدا کیوں نہیں کرتی' اور اس کا دایاں ہاتھ پکڑا اور اس سے کہا میں عالم شہادت میں اس کی حقیقت کو نہیں پہچان سکی۔

پھر وہ میرے لیے بینائی کی شکل میں تبدیل ہو گیا اور میں اس کے لیے نابینا کی صورت اختیار کر گیا' یہ واقعہ طواف کے ایک چکر اور شرط کے ٹوٹنے کے خیال گزرنے کے بعد ہوا۔ پس صورت نے صورت کی بیعت کا مطالبہ کیا اور پہلی بات دوبارہ دہرائی۔

پھر اس نے میرے لیے علمِ عمومی کی صورت اختیار کر لی جب کہ میں مکمل جہالت کی شکل میں تبدیل ہو گیا صورت نے صورت کی بیعت کا مطالبہ کیا اور پہلی بات دوبارہ کی۔

اس کے بعد اس نے آواز سننے کی شکل اختیار کر لی تو میں کسی قسم کی آواز نہ سن سکنے والے بہرے کی شکل اختیار کر گیا' اب صورت نے صورت کی بیعت کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان پردہ حائل کر دیا۔

پھر اس نے میرے لیے خطاب کی صورت اختیار کی تو میں اس کے لیے جواب نہ دے سکنے والے گونگے کی شکل میں تبدیل ہو گیا پس صورت نے بیعت کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان لوح کی تحریریں اور سطریں ارسال فرمائیں۔

پھر وہ میرے ''لیے ارادہ'' کی شکل میں ہو گیا تو میں اس کے لیے حقیقت اور عادت کے محل کی حیثیت اختیار کر گیا صورت نے صورت سے بیعت کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان اپنے نور اور روشنی کی تجلی ڈالی۔

اس کے بعد اس نے میرے لیے قدرت اور طاقت کی صورت اختیار کی تو میں اس کے لیے عجز اور فاقے کی شکل میں تبدیل ہو گیا پس صورت نے صورت سے بیعت کا مطالبہ کیا' تو اللہ تعالیٰ نے بندے پر اس کی تقصیر ظاہر کی۔

کعبہ اور اس کے سات پھیرے بمنزلہ ذات اور صفات الٰہیہ ہیں:

جب میں نے یہ اعراض دیکھا اور میری تمام امیدیں اور مقاصد پورے نہ ہوئے میں نے عرض کیا کہ میرے ساتھ یہ اعراض کیوں ہوا؟ اور میرے وعدے کیوں پورے نہیں کیے گئے تو مجھے فرمایا گیا میرے بندے! تو نے اپنے نفس پر خود انکار کیا اور اس سے اعراض کیا ہے اے طواف کرنے والے! اگر تو ہر چکر (طواف کے پھیرے) میں حجر اسود کو چومتا تو لطیف انداز میں میرے دائیں ہاتھ کو یہاں چوم لیتا اس لیے کہ زمین پر میرا گھر بمنزلہ میری ذات کے ہے اور اس کے گرد سات پھیرے بمنزلہ میری سات صفات کے ہیں' یہ صفات کمال ہیں صفاتِ جلال نہیں ہیں اس لیے کہ وہ تیرے صفات اتصال و انفصال ہیں' پس سات پھیرے سات صفات کے لیے اور بیت اللہ ذات کی حیثیت میں ہے میں نے یہ گھر اپنے فرش پر اتارا ہے اور عام لوگوں میں اس کا اعلان کر دیا ہے کہ یہ تمہارے ہاں بمنزلہ میرے تخت کے ہے اور یہ زمین میں میرا خلیفہ ہے اور میرا مقام استواء اور جائے قرار ہے۔

اس فرشتے کی طرف دیکھو جو تمہارے ساتھ طواف کر رہا ہے اور اس وقت تمہارے پہلو میں کھڑا ہے میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ اپنے مسکن کی طرف لوٹا اور اپنے بلند و بالا جثّے کے ساتھ مجھ سے پرے ہٹ گیا میں خوشی سے ہنس پڑا اور بے ساختہ میری زبان پر یہ شعر جاری ہو گئے۔

يَا كَعْبَةُ طَافَ بِهَا الْمُرْسَلُوْن

مِنْ بَعْدِ مَا طَافَ بِهَا الْمُكْرَمُوْن

''اے کعبہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے صاحبِ تکریم لوگ تیرا طواف کرتے آئے ہیں''۔

ثُمَّ اَتٰى مِنْ بَعْدِهِمْ عَالَمٌ

طَافُوْا بِهَا مِنْ بَيْنِ عَالٍ وَدُوْنُ

''پھر اس کے بعد کئی اہلِ جہان آئے جو طواف کرتے رہے ان میں اعلیٰ و ادنیٰ ہر قسم کے لوگ شامل تھے''۔

اَنْزَلَهَا مَثَلًا اِلٰى عَرْشِهٖ

وَنَحْنُ حَافُّوْنَ لَهَا مُكْرَمُوْن

''اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو زمین پر بمنزلہ اپنے تخت کے اتارا ہے ہم اس کے گرد اگرد تعظیم و تکریم بجالاتے آئے ہیں''۔

فَاِنْ يَقُلْ اَعْظَمُ حَآفٍ بِهٖ

اِنِّىْ اَنَا خَيْرٌ فَهَلْ تَسْمَعُوْن

''اگر کعبے کی تعظیم و توقیر کرنے والا کوئی بزرگ ترین انسان یہ کہے کہ میں کعبے سے افضل ہوں تو کیا تم اس کی بات سنو گے''؟

وَاللهِ ما جاءَ بنصٍّ وَّلا
اَتی لنا اِلَّا بِمَا لا یُبِیْنُ

''بخدا! اس بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی بات آئی ہے جو ظاہر نہ ہو''۔

هَلْ ذَاکَ اِلَّا النُّور حَفَتْ بِہٖ
اَنْوَارُهُمْ وَ نَحْنُ مَاءٌ مَهِیْنُ

''کیا خانہ کعبہ وہ نور نہیں جسے انبیاء واولیاء اور ملائکہ کے انوار نے گھیر رکھا ہے اور ہم تو صرف حقیر پانی ہیں''۔

فَانْجَذَبَ الشَّیُٔ اِلٰی مِثْلِهٖ
وَ کُلُّنَا عَبْدٌ لَّدَیْه مَکِیْنُ

''ہر چیز اپنی ہم جنس کی طرف کشش کرتی ہے اور ہم سب اس کے نزدیک بلند مرتبہ بندے ہیں''۔

هَلَّا رَأَوْا مَا لَمْ یَرَوْا اِنَّهُمْ
طَافُوْا بِمَا طَفِنَا وَلَیْسُوا بِطِیْن

''کیا انہوں نے وہ بات نہیں دیکھی جو انہوں نے نہیں دیکھی تھی کہ انہوں نے کعبہ عرش کا طواف کیا جس کا ہم نے طواف کیا وہ ایسے لوگ تھے جن کی تخلیق مٹی سے نہیں ہوئی تھی''۔

لَوْ جُرِّدَ اَلْاَ لُطَفُ مِنَّا اسْتَوٰی
عَلَی الَّذِی حَفُّوْا بِہٖ طَائِفِیْنَ

''اگر لطیف ترین چیز علیحدہ کر دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس چیز (دل) پر استوا کرلے جس کا طواف کرنے والوں نے گھیرا کر رکھا ہے''۔

قَدْ سَهَوْا اَنْ يَّجْهَلُوْا حَقَّ مَنْ
قَدْ سَخَّرَ اللهُ لَهُ الْعَالَمِيْن

''اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کا حق پہچاننے کے سلسلے میں ہر قسم کی بے خبری اور کوتاہی سے محفوظ رکھا بلاشبہ آدم ہی کے لیے اس نے جہانوں کو مسخر کر دیا تھا''۔

كَيْفَ لَهُمْ وَ عِلْمُهُمْ اِنَّنِيْ
اِبْنُ الَّذِىْ خَرُّوْا لَهٗ سَاجِدِيْن

''ان کے علم کی کیا حیثیت ہے؟ میں تو اس شخص کا بیٹا ہوں جس کے آگے فرشتے سجدہ ریز ہوئے تھے''۔

وَاعْتَرَفُوْا بَعْدَ اِعْتِرَاضٍ عَلٰى
وَالِدِنَا بِكَوْنِهِمْ جَاهِلِيْنَ

''فرشتوں نے ہمارے والد پر اعتراض کے بعد اپنی بے خبری کا اعتراف کیا''۔

وَاَبْلَسَ الشَّخْصَ الَّذِىْ قَدْ اَبٰى
وَ كَانَ لِلْفَضْلِ مِنَ الْجَاحِدِيْن

''اور اُس نے (ابلیس) اُن کے دل میں شبہ ڈالا جس نے سجدہ سے انکار کیا تھا اور وہ آدم کی فضیلت کا منکر ہو گیا''۔

قَدْ سَهُمْ قَدَّ سَمْ اِنَّهُمْ
قَدْ عُصِمُوْا مِنْ خَطَاءِ الْمُخْطِيِيْن

''اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو عظمت و تقدیس عطا کی اور وہ (سجدہ کر کے) خطا کاروں کی خطا سے بچا لیے گئے''۔

میں کہتا ہوں پھر میں نے اس سے اپنے دل کا رخ پھیر لیا اور دل کی گہرائیوں سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوگیا تو اس نے مجھے فرمایا تم نے اپنے باپ کا بدلہ لے لیا ہے تجھ پر میری برکت نازل ہوچکی ہے تم نے جس کی تعریف و توصیف کی اور جس کے سامنے تم نے خیر اور بھلائی پیش کی ہے اُس کے مقام و مرتبے کے بارے میں سنو۔ نیز ملائکہ مقربین کے مقامات ومنازل کے درمیان اپنے مقام ومنزل سے بھی آ گاہی حاصل کرو' تم پر اور ان سب پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔لوسنو!

دل جلوہ گاہِ جلیل اکبر است:

میرا یہ کعبہ وجود کا دل اور میرا عرش ہے اس دل کا جسم محدود ہے ان دونوں میں کسی ایک میں بھی میری گنجائش نہیں ہوسکتی اور نہ ان دونوں کے بارے میں جو خبر دی گئی ہے اس میں میری ذات کی کوئی خبر ہے اور میرا وہ گھر جس میں میں سما سکتا ہوں وہ تمہارا دل مقصود ہے جو تمہارے ظاہری جسم میں ودیعت کیا گیا ہے اور تمہارے دلوں کا طواف کرنے والے اسرار ہیں اور وہ بمنزلہ تمہارے جسموں کے ہیں جس وقت تمہارے اجسام ان پتھروں کا طواف کرتے ہیں۔

ہمارے عرش محیط کا طواف کرنے والے تمہارے اُن طواف کرنے والوں کی مانند ہیں جو عالم تخطیط میں طواف کرتے ہیں پس رتبے اور درجے میں جو کمتر نسبت تمہارے جسم کو قلب بسیط سے ہے بالکل وہی نسبت کعبے کو عرش محیط کے ساتھ ہے۔

پس کعبہ کا طواف کرنے والے تمہارے دل کا طواف کرنے والوں کی

طرح ہیں کیونکہ قلبیت میں دونوں مشترک ہیں اور تمہارے جسموں کے ساتھ طواف کرنے والے عرش کا طواف کرنے والوں کی طرح ہیں کیونکہ احاطہ کرنے والی صفت میں دونوں مشترک ہیں۔

چنانچہ جس طرح دل کا طواف کرنے والوں کے اسرار کا عالم جس میں میری گنجائش ہوتی ہے قدر و منزلت میں بڑھا ہوا اور اعلیٰ ہے ایسے ہی تم بزرگی اور سیادت کی صفت میں عرش محیط کا طواف کرنے والوں سے اعلیٰ و افضل ہو تم وجود عالم کے قلب کا طواف کرنے والے ہو اس لیے تم بمنزلہ اسرارِ علماء ہو اور وہ (ملائکہ) جسم عالم کا طواف کرنے والے ہیں پس وہ پانی اور ہوا کی مانند ہیں تم سب مرتبہ میں برابر کیسے ہو سکتے ہو میری گنجائش تمہارے سوا اور کہاں ہو سکتی ہے اسی لیے میں صورت کمال کے اعتبار سے تمہاری حقیقت کے علاوہ اور کہیں جلوہ گر ہی نہیں ہوا۔

لہٰذا تمہیں جو فضیلت اور بلند مرتبہ بخشا گیا ہے اس کی قدر پہچانو۔ اس کے بعد واضح ہو کہ میں بڑی کبریائی والا اور سب سے بلند مرتبہ ہوں۔ کوئی تعریف میرا حق ادا نہیں کر سکتی اور نہ کوئی آقا و غلام میری معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

تیرا پتہ نہ پائیں لاچار کیا کریں:

صفاتِ الوہیت دریافت و ادراک سے پاک اور شراکتِ منزلت سے منزہ ہیں تُو کچھ نہیں تُو میں ہی ہوں اور میں بھی میں ہی ہوں۔ اپنے آپ میں مجھے تلاش نہ کرو مشکل ہوگی اور نہ اپنے خارج میں میری تلاش کر کے سرگرداں و متحیر بنو میری جستجو ترک بھی نہ کرو ورنہ بدبختوں میں ہو جاؤ گے۔ مجھے تلاش اور

طلب کرتے رہو کہ تمہیں میرا لقا نصیب ہو اور ترقی کر سکو۔ مگر اپنی طلب میں دائرۂ ادب کے اندر رہو اور طلب کے آغاز میں اپنے مذہب (اسلام) پر قائم رہو' اپنے آپ اور مجھ میں امتیاز رکھو' اس لیے کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے اپنے آپ کو ہی دیکھو گے' صفتِ اشتراک میں کھڑے رہو ور نہ بندہ رہو اور کہو کہ "دریافت کی دریافت سے عاجز ہو جانا ہی دریافت ہے" اس سے تم عتیق (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے مل جاؤ گے اور صدیقیت کے بلند مرتبہ کو حاصل کر لو گے۔

نازونیاز:

پھر مجھے فرمایا کہ میرے حضور سے نکل جاؤ تمہارے جیسا آدمی ہمارے حضور کے لائق نہیں ہے۔ میں ایک دھتکارے ہوا انسان کی طرح وہاں سے نکلا تو حاضرین میں سے ایک کی چیخ نکلی۔ پھر ارشاد ہوا:

ذَرۡنِیۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا ۙ

"اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا"۔ [مدثر : ۱۱]

پھر فرمایا اسے واپس لاؤ' مجھے لوٹایا گیا اور ایک ہی لمحے کے اندر میں حضورِ بارگاہ میں حاضر تھا یوں معلوم ہوا گویا میں اس کے شہودِ فرش سے ہلا ہی نہیں تھا اور نہ اس کے حضور وجود سے الگ ہوا تھا۔

پھر فرمایا وہ شخص کیونکر میرے حریم حضور میں داخل ہو سکتا ہے جو اس خدمت کے لائق ہی نہیں اگر تمہارے پاس وہ عزت وسعادت نہ ہوتی جو خدمت کا تقاضا کرتی ہے تو میں تجھے اپنے حضور میں کبھی قبول نہ کرتا اور تمہیں پہلی نگاہ میں ہی پھینک دیتا' اب تم میری بارگاہ حضور میں ہو' میں نے اس بارے میں

تمہارے اخلاص اور جدوجہد کا مشاہدہ کرلیا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جنہوں نے تمہارا احترام اور وقار بڑھا دیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا جس وقت میں نے تمہیں نکل جانے کا حکم دیا اور تمہیں تمہارے معراج سے واپس کر دیا تو تم نے احتجاج کیوں نہیں کیا؟ وجہ کیوں نہیں پوچھی؟ اے انسان! میں تمہیں حجت اور صاحبِ زبان جانتا ہوں پھر اتنی جلدی کیوں بھول گئے؟

حیراں ہوں کہ آنکھیں بچھاؤں کہاں کہاں:

میں نے عرض کیا مجھے آپ کی ذات کے عظیم الشان مشاہدے نے مبہوت کر دیا' اور دورانِ تجلیات آپ کے دستِ بیعت کی گرفت نے مجھے از خود رفتہ بنا دیا میں حیران ہو کر اِدھر اُدھر نظریں گھمانے لگا کہ غیب سے کیا نمودار ہوتا ہے۔ اگر میں اس وقت اپنی طرف توجہ پھیرتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ جو کچھ واقع ہوا ہے وہ مجھ سے ہی مجھ پر واقع ہوا ہے' لیکن حضورِ قدس کا تقاضا ہے کہ اس کے سوا کسی کا مشاہدہ نہ کیا جائے اور اس کے رُخِ انور کے سوا کہیں اور نگاہ نہ کی جائے۔

پھر فرمایا: اے محمد (ابنِ عربی) تم نے سچ کہا' اس مقام اوحد میں ثابت قدم رہو اور عدد سے بچو کیونکہ اس میں ابدی ہلاکت ہے۔

اس کے بعد کچھ مخاطبات اور اخبار سامنے آئے جن کے اسرار بابِ حج اور مکہ کے ضمن میں تفصیل سے بیان کروں گا۔

قلمِ اعلیٰ کے علوم کا نزول:

پھر فرمایا: اے میرے ہم دم و ہمراز' میرے ساتھ عہد نبھانے والے!

اور میرے معزز اور دلی دوست! تو نے کوئی ایسی بات نہیں کہی کہ جس کا مجھے علم نہ ہو اور وہ تمام باتیں میری ذات میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ آپ نے میرا شوق تیز کر دیا ہے کہ آپ سے آپ کی اطلاع حاصل کروں اور آپ سے آپ کے بارے میں معلوم کروں' تو فرمایا اے سیلانی مسافر! اور اے طالبِ قاصد! میرے ساتھ پتھر کے بنے ہوئے کعبہ میں داخل ہو' یہ حجاب اور پردے سے بلند رتبہ گھر ہے' یہ عارفین کے داخل ہونے کی جگہ ہے اس میں طواف کرنے والوں کے لیے راحت ہے۔ میں فوراً اس کے ساتھ پتھر کے گھر میں داخل ہو گیا اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر ڈالا اور فرمایا:

''میں عالم امکان اور اسرارِ وجود عین واین کے ساتھ احاطہ کے مرتبہ میں ساتواں جزو ہوں' اللہ نے مجھے نور کے ٹکڑے سے وجود بخشا' میری حوا عنصر ہے اس نے مجھے کلیاتِ عالم میں ملا دیا''۔

پس اس دوران کہ میں اِن علوم سے فیض یاب ہونے کی انتظار میں تھا جو مجھے القا ہو رہے تھے یا مجھ پر نازل ہو رہے تھے اچانک بلند منازل سے قلمِ اعلیٰ کا علم تین پاؤں والے گھوڑے پر سوار ہو کر میری ذات میں نازل ہوا اور زور سے مجھے اپنا سر مارا پس انوار وظلمات منتشر ہو گئے اور اس نے میرے دل میں تمام کائنات ڈال دی' میری زمین اور آسمان پھٹ گئے اور مجھے تمام اسماء کا علم عطا کر دیا۔ میں نے اپنے آپ کو اور غیر کو پہچان لیا' اسی طرح میں نے اپنی برائی اور بھلائی کے درمیان تمیز پیدا کر لی اور اپنے خالق اور اپنے حقائق کے درمیان فرق جان لیا اس کے بعد وہ فرشتہ مجھ سے چلا گیا۔ اور فرمایا:

''جان لو کہ تم بادشاہ کے حضور میں ہو میں رسول کے ورود اور نزول کے لیے تیار ہو گیا' خزانوں کا رخ میری طرف ہو گیا اور آسمان میرے گرد گھومنے لگے' سب میرے ہاتھ چومنے لگے اور میری طرف متوجہ ہو گئے۔ میں نے کوئی فرشتہ نہیں دیکھا جو نازل ہوا ہو اور نہ کوئی فرشتہ جو میرے سامنے سے گزرا ہو' میں نے اپنے پہلو میں دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ نزول محال ہے میں اسی حال پر ثابت قدم رہا اور بعض خاص لوگوں کو وہ باتیں بتائیں جو میں نے دیکھی تھیں اور جو چیزیں میں نے پائیں ان کو اُن سے مطلع کر دیا''۔

پس میں ہی اپنے پھل سے لدا ہوا باغ ہوں' اور میں ہی ثمرِ جامع ہوں۔ میرے پردے اٹھا دو اور جو کچھ میری سطروں میں تحریر ہے پڑھ لو' میں نے اس کے پردے اٹھا دیے اور اس کی سطریں (نوشتہ) ملاحظہ کیں اس نے اپنا امانت شدہ نور میری آنکھوں میں ظاہر کیا جو مخفی علوم پر مشتمل تھا۔ پس اس میں سے پہلی سطر جو میں نے پڑھی اور اس سطر سے جو پہلا راز میرے علم میں آیا وہ میں دوسرے باب میں بیان کر رہا ہوں۔ اللہ جل شانہ ہی علم اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔

فتوحاتِ مکیہ کا پہلا باب ختم ہوا۔

۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب دوم

''مراتبِ حروف، حرکاتِ عالم، اسمائے حسنیٰ، کلمات، علم، عالم اور معلوم کی معرفت اور تفصیلات کا بیان''۔

یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اول: معرفتِ حروف

فصل دوم: معرفتِ حرکات جن کے ذریعے کلمات کی پہچان ہوتی ہے

فصل سوم: علم، عالم اور معلوم کی معرفت

﴿ فصل اول ﴾

حروف ان کے مراتب اور ان کی حرکات کا بیان:

حروف سے مراد چھوٹے حروف ہیں اور جو ان میں اسمائے الٰہیہ سے

متعلق ہیں۔

اِنَّ الْـحُـــرُوْف اَئِـمَّۃُ الْاَلْـفَــاظِ
شَہِـدتْ بِذَالِکَ اَلْسِنُ الْحُفَّاظ

''بلا شبہ حروف الفاظ کے امام ہیں اس پر حفاظِ قرآن کی زبانیں گواہ ہیں''۔

دَارَتْ بِھَـا الْاَفْلاَ کُ فِـیْ مَلَکُوْتِہٖ
بَیْــنَ الــنِّیَـامِ الْـخَـرْسِ وَالْاِیْـقَـاظ

''اللہ کی بادشاہی میں حروفِ افلاک کا مدار ہیں سونے والے گونگے اور جاگنے والے کے درمیان''۔

اَلْـخَطتھَا الْاَسْمَاءُ مِنْ مَکْنُوْنِہٖ
فَبَـدتْ تُعَزُّ لِذَالِکَ الْاَ لُحَاظِ

''اسماء نے غیب سے حروف کو دیکھا تو اسماء ظاہر ہوئے اور تمہیں اسماء کے حروف دیکھنے کی وجہ سے عزت ملی''

وَتَـقُـوْلُ لَوْلَا فَیْضُ جُوْدِیْ مَابَدَتْ
عِـنْــدَ الْـکَلَامِ حَـقَـائِـقُ الْاَلْـفَـاظِ

''تم تو کہتے ہو اگر عطاء و بخشش کا فیض نہ ہوتا تو کلام کے وقت الفاظ کے حقائق ظاہر نہ ہوتے''۔

واضح رہے اللہ ہمارا اور تمہارا حامی و ناصر ہو! کہ ہر گاہ کہ وجود مطلق غیر مقید ہے اس میں مکلّف کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مکلّف ہونے والے یعنی اہلِ عالم شامل ہیں اور جیسا کہ ہم نے ذکر کیا حروف ان سب کے جامع ہیں۔

چنانچہ ہم نے ارادہ کیا کہ اِن حروف سے مکلّف (اللہ تعالیٰ) کا مقام مکلفین (اہل عالم) سے انتہائی باریکی اور تحقیق کے ساتھ اس طرح کھول کر علیحدہ کر دیں جو اہلِ کشف کے ہاں متفق علیہ ہو اور اس میں ان کے ہاں کوئی تبدیلی نہ ہو سکے' اور یہ مقام ان حروفِ بسیطہ سے مستخرج و مستنبط ہوتا ہے' جن سے یہ حروف حروفِ مرکب ہوتے ہیں اور وہ اہلِ عرب کی اصطلاح میں حروفِ معجمہ کہلاتے انہیں معجمہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ دیکھنے والوں پر اُن کے معنی واضح نہیں ہوتے۔

جب ہم حروف بسیطہ سے واقف ہوئے تو ہم نے انہیں چار مراتب میں منقسم دیکھا۔

حروف' ان کے مراتب' افلاک اور طبائع:

پہلا مرتبہ: وہ حروف ہیں جن کا مرتبہ سات افلاک ہیں اور وہ یہ تین حروف ہیں: ا' ز' ل

دوسرا مرتبہ: وہ حروف ہیں جن کا درجہ آٹھ افلاک ہیں اور وہ یہ تین حروف ہیں: ن' ص' ض

تیسرا مرتبہ: وہ حروف ہیں جن کا مرتبہ نو افلاک ہیں اور وہ چار حروف ع' غ' س' ش' ہیں۔

چوتھا مرتبہ: وہ حروف ہیں جن کا مرتبہ دس افلاک ہیں اور یہ باقی سارے حروف معجمہ ہیں جن کی تعداد اٹھارہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک حرف دس افلاک سے مرکب ہے جیسے کہ مذکورہ بالا حروف میں سے ہر حرف' نو' آٹھ اور سات فلک سے مرکب ہے' اُن افلاک

کی تعداد جن سے یہ حروف بسیط وجود میں آئے دوسو اکسٹھ ہے۔

اب سات فلک والے حروف میں سے ''ز'' اور ''ل'' کا مزاج گرم و خشک ہے اور الف کا مزاج' گرم' تر' خشک اور سرد ہے۔ یہ حروف گرمی کے ساتھ گرم' تری کے ساتھ تر' سردی کے ساتھ سرد اور خشکی کے ساتھ خشک ہوتے ہیں۔ یہ حروف اپنے جہان کے ساتھ قرب اور نسبت کے اعتبار سے کام کرتے ہیں۔

آٹھویں مرتبے والے حروف کا مزاج گرم خشک ہے' نویں مرتبے والے حروف میں (ع 'غ) عین اور غین کا مزاج سرد ہے سین اور شین کا مزاج گرم خشک ہے۔ دسویں والے مرتبے کے حروف کا مزاج گرم خشک ہے مگر حائے مہملہ اور خائے معجمہ (ح 'خ) کا مزاج سرد خشک ہے اور ہا اور ہمزہ (ہ 'ء) کا مزاج سرد تر ہے۔

جن افلاک کی حرکت سے گرمی پیدا ہوتی ہے وہ دوسو تین ہیں جن افلاک کی حرکت سے خشکی وجود میں آتی ہے ان کی تعداد دوسو اکتالیس ہے جن افلاک کی حرکت سے سردی پیدا ہوتی ہے وہ تعداد میں پینسٹھ ہیں' اور وہ افلاک جن کی حرکت سے تری پید ہوتی ہے وہ اپنی دوسری داخل ہونے اور شامل ہونے والی چیزوں کے ساتھ تعداد میں ستائیس ہیں۔

سات افلاک کی حرکت سے چار اولین عناصر پیدا ہوتے ہیں بالخصوص ان میں الف پیدا ہوتا ہے۔ اور ایک سو نوے فلک ایسے ہیں جن کی حرکت سے ایسی خصوصی گرمی اور خشکی پیدا ہوتی ہے جو کسی دوسرے طور پر پیدا نہیں ہوتی' انہی افلاک میں سے یہ حروف پیدا ہوتے ہیں۔ الباء (ب) الجیم (ج) الدال (د) الواؤ

(و) الزاء (ز) الطاء (ط) الیاء (ی) الکاف (ک) اللام (ل) المیم (م) النون (ن) الصاد (ص) الفاء (ف) الضاد (ض) القاف (ق) الراء (ر) السین (س) التاء (ت) الثاء (ث) الذال (ذ) الظا (ظ) الشین (ش)

اور اٹھاسی افلاک کی حرکت سے بالخصوص سردی، خشکی وجود میں آتی ہے اور ان افلاک سے یہ حروف ہو نکلتے ہیں۔ العین (ع) الحاء (ح) الغین (غ) الخاء (خ)

اور بیس افلاک ایسے ہیں جن کی حرکت سے بالخصوص سردی تری پیدا ہوتی ہے ان افلاک سے یہ حروف نکلتے ہیں۔ الھاء (ہ) والھمزۃ (ء)

الف کا لام ایک سوبہات اور چھیانوے سے ملا ہوا ہے۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مثل ہو:

لاَ یَمَسُّھُمُ السُّوٓءُ وَلاَ ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۞

''انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' ۔ [الزمر: ٦١]

اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

لاَ نْتُمْ اَشَدُّ رَھْبَۃً

''یقیناً ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا خوف ہے''۔ [الحشر: ١٣]

کے مثل ہو تو اس کی ملاوٹ ایک سو چھپن اور بیس سے ہے۔

عالم میں میں کوئی ایسا فلک نہیں جس سے ان دونوں کے علاوہ خاص طور پر گرمی و تری پیدا ہو۔

جب میں نے ہوا کے مزاج کو دیکھا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی حکمت سمجھ میں آئی کہ اس کے لیے کوئی فلک کیوں مخصوص نہیں کیا گیا جس طرح ایسا کوئی فلک

نہیں ہے جس میں عناصر اول میں سے کوئی ایک عنصر بھی انفرادی طور پر پیدا ہوتا تھا (ہ) اور ہمزہ (ء) کے ساتھ چوتھا فلک پھرتا ہے اور وہ فلکِ اقصیٰ کو نو ہزار سال میں طے کرتا ہے۔

اور حا (ح) خا (خ)' عین (ع) غین (غ) کے ساتھ دوسرا فلک گردش کرتا ہے اور وہ فلکِ اقصیٰ کو گیارہ ہزار سال میں طے کرتا ہے اور باقی دوسرے حروف کے ساتھ فلک اوّل پھرتا ہے اور وہ فلکِ اقصیٰ کو بارہ ہزار سال میں قطع کرتا ہے اور فلکِ اقصیٰ اپنے افلاک کے اندر کئی منزلوں پر واقع ہے ان میں سے بعض سطح فلک پر ہیں اور بعض فلک کی تہ میں اور بعض ان دونوں کے درمیان واقع ہیں۔ اگر طوالت کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو ہم افلاک کی منازل اور اُن کے حقائق بیان کرتے۔ تاہم اس کتاب کے ساٹھویں باب میں ہم وضاحت سے اس کا بیان کریں گے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں الہام سے نوازا تو ہم وہاں عناصر کی معرفت اور عالمِ سفلی پر عالم علوی کے غلبے اور تسلط کا ذکر کریں گے نیز اس بات کی بھی وضاحت کریں گے کہ جس عالم میں ہم موجود ہیں اس کا وجود فلک اقصیٰ کے دوروں میں سے کس دورہ میں ہے۔ اور کون سی روحانیت ہماری انتظار میں ہے پس اب ہم اپنی باگ اصل منزل کی طرف پھیرتے ہیں تا کہ ہم وہاں پہنچ جائیں یا وہ منزل ہمیں مل جائے۔ انشاء اللہ۔

عالمِ حروف میں بارگاہ الوہیت' انسانوں' جنات اور فرشتوں کا حصہ :

ہم اپنے اصل موضوع کی طرف واپس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

ساتویں مرتبے کے حروف الزا(ز) الف(ا) لام(ل) کو ہم حضرت الٰہیہ کے لیے ٹھہراتے ہیں جو مکلّف کرنے والی ذات ہے یعنی یہ حروف حضرت الٰہیہ کے لیے وقف ہیں۔

دوسرے مرتبے کے حروف جونون (ن) صاد (ص) ضاد (ض) ہیں حروف میں سے انہیں ہم نے انسان کا حصہ قرار دیا ہے۔

نویں مرتبہ کے حروف عین (ع) غین (غ) سین (س) شین (ش) عالم حروف میں انہیں ہم نے جنات کا حصہ ٹھہرایا ہے۔

دسویں مرتبہ یعنی مرتبہ دوم کے مراتبِ اربعہ میں سے وہ باقی حروف ہیں جنہیں ہم نے عالمِ حروف میں فرشتوں کا حصہ ٹھہرایا ہے۔ یہ ایک' دس سو اور ہزاروں کی صورت میں ہیں۔

ہم نے اِن موجودات اربعہ کو حروف کے اِس چار مراتب کے لیے ٹھہرایا ہے۔ یہ تقسیم انتہائی پیچیدہ اور مشکل حقائق کے لیے کی گئی ہے۔ ان کی تفصیل کے لیے ایک مستقل دفتر چاہیے۔ ہم نے قدرے ان کا ذکر کر دیا ہے البتہ اس کی تکمیل اور مفصل ذکر اپنی کتاب ''**المبادی والغایات فیما تحوی علیه حروف المعجم من العجائب والآیات**'' میں کریں گے۔

جو کچھ ہمارے سامنے ہے وہ نہ مکمل ہے اور نہ جامع' یہ چند متفرق اوراق ہیں تاہم اس بارے میں انتہائی مختصر اشارے کیے جاتے ہیں۔

جنات کو یہ چار حروف اُن حقائق کی بنا پر حاصل ہوئے ہیں جن پر وہ ہیں اور ان کے بارے میں ان حقائق کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ادا

ہوئی ہے۔

ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَیۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ ط

''پھر میں ضرور ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے''۔ [الاعراف : ۱۷]

اُن کے حقائق پورے ہو گئے اب ان کی کوئی پانچویں حقیقت باقی نہیں رہی جس کی بنا پر وہ کوئی زائد مرتبہ طلب کریں۔ خیال کرنا اس بات کا اعتقاد نہ کرنا اور نہ یہ سمجھ لینا کہ یہ بات جنات کے لیے جائز ہے یعنی یہ کہ اُن کے لیے بلندی ہو اور جو طرف اس کے مقابل ہے یعنی پستی اور باقی چار جہات ملا کر شش جہات پوری ہوتی ہیں وہ ان کے لیے ثابت ہوں اس لیے کہ ان کی حقیقت اس بات کا انکار کرتی ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ''المبادی والغایات'' میں بیان کیا ہے' ہم نے اس میں وضاحت کی ہے کہ جنات کو حروف عین (ع) غین (غ) سین (س) شین (ش) کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا ہے۔ نیز ان حروف اور ان کے درمیان جو مناسبت ہے وہ بھی میں نے بیان کر دی ہے اس بات کا بیان بھی آ گیا ہے وہ ان افلاک سے پیدا ہوئے ہیں جن سے یہ حروف پیدا ہوئے ہیں۔

حضرتِ الٰہیہ کے لیے ان حروف سے تین حقائق حاصل ہوتے ہیں جن پر وہ ہے اور وہ حقائق ذات' صفات اور ان کے درمیان ربط ہے یہ رابطہ جائز اور قبول ہوتا ہے اس لیے کہ صفت کو موصوف اور اس کے متعلق حقیقی کے ساتھ تعلق ہوتا ہے مثلاً علم کا رابطہ عالم اور معلوم کے ساتھ ارادہ کا رابطہ۔ ارادہ کرنے والے اور مراد کے ساتھ قدرت کا رابطہ قادر اور اپنے مقدور کے ساتھ ہوتا ہے یہی

حال جملہ اوصاف و اسماء کا ہے چاہے نسبتیں ہی ہوں۔

اور وہ حروف جو حضرتِ الٰہیہ سے مختص ہیں مثلاً الف (ا) الزا (ز) لام (ل) وہ اولیت کی نفی پر دلالت کرتے ہیں' یہ جس پر دلالت کرتے ہیں وہ ہے ''ازل'' ان حروف کے بسائط تعداد میں ایک ہی ہیں جو شخص ان سے واقفیت حاصل کرلے اس کے لیے کیا ہی عجیب حقائق ہیں' علم الحروف ایسا پاکیزہ اور برتر علم ہے جسے دوسرے نہیں جانتے بلکہ اس سے جاہلوں کے سینے گھٹن اور تنگی محسوس کرتے ہیں۔ ہم نے کتاب مذکور میں ان حروف اور حضرتِ الٰہیہ کے درمیان مناسبت جامعہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

اسی طرح حروف سے حضرت انسان کے لیے بھی تین حقائق حاصل ہوتے ہیں جیسے کہ حضرتِ الٰہیہ کے لیے تین حقائق ثابت ہوئے تھے پس عدد میں دونوں کے درمیان اتفاق ہو گیا سوائے اس کے کہ حروف النون (ن) الصاد (ص) الضاء (ض) صرف حضرت انسان کے لیے خاص ہیں پس حضرتِ الٰہیہ اپنی حقیقت کی وجہ سے الگ ہوگئی۔

عبودیت ربوبیت کے ساتھ اُن حقائق میں مشترک نہیں ہوتی جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ معبود ہے۔ جیسے کہ بندہ اپنے حقائق کے ساتھ اور اس صورت کی بنا پر جس کی وجہ سے وہ تین کے ساتھ مخصوص ہوا ہے۔ عابد ہوتا ہے اگر حقائق میں اشتراک ہو تو بندہ اور اللہ میں فرق نہ رہتا اور وہ ایک ہو جاتے یعنی یا بندہ ایک ہوتا ہے یا اللہ ایک ہوتا میری مراد یہ ہے کہ اگر وہ ایک ہی عین کی طرح منسوب ہوں اور یہ صحیح نہیں ہے۔

ضروری ہے کہ بندہ اور حضرتِ الٰہیہ کے حقائق علیحدہ علیحدہ ہوں اگرچہ ان کی نسبت ایک ہی عین کی طرف ہو اس لیے اللہ تعالیٰ کو اس کے قدیم ہونے کی وجہ سے مشائخ صوفیاء نے علیحدہ جانا ہے اور مخلوق کو اس کے حادث ہونے کی بناء پر الگ شمار کیا ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس کے علم کی بنا پر علیحدہ جانا ہے اور مخلوق کو اس کے علم کی بنا پر الگ کہا ہے اس لیے کہ علم کا فلک ایک ہی ہے البتہ وہ قدیم میں قدیم اور محدث میں محدث ہوتا ہے۔

رب وعبد اور ان کے درمیان حقائق:

حضرت رب' اور حضرت عبد کی صورت میں دو حضرتیں جمع ہو گئی ہیں اان دو میں سے ہر ایک تین حقائق کی وجہ سے عقل میں آتی ہے' ذات' صفت اور صفت و موصوف کے درمیان رابطہ' بندہ کے لیے تین صورتیں ہیں اور وہ یہ ہیں۔

بندہ کی ایک حالت صرف اس کے اپنے ساتھ ہوتی ہے اور بس' اور وہ صورت ہے جس میں بندے کا دل ہر چیز سے غافل ہوتا ہے۔

بندہ کی ایک حالت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتی ہے۔

اور اس کی ایک حالت عالم کے ساتھ ہوتی ہے۔

اور جیسے کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ باری تعالیٰ سبحانہٗ و تقدس ہم سے علیحدہ ہے' اس کے دو احوال ہیں۔ ایک حال اس کے اپنے لیے اور ایک حال اپنی مخلوق کے لیے' اس کے اوپر کوئی موجود نہیں' البتہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایک وصف ہوتا ہے جو اس کے ساتھ متعلق ہوتا ہے یہ موضوع ایک ایسا سمندر ہے کہ اگر ہم اس میں داخل ہوں تو ایسے ایسے امور سامنے آئیں گے جنہیں سننے کی ہمارے اندر طاقت

نہیں ہے۔ چنانچہ ہم اپنی کتاب ''المبادی والغایات'' میں حضرتِ انسانیہ سے مخصوص حروف النون (ن) الصاد (ص)) الضاد (ض) اور حضرتِ الٰہیہ سے مخصوص حروف الالف (ا) الزا (ز) اللام (ل) کا ذکر کر چکے ہیں۔

ہر چند حضرت الٰہیہ کے حروف سات افلاک سے اور حضرتِ انسانیہ کے حروف آٹھ افلاک سے ہیں تاہم یہ مناسبت کے خلاف اور اس کے مانع نہیں ہے اس لیے کہ عبد اور معبود کا فرق واضح اور کھلا ہوا ہے۔

خیال رہے کہ ''نون رقمیہ'' میں جو فلک کا نصف ہے اس قدر عجائبات ہیں کہ انہیں سننے کی طاقت وہی شخص رکھتا ہے جس نے تسلیم کے لیے پوری طرح کمر باندھ لی ہو اور وہ موت کی اُس روح کو سمجھ چکا ہو جس پر وہ قائم ہو اس سے اعتراض کا صدور متصور ہی نہ ہو۔

اسی طرح نون کے نقطہ میں نون روحانیہ معقولہ ہو نون سفلی کی شکل کے اوپر ہے کے لیے پہلی دلالت ہے' جو دائرہ کا نصف ہے اور نون مرقومہ کا نقطہ موصولہ ہے وہ الف معقولہ کے مرکز کی پہلی شکل ہے جس کی وجہ سے دائرہ کا قطر متمیز ہوتا ہے اور وہ نقطہ اخیرہ جس پر نون کی شکل ختم اور منتہی ہوتی ہے وہ الفِ معقولہ موہومہ کا سر ہے تمہارے لیے یہ الف نون پر مرکز قائم کرتا ہے تو اس سے لام اور نون کے حرف ظاہر ہوتے ہیں نون کا نصف زا (ز) الف مذکورہ کے وجود کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس اعتبار سے تمہیں نون (ن) ازل انسانی کا علم عطا کرتا ہے جیسے کہ الف (ا) الزا (ز) اللام (ل) تمہیں حق تعالیٰ کے ازل کا علم بخشتے ہیں حالانکہ اللہ

تعالیٰ کا ازل تو ظاہر ہے کیونکہ وہ اپنی ذات میں ازلی ہے جس کا اول کوئی نہیں اور بلا شک وشبہ اس کی ذات میں اس کے وجود کے لیے کوئی ابتدا نہیں ہے۔

نوع انسانی ازلی ہے یا غیر ازلی:

بعض محققین نے انسان کے ازلی ہونے میں تردد کیا ہے تو انہوں نے انسان کو ازل کی طرف نسبت دی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ازل انسان میں پوشیدہ ہے مگر وہ نہیں جانتا کیونکہ ازل انسان کی ذات میں ظاہر نہیں ہے۔ انسان کے وجوہ میں سے ایک وجہ کے اعتبار سے اس میں ازل کا ہونا درست ثابت ہوتا ہے ان وجوہ میں سے ایک یہ ہے کہ موجود پر وجود کا اطلاق چار مراتب میں ہوتا ہے۔

وجود ذہنی، وجود ظاہری عینی، وجود لفظی اور وجود تحریری:

اس کا تفصیلی ذکر اس کتاب میں آگے آئے گا۔

وجود کے اعتبار سے انسان اپنی اُس صورت پر جس کے مطابق اس کا وجود عینی اللہ کے علم قدیم ازلی میں موجود تھا اور اس کی یہ موجودہ صورت بعد والے دور میں بھی علم الٰہی سے متعلق تھی وہ ازل سے موجود ہے گویا انسان اپنے ساتھ علم الٰہی کی عنایت سے تعلق کی وجہ سے ازل سے موجود ہے جیسے کہ عرض کی قیام گاہ جوہر کے قیام کی وجہ سے ہوتی ہے اور یوں یہ تبعاً قیام گاہ ہوتی ہے۔

لہٰذا ازل انسان میں پوشیدہ ہے، نیز انسان حقائق ازلیہ کے اعتبار سے بھی جو مقید معقولہ صورت سے آزاد ہوتے ہیں اور حدوث وقدم کو قبول کرتے ہیں انسان ازلی ہے (یعنی وہ ازل سے علم الٰہی میں موجود تھا) اس کی تشریح ہم نے اپنی کتاب ''انشاء الدوائر والجد اول'' میں کی ہے وہاں دیکھ لی جائے انشاء

اللہ سیر حاصل بحث مل جائے گی البتہ اس کتاب کے بعض ابواب میں جہاں جہاں اس کی ضرورت محسوس ہوئی ہم ذکر کریں گے۔

اورنون (ن) میں راز ازلی کے ظہور کا ہم نے جو ذکر کیا ہے وہ (ص) اور ضاد (ض) میں پورے طور پر کمالِ دائرہ کے وجود میں آ گیا ہے اور ایسے ہی الالف (ا) الزاء (ز) اور اللام (ل) کے حقائق جو حق تعالیٰ کے لیے ہیں وہ نون (ن) صاد (ص) اور ضاد (ض) کی طرف راجع ہوتے ہیں جو بندہ کے لیے ہیں اور حق تعالیٰ رجوع کرتا ہے اور ں مقام میں اُن اسرار کے ساتھ متصف ہوتا ہے جنہیں کتابوں میں بیان کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے البتہ عارفِ ربانی ان اسرار کو اپنے علم اور مشرب کے مطابق اہل لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے یا انہیں کسی ایسے شخص کے سامنے انہیں کھولتا ہے جو تسلیم کے کامل ترین درجے پر فائز ہو۔ اس لیے کہ ان دو قسم کے لوگوں کے علاوہ اور لوگوں پر ان اسرار کا افشاء کرنا حرام ہے جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کی تحقیق کرو اور انہیں ظاہر کرو تمہارے اوپر ایسے ایسے عجائبات ظاہر ہوں گے جن کا حسن و جمال عقلوں کو مبہوت کر دے گا۔

باقی حروف معجمہ ملائکہ کے لیے باقی رہے ان کی تعداد اٹھارہ ہے اور وہ یہ ہیں۔

الباء (ب) الجیم (ج) الدال (د) الھاء (ہ) الواؤ (و) الحاء (ح) الطاء (ط) الیاء (ی) الکاف (ک) المیم (م) الفاء (ف) القاف (ق) الراء (ر) التاء (ت) الثاء (ث) الخاء (خ) الذال (ض) الظاء (ظ)

﴿حضرتِ الٰہیہ اور حضرتِ بشریہ﴾

اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ حضرت انسانیہ' حضرتِ الٰہیہ کے مثل ہے نہیں نہیں بلکہ تین مراتب پر وہ اس کا عین ہے اور وہ مراتب یہ ہیں ۔ ملک' ملکوت' جبروت' پھر ان مراتب میں سے ہر مرتبہ کی تین صورتیں ہیں اس اعتبار سے سب کی تعداد نو ہوئی اب مرتبہ ملک میں سے شہادت کے تین لے کر انہیں اُن چھ سے ضرب دو جو انسانیہ اور حضرت الٰہیہ کا مجموعہ ہیں یا اُن چھ ایام مقدرہ میں ضرب دو جس میں تین ایام حقیہ اور تین ایام خلقیہ میں وہ موجود ہوئے ہیں حاصل ضرب اٹھارہ برآمد ہوگا اور یہ ملک کا وجود ہے اسی طرح اس حساب سے حق کے بارے میں عمل کرو۔

حق تعالیٰ کے لیے القاء کے واسطے نو افلاک اور انسان کے لیے قبول کرنے کے لیے بھی نو افلاک ہیں۔

پس نو افلاک حقّیہ کی ہر حقیقت نو افلاک خلقیہ کے لطائف کی طرف پہنچتی ہے اور نو افلاک خلقیہ کے لطائف نو افلاک حقیہ کی طرف منعطف ہوتے ہیں جہاں یہ جمع ہوں گے تو مَلَک وہی اجتماع ہوگا اور یہاں ایک امر نمودار ہوتا ہے۔اب یہ زائد امر جو نمودار ہوتا ہے وہ فرشتہ ہے۔

اگر وہ مَلَک کلیۃً ان میں سے ایک نو کی طرف مائل ہونے کا ارادہ کرے تو دوسرے نو اسے اپنی طرف کھینچتے ہیں اب وہ ان دونوں کے درمیان

متردد ہو جاتا ہے۔ جبرئیل حضرت حق کی طرف سے نبی علیہ السلام پر نازل ہوتا ہے اور درحقیقت فرشتے کی حقیقت میں کسی طرف میلان درست نہیں ہے اس کے لیے اس کا مقصد فرض دو''نو'' کے درمیان اعتدال پیدا کرنا ہے' اور میل انحراف کا نام ہے جب کہ فرشتے کے ہاں انحراف نام کی کوئی چیز نہیں ہے اس لیے وہ حرکت منکوسہ اور حرکتِ مستقیمہ کے درمیان متردد ہوتا ہے اور یہ تردد عین لطافت ہے۔

اگر یہ فرشتہ انسان کے پاس آئے اور وہ خالی ہوتو یہ حرکت منکوسہ ذاتیہ عرضیہ ہے اور اگر یہ انسان کے پاس اس طرح آئے کہ حقیقت کو پانے والا ہوتو حرکت مستقیمہ غیر ذاتیہ ہوگی اور اگر وہ واپس آئے اور خالی ہوتو حرکتِ مستقیمہ ذاتیہ عرضیہ ہوگی اور اگر وہ واپس آئے اور حقیقت کو پانے والا ہوتو حرکتِ منکوسہ عرضیہ غیر ذاتیہ ہوگی۔

اور بعض اوقات عارف سے حرکت ہمیشہ سیدھی صادر ہوتی ہے اور عابد سے ہمیشہ حرکت منکوسہ صادر ہوتی ہے۔ اس بارے میں اسی کتاب میں آگے تفصیلی ذکر آ رہا ہے نیز اس بات کی وضاحت بھی آگے آئے گی کہ یہ حرکات منکوسہ' افقیہ اور مستقیمہ میں کیوں منحصر ہیں یہ عجیب وغریب غیبی نکتے ہیں۔

سات افلاک اور ان کے برزخ:

میں اپنے موضوع کی طرف واپس آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ افلاک سات ہی ہیں اور یہ اس لیے کہ عالم شہادت دراصل ایک برزخ ہے اور یہ ایک ہی فلک ہے اور ایک اس کا ظاہر ہے اس طرح یہ دو فلک ہوئے۔ اسی طرح ایک

اس کا باطن ہے اب وہ تین ہوئے عالم جبروت بھی دراصل ایک برزخ ہے اور وہ ایک ہے اور وہ چوتھا فلک ہے۔ مگر اس کے لیے ایک ظاہر ہے اور وہ عالم شہادت کا باطن ہے۔ پھر اس کا ایک باطن ہے جو پانچواں فلک ہے اس کے بعد عالم ملکوت ہے وہ اپنی جگہ ایک برزخ ہے اور چھٹا فلک ہے۔ اب ایک اس کا ظاہر ہے اور یہ عالم جبروت کا باطن ہے اسی طرح ایک اس کا باطن ہے اور یہ ساتواں فلک ہے' پھر اس کے سوا اور کچھ نہیں اور یہ صورت سات اور نو کی ہے۔

تین کو سات سے ضرب دی جائے تو حاصل ضرب اکیس نکلتے ہیں اس میں سے تین مراتبِ انسانیہ خارج ہو جائیں تو باقی اٹھارہ بچتے ہیں اور یہ مقام فرشتے کا ہے۔

اور یہی وہ افلاک ہیں جہاں سے انسان کو موارد (وارداتِ غیبی) کا القاء ہوتا ہے۔ یہی صورت مراتبِ حقیہ کے بارے میں ہے تین کو سات سے ضرب دیں گے تو اکیس برآمد ہوں گے۔ یہ وہ افلاک ہیں جن سے اللہ تعالیٰ جس بندے پر چاہے وارداتِ اِلقاء کرتا ہے اگر ہم واردات حق تعالیٰ کی طرف سے اخذ کریں تو ہم انہیں افلاکِ اِلقاء کا نام دیں گے اور اگر واردات انسان کی طرف سے ہوں تو ہم انہیں ''افلاکِ تلقّی'' کہیں گے۔ اور اگر واردات حضرتِ حق اور انسان دونوں سے حاصل کریں تو نو کو حق تعالیٰ کے القاء کے لیے اور نو کو تلقّی کے لیے مقرر کرتے ہیں اور اِن دونوں کے ملنے سے فرشتہ پیدا ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے نو افلاک پیدا کیے یعنی سات آسمان اور کرسی اور عرش اور اگر آپ چاہیں تو فلک کواکب اور فلکِ اطلس کہہ سکتے ہیں اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

حرارت ورطوبت کا کوئی فلک نہیں:

ہم نے اس فصل کے آغاز میں حرارت اور رطوبت کے لیے کسی فلک کے ہونے سے انکار کیا تھا مگر ہم نے اس کا سبب نہیں بتایا تھا۔اب اس کا قدرے ذکر ہم اس باب میں کریں گے جب کہ اس کی پوری تفصیل آگے کتاب کے اندر آئے گی۔اس تتمے کے بعد اس باب میں حروف گرم اور تر کا ذکر آئے گا اس لیے کہ اس کے ساتھ اس فلک کے علاوہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ایک اور فلک گردش کرتا ہے۔

واضح رہے کہ گرمی اور تری ہی حیاتِ طبیعیہ ہے اگر ان دونوں کے لیے کوئی اس طرح الگ فلک ہوتا جیسا کہ مزاج کی مناسبت سے اس کے دوسرے ہم جسوں کے لیے افلاک ہیں تو اس فلک کا دورہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کا غلبہ ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ عارضی زندگی میں واقع ہو رہا ہے اور یہ حیاتِ طبیعہ معدوم یا منتقل ہو جاتی جب کہ حیاتِ طبیعہ کی حقیقت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ معدوم نہ ہو۔اس لیے حیات کا کوئی فلک نہیں ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ

''اور بے شک آخرت کا گھر وہی اصل زندگی ہے''۔ [العنکبوت : ٦٤]

دوسری جگہ فرمایا:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ

''اور کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو''۔

[الاسراء : ۴۴]

پس حیاتِ ابدیہ کے فلک کو حیاتِ ازلیہ کا فلک کھینچ رہا ہے حیات کا کوئی فلک نہیں جس کا دورہ ختم ہو جائے۔ حیاتِ ازلیہ حیؓ (اللہ تعالیٰ) کے لیے ذاتی ہے جس کا اختتام درست نہیں ہے۔ حیاتِ ازلیہ حیاتِ ابدیہ کے لیے علت ہے لہٰذا اس کی انتہا اور اختتام صحیح نہیں ہے۔

ارواح فانی نہیں ہیں:

ارواح کو نہیں دیکھتے ہو؟ چونکہ روحوں کی حیات ذاتی ہوتی ہے اس لیے ان کو موت نہیں آتی جب کہ جسموں میں زندگی (حیات) عارضی ہوتی ہے چنانچہ ان پر موت طاری ہوتی ہے اور وہ فنا ہو جاتے ہیں۔ جسم میں زندگی کا ظہور دراصل روح کی حیات کے اثرات کی وجہ سے ہوتا ہے یہ بالکل ایسے ہے جیسے زمین آفتاب کے نور کی وجہ سے منور ہے' آفتاب غروب ہوتا ہے تو اس کا نور بھی اس کے ساتھ چلا جاتا ہے اور زمین تاریک اندھیرے میں ڈوب جاتی ہے اسی طرح جب روح جسم سے رخصت ہو کر اُس عالم کی طرف روانہ ہوتی ہے جہاں سے وہ آئی تھی تو حیات اور زندگی کی وہ رو جو انسانی جسم میں دوڑ رہی ہوتی ہے اس کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ دیکھنے والے کی نظر میں جسم پتھر کی صورت رہ جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ فلاں مر گیا اور تم کہتے ہو کہ حقیقت اپنے اصل کی طرف لوٹ گئی۔ ارشادِ خداوندی ہے:

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ۞

''ہم نے تمہیں زمین ہی سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹا دیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے''۔ [طٰہٰ : ۵۵]

آخرت میں اجسام کس طرح زندہ ہوں گے:

جب روح اپنے اصل عالم کو لوٹ جائے گی تو دوبارہ اٹھائے جانے اور حساب کے دن روح جہاں ہوں گی وہاں سے عشق کے طور پر جسم پر ایک تجلی ڈالے گی تو جسم کے منتشر اجزاء جمع ہو جائیں گے اور اس کے بکھرے ہوئے اعضاء آپس میں مل کر ایک لطیف زندگی کی شکل اختیار کر لیں گے۔ جسم کے اعضاء باہم جڑنے اور آپس میں ملنے کے لیے حرکت کریں گے۔ جسم روح کی توجہ اور نظر سے یہ مدد حاصل کرے گا۔ جب جسم کی ساخت مکمل ہو جائے گی اور اس کی خاکی تخلیق کا عمل پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا تو روح لطائف اسرافیلیہ کے ذریعے صورت مخصوصہ میں تجلی کرے گی، پس فوراً جسم میں زندگی کی لہر دوڑ جائے گی اور انسان درست حالت میں اس طرح اٹھ کھڑا ہوگا جیسے وہ پہلی بار اس دنیا میں آیا تھا۔ ارشاد ہے:

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَاهُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۞

''پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ اٹھ کھڑے ہوں گے''۔

[الزمر: ٦٨]

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا

''اور چمک اٹھے گی زمین اپنے رب کے نور سے''۔ [الزمر: ٦٩]

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ط

''فرمایئے انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں پیدا کیا''۔

[یٰس : ٧٩]

كَمَا بَدَاَ كُمْ تَعُوْدُوْن

''جس طرح اللہ نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تم لوٹو گے''۔

[الاعراف : ۲۹]

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِىْ اَنْشَاهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ

''فرمایئے انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں پیدا کیا''۔

[ھود : ۱۰۵]

فَمِنْهُمْ شَقِىٌّ وَّ سَعِيْدٌ ۞

''تو ان میں کوئی بد بخت ہے اور کوئی خوش بخت''۔ [ہود : ۱۰۵]

چار عناصر اربعہ اوران کی ترکیب:

واضح رہے کہ ان چار عناصر کو آپس میں ملانے میں بڑے عجائبات ہیں اس لیے کہ گرمی اور سردی ایک دوسرے کی ضد ہیں یہ جمع نہیں ہوسکتیں اور جب یہ آپس میں جمع نہ ہوں گی تو ان سے کوئی چیز برآمد بھی نہیں ہوگی۔اسی طرح تری اور خشکی کی کیفیت ہے۔ضد کی ضد دوسری ضد کی ضد سے ملتی ہے۔ چنانچہ ان سے کبھی کوئی چیز سوائے چار کے پیدا نہیں ہوتی اور یہ چار ہی رہتے ہیں اسی لیے دو کے لیے دو ضدیں ہوتی ہیں اگر اس طرح نہ ہوتا تو ترکیب ان میں موجودہ حقائق سے بڑھ کر ہوتی جب کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ ترکیب چار اصولوں سے زیادہ ہوتی نہیں کہ چار عدد کے اصول ہیں اور وہ تین جو چار میں چار کے ساتھ ہیں سات ہوتے ہیں اور ان میں جو دو ہیں وہ سات کے ساتھ مل کر نو ہوتے ہیں اور ان چار میں جو ایک ہے وہ نو کے ساتھ مل کر دس بنتے ہیں اس کے بعد جو چاہو مرکب کرو

اور تم ایسا کوئی عدد نہ پاؤ گے جو تمہیں یہ حقیقت عطا کرے سوائے چار کے جیسا کہ تم کوئی مکمل عدد بغیر چھ کے نہیں پاتے اس لیے کہ اس میں نصف' تہائی اور چھٹا حصہ جمع ہیں۔

آگ:

پس گرمی اور خشکی آپس میں ملیں تو ان سے آگ پیدا ہوئی گرمی اور تری آپس میں ملیں تو ہوا بنی' سردی اور تری کا امتزاج ہوا تو پانی بن گیا' سردی اور خشکی ایک دوسرے میں ضم ہوئیں تو اس سے مٹی پیدا ہوئی۔

ہوا:

ہوا کی تخلیق پر غور کرو وہ گرمی اور تری سے پیدا ہوئی اور ہوا وہی (پھونکا) ہے جو جسم کی زندگی (حیات) ہے اور ہوا ہی پانی' زمین' آگ' بلکہ ہر چیز کو ذاتی طور پر حرکت دیتی ہے۔ اسی کی تحریک سے چیزیں حرکت کرتی ہیں۔ اس لیے کہ ہوا ہی حیات ہے جب کہ حرکت حیات کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا یہ چار ارکان ہیں جو امہاتِ اوّل (تخلیق کے بنیادی عناصر) ہیں۔

واضح رہے کہ یہ امہاتِ اوّل مرکبات میں ایک دوسرے سے امتزاج کے بغیر اپنے اپنے حقائق ظاہر کرتی ہیں۔ مثلاً حرارت سے جلنا یا گرمی پہنچنا حرارت کے سوا دوسرے عنصر سے ممکن نہیں۔ ایسے ہی خشک ہو جانا اور قبض کر لینا خشکی سے ہوتا ہے اگر تم آگ کو دیکھو کہ اس نے کسی جگہ سے پانی کو خشک کر دیا ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ اسے آگ نے خشک کر دیا ہے' اس لیے کہ آگ گرمی اور خشکی سے مرکب ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ پس حرارت اور گرمی کے وجہ سے پانی گرم

ہو جاتا ہے اور خشکی سے وہ سوکھ جاتا ہے اسی طرح تری رطوبت سے حاصل ہوتی ہے اور کسی چیز میں ٹھنڈک سردی سے آتی ہے پس گرمی گرم کرتی ہے سردی ٹھنڈا کرتی ہے تری رطوبت پیدا کرتی ہے اور خشکی خشک کرتی ہے۔

پس یہ امہات (تخلیقی عناصر) آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں یہ کبھی آپس میں جمع نہیں ہوتے مگر صرف صورت کے اعتبار سے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب ان کے حقائق یہ تقاضا کریں اور ان میں کوئی جز کسی طرح اکیلا نہیں پایا جائے گا یہ ہمیشہ دو کی صورت میں ہوں گے یا تو گرمی اور خشکی ہوگی جیسا کہ ان کی ترکیب کے بارے میں ذکر ہو چکا ہے اکیلی گرمی نہیں پائی جائے گی اس لیے کہ وہ اکیلی ہو نہیں سکتی۔

حقائق مفرد اور حقائق مرکب:

حقاق کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو عقل میں مفرد پائے جاتے ہیں جیسے حیات، علم، نطق، حِس اور ایک وہ ہیں جو وجود ترکیب کے ساتھ پائے جاتے ہیں مثلاً آسمان، عالم، انسان اور پتھر۔

اگر کہا جائے کہ کس لیے ان امہات متنافرہ کو آپس میں جمع کیا گیا ہے؟ کہ ان کے باہم ملنے سے کئی چیزیں ظاہر ہوئی ہیں تو اس میں ایک عجیب راز ہے اور یہ ایک پیچیدہ مرکب ہے اس سے پردہ اٹھانا حرام ہے اس لیے کہ نہ تو اسے برداشت کرنے کی کسی میں طاقت ہے اور نہ عقل اسے معلوم کر سکتی ہے البتہ یہ راز کشف کے سامنے کھلا ہوا ہے اس لیے ہم اس سے خاموشی اختیار کرتے ہیں اور کبھی کبھار اس کی طرف ہم ہلکا سا اشارہ کرتے رہیں گے اربابِ دانش اور

صاحبِ تجسس اسے سمجھ جائیں گے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ مختارکل اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ان اُمہات متنافرہ (مختلف ومتضاد تخلیقی عناصر) کوآپس میں ملا دے کیونکہ اس کے علم میں پہلے ہی عالم کی تخلیق انہی سے مقرر ہوچکی تھی اور وہ عالم کی تخلیق کے عناصر کی اکثریت پر مشتمل ہیں بلکہ اصل ہیں۔

یہ اُمہاتِ متنافرہ بذاتہ موجود نہ تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں مولف (ملی ہوئی) صورت پر پیدا کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے حقائق مفرد پیدا ہونے کی صلاحیت سے محروم ہیں پس اللہ تعالیٰ نے انہیں اس صورت پر پیدا کیا جس کے مطابق ان حقائق میں سے دوحقیقتوں کا آپس میں ملانا مقرر ٹھہرا۔ گویا یہ اُمہات متفرق طور پر موجود تھیں۔ پھر انہیں آپس میں ملایا گیا انہیں آپس میں جوڑنے سے وہ حقیقت ظاہر ہوئی جو ان کے متفرق اور الگ الگ ہونے کی صورت میں موجود نہ تھی۔ حقائق کا تقاضا یہ ہے کہ مرکب صورت اختیار کرنے سے پہلے ان امہات کا کوئی ذاتی وجود نہ ہو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے پانی' آگ' ہوا اور مٹی کی صورتوں کو پیدا فرمایا تو انہیں اسی طرح ترتیب دیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے میں حل ہوجائیں۔ آگ ہوا بن جاتی اور ہوا آگ' جیسے تا' طا سے اور س' ص سے بدل جاتے ہیں۔ اس لیے کہ جس فلک سے اُمہاتِ اوّل پیدا ہوتے ہیں یہ حروف بھی اسی سے نکلتے ہیں۔

عناصر اور حروف کے افلاک:

جس فلک سے زمین پیدا ہوئی ہے اسی سے حروف ثا' تا اور جیم کے

سر کے سوا اس باقی حصہ'لام کا نصف حصہ'خا کا سرا'ھا کا تیسرا حصہ'خشکی لانے والی د' نون'اور میم پیدا ہوتے ہیں۔

جس فلک سے پانی پیدا ہوا ہے اسی سے حروف شین' غین' طا' حاء' ضاد' با کا سر'اس کے نقطہ واحدہ سمیت'فا کے جسم کا مدہ بغیر اس کے سر کے'قاف کا سرا اور اس کا کچھ حصہ اور ظاء معجمہ کے دائرے کا نچلا حصہ پیدا ہوتے ہیں۔

اور وہ فلک جس سے ہوا وجود میں آتی ہے اس سے ھا کا آخری حصہ جس سے اس کا دائرہ قائم ہوتا ہے فا کا سرا'نصف دائرے کے مطابق خا کا گھیرا اور ظائے معجمہ اعلیٰ کے دائرے کا نصف مع اس کے قائمہ کے اسی طرح حروف ذال' عین'زا' الصاد اور الواؤ پیدا ہوتے ہیں۔

وہ فلک جس سے آگ پیدا ہوتی ہے اس سے ھمزہ' کاف' یا' سین'را' جیم کا سرا اور یا کا جسم مع اس کے نچلے نقطوں کے بغیر اس کے سر کے' لام کا درمیانہ حصہ'اور قاف کا جسم بغیر اس کے سر کے پیدا ہوتے ہیں اور الف کی حقیقت سے یہ تمام حروف نکلتے ہیں اور وہ روحانی اور حسی طور پر ان سب کا فلک ہے۔

اسی طرح یہاں ایک پانچواں عنصر بھی موجود ہے جو ان تمام ارکان کا اصل ہے اس میں علم طبعی کے دانشوروں کے مابین اختلاف ہے حکیم نے ''الاسطقسات'' میں اس کا ذکر کیا ہے اس میں انہوں نے کوئی ایسی بات پیش نہیں کی جو دیکھنے والے کے لیے تردّد کا باعث ہو'مجھے یہ آگاہی علم طبائع پڑھنے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس طرح ہوئی کہ اچانک میرے ایک دوست میرے پاس آئے تو ان کے ہاتھ میں یہ کتاب تھی وہ علم طب پڑھ رہا تھا اس نے خواہش ظاہر

کی کہ میں اس کے سامنے علم درس وتدریس اورغور وفکر سے نہیں بلکہ علم کشف کے ذریعے ان چیزوں کی وضاحت کروں' چنانچہ اس نے میرے سامنے یہ کتاب پڑھی تو میں اس اختلاف سے آگاہ ہوا جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔ یہاں سے مجھے اس اختلاف کا علم ہوا اگر یہ واقعہ رونما ہوتا تو شاید میں نہ جان سکتا کہ اس میں کسی نے اختلاف کیا ہے یا نہیں اس لیے کہ ہمارے پاس اس بارے میں سوائے حق وحقیقت کے اور کچھ نہیں اور نہ ہمارے ہاں اس میں کوئی اختلاف ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے قبول واردات کے لیے دل کو فکر سے خالی اور استعداد کے لیے تیار کر کے علوم حاصل کرتے ہیں اور وہی کسی اجمال اور حیرت کے بغیر ہمیں اصل حقائق پر مطلق کرتا ہے' ہم حقائق کو ان کی اصلیت کے مطابق جانتے ہیں چاہے یہ حقائق مفردات کی صورت میں ہوں چاہے باہم مل کر مؤلف شکل میں ہوں اور چاہے وہ حقائقِ الٰہیہ ہوں ہمیں کسی چیز میں شک نہیں ہے وہاں سے ہی ہمارا علم آتا ہے اور حق تعالیٰ ہی ہمارا معلم ہے یہ علوم نبوی ورثہ ہیں جو ہر قسم کے خلل' اجمال اور ظاہر سے محفوظ ومصوٗن ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ ۞

''اور ہم نے اپنے نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان کی شان کے لائق ہے''۔ [یٰس : ۶۹]

اِس لیے کہ شعر' اجمال' رموز وکنایات' اور دورخی باتوں کا محل ہوتا ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ''ہم نے اپنی طرف سے انہیں نہ تو کوئی رمز سنائی ہے

اور نہ انہیں بطور کنایہ کوئی بات کی ہے اور نہ اُن سے کبھی اس قسم کی بات کی ہے کہ وہ کچھ اور سمجھیں اور ہمارا مطلب کچھ اور ہو اور نہ ہم نے ان سے اجمال کی صورت میں گفتگو کی ہے یہ تو نصیحت ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ جب ہم نے انہیں اپنی طرف کھینچا (اس سے مراد سرورِ عالم ﷺ) اور ان کو ان سے غائب کر دیا اور اپنے حضورِ قدس میں انہیں حاضر کیا' سو ہم ہی اُن کے کان اور آنکھ تھے۔ پھر ہم نے ان کو تمہاری طرف لوٹا دیا تاکہ تم ان کی وجہ سے دنیا اور جہالت کی تاریکیوں میں راستہ پاؤ پس ہم ان کی وہ زبان تھے جس سے وہ تم سے خطاب کرتے تھے پھر ہم نے اُن پر نصیحت آموز کتاب اتاری جو اس چیز کی یاد دلاتی ہے جس کا انہوں نے مشاہدہ کیا اسی بنا پر وہ کتاب ان کے لیے یاد ہے اور قرآن ہے گویا وہ ان تمام چیزوں کی جامع ہے جو انہوں نے ہمارے ہاں واضح اور ظاہر طور پر مشاہدہ کی تھیں اس لیے کہ آپ کو ان تمام چیزوں کی اصلیت کا علم تھا جو آپ نے اس پاک' منزہ اور نورانی تقریب میں ملاحظہ و مشاہدہ کی تھیں جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی تھیں' ہمیں بھی قلب کی صفائی اس کی تیاری اور تقویٰ کے مطابق ان علوم سے بہرہ ملتا ہے۔

طبائع اپنے وجود اور ترکیب میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں:

جو شخص یہ بات اچھی طرح جان لیتا ہے کہ طبائع اور وہ عالم جو ان سے مرکب ہے اپنی ذاتوں کے وجود اور ترکیب میں بارگاہِ الٰہی کے انتہائی محتاج اور دریوزہ گر ہیں تو وہ بخوبی سمجھ لیتا ہے کہ ان تمام کا اصلی سبب اور فاعل حضرت الٰہیہ کے حقائق ہیں یعنی اسمائے حسنیٰ اور ان کے بلند مرتبہ اوصاف کہو! اے اللہ جیسے تو

چاہتا ہے ویسے یہ حقائق عطا کرتا ہے۔

یہ بحث ہم نے پوری طرح اپنی کتاب ''انشاء الجد اول والدوائر'' میں بیان کی ہے البتہ اس کتاب میں قدرے اس کا ذکر کریں گے۔

پس یہی وہ اسبابِ قدیم کا باعث ہے جو ہمیشہ سے اُمہات (تخلیقی عناصر) کو جوڑتا اور ملاتا ہے اور نباتات کو اگاتا ہے وہ زمینوں اور آسمانوں کا خالق پاک ہے۔

اس کتاب میں مکلّف اور مکلفین کے اعتبار سے حروف پر جو بحث مطلوب تھی وہ ختم ہو گئی ہے نیز ان کی طرف سے حروف کے حصے اور افلاک ششگانہ مضاعفہ میں ان کی حرکت کا ذکر بھی آ گیا ہے اور ان کے ایک سال کا دورہ انہی افلاک میں ہوتا ہے اور طبیعت میں ان کا حصہ بھی انہی افلاک کی حرکت سے ہوتا ہے اور مکلّف و مکلفین میں حروف کے چار مراتب عام لوگوں کی فہم کے مطابق ہوتے ہیں۔ چنانچہ حروف کے بسائط افلاک دو قسموں پر ہیں وہ بسائط جو عام عقلاء کے حقائق میں منحصر ہیں' چار ہیں۔

حروفِ حق جو سات افلاک سے ہیں۔

حروفِ انسانی جو آٹھ افلاک سے ہیں۔

حروفِ مَلَکی یہ نو افلاک سے ہیں۔

حروفِ جن ناری یہ دس افلاک سے ہیں۔

دریافت میں کوتاہی کی وجہ سے ان کے ہاں اور کوئی زائد قسم نہیں ہے اس لیے کہ یہ اپنے عقلوں کے تسلط اور غلبے میں ہیں جب کہ محققین اپنے بادشاہ

حقیقی (حق تعالیٰ) کے تسلط میں ہوتے ہیں وہ پاک اور برتر ہے۔ لہٰذا ان کے پاس کشف کے ذریعے جو کچھ ہوتا ہے وہ ان کے غیر کے پاس نہیں ہوتا۔

بسائط حروف کے مراتب:

محققین کے نزدیک بسائط (پھیلاؤ) حروف کے چھ مراتب ہیں پہلا مرتبہ مُکلِّف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور وہ نون ہے' اس کا مرتبہ ثنائیہ ہے' ہم حق کو اپنے آپ ہی سے پہچان سکتے ہیں۔ وہ ہمارا معبود حقیقی ہے وہ پوری طرح ہم سے ہی جانا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے نون ہے جو ثنائیہ ہے اس کے بسائط دو ہیں واؤ اور الف۔ الف اُس کے لیے اور واؤ تمہاری حقیقت کے لیے ہے۔ وجود کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اور تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے لہٰذا تم اس کے خلیفہ ٹھہرے اس لیے الف عام ہے اور واؤ ملی ہوئی ہے اس کی تفصیل اسی باب میں آگے آ رہی ہے۔

اس الف مخصوصہ کا دورہ جس کے ذریعے وہ فلک محیط کلی کو قطع کرتا ہے جامع دورہ ہے جو فلک کلی کو بیاسی ہزار سال میں طے کرتا ہے' اسی طرح فلک واؤ فلکِ کلی کو دس ہزار سال میں طے کرتا ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر ہم اس باب میں حروفِ مفردہ اور ان کے حقائق کے ضمن میں کریں گے۔ حروف کے مراتب میں جو باقی بچ گئے ہیں وہ مکلّفین کے عدد کے برابر ہیں۔

دوسرا مرتبہ انسان کے لیے ہے وہ اپنے وجود کے اعتبار سے تمام مکلّفین میں سب سے زیادہ کامل' سب سے زیادہ عام' پیدائش کے اعتبار سے سب سے زیادہ مکمل اور محکم ہے اس کے لیے ایک ہی حرف میم ہے اور وہ ثلاثیہ

(تین حرفوں والا) ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے حروف بسیطہ تین ہیں یا' الف ہمزہ' اس کا ذکر آ رہا ہے۔

تیسرا مرتبہ مطلق جنات کے لیے ہے وہ نوری ہوں یا ناری' اور ان کے لیے چار حروف ہیں یعنی جیم' واؤ' کاف' قاف' اس کا ذکر بھی آ گے آئے گا۔

چوتھا مرتبہ جانوروں کے لیے ہے اور اس کے لیے پانچ حروف ہیں جو یہ ہیں۔

دال خشک' زا' ی اور صاد خشک' عین خشک' ضاد معجمہ' سین خشک زال معجمہ' اور غین اور شین معجمہ ہیں۔ اس کا ذکر بھی آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پانچواں مرتبہ نباتات کے لیے ہے اور یہ چھ حروف والا ہے جو یہ ہیں۔

الف' ھا اور لام۔

چھٹا مرتبہ جمادات کے لیے ہے اس کے حروف یہ ہیں۔

با' حا' طا' یا' فا' زا' تا' ثا' خا' ظاء'

اسرارِ حروف ناپیدا کنار سمندر ہے :

اس کتاب میں صرف اسرارِ وجود کے اشارات' جھلکیاں اور جلوے دکھانا مقصود تھا' اگر ہم حروف کے اسرار اور اُن سے نکلنے والے حقائق کے بیان کا تفصیلی دروازہ کھول دیں تو ہاتھ تھک جائیں گے' قلم گھس جائیں گے' سیاہی خشک ہو جائے گی اور کاغذ اور تختیاں کم پڑ جائیں گی چاہے لکھنے کے لیے ہرنوں کی کھالوں کو کشادہ ہی کیوں نہ کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:

قُلْ لَّو کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۞

''فرما دیجیے اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لیے روشنائی ہو جائے تو یقیناً سمندر ختم ہو جائے اس سے پہلے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں اگرچہ ہم مدد کے لیے اس کے برابر اور سمندر لائیں''۔ [الکہف : ۱۰۹]

دوسری جگہ فرمایا گیا:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰهِ

''اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلم ہو جائیں اور سمندر سیاہی اس کے بعد اور سات سمندر سیاہی بن جائیں اس کی مدد کریں تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے''۔ [لقمن : ۲۷]

یہاں ایک پوشیدہ راز اور ایک عجیب اشارہ ہے اس شخص کے لیے جو اسے سمجھ سکے اور ان کلمات کی تہ تک پہنچ سکے۔ اگر یہ علوم (علومِ الٰہیہ) صرف غور و فکر کے نتیجے میں حاصل ہوتے تو انسان تھوڑی سی مدت میں ان پر دسترس حاصل کر لیتا۔ مگر یہ تو موارِد ربانی ہیں جو مسلسل بندے کے دل پر نازل ہوتے ہیں۔ یہ عالم غیب سے پاکیزہ اور روحانی لوگوں پر اس کی خصوصی رحمت سے نازل ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالی ازلی وہاب اور دائمی فیاض ہے محل یعنی دل بھی ازل سے قبولیت کی صلاحیت سے بہرہ ور ہے خواہ وہ جہالت کو قبول کرے خواہ علم کو۔ اگر انسان مستعد اور تیار ہے اور اپنے آئینۂ دل کو صیقل کر کے چمکا لے تو اسے ہمیشہ

خصوصی عطا و بخشش کی نعمت ملتی رہتی ہے اور اسے ایک لمحے میں وہ علوم حاصل ہوتے ہیں جو وہ عام حالات میں زمانوں تک حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے معقولات کا فلک فراخ اور محسوسات کا فلک تنگ ہے، جس سمندر کا کوئی کنارہ ہی نہ ہو اس کی غایت اور نہایت کیونکر ممکن ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم فرما کر اس کی وضاحت کر دی ہے۔ فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۞

''اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے''۔ [طٰہٰ: ۱۱۴]

علم میں زیادتی کا مفہوم:

علم کی زیادتی سے مراد یہاں وہ علم ہے جس کا تعلق ذاتِ الٰہی سے ہے تا کہ کثرت میں توحید کی زیادہ سے زیادہ معرفت ہو اور اللہ تعالیٰ کی تعریف و تحمید میں زیادہ دلچسپی ہو اور آپ کے حمد و ثناء کرنے کی وجہ سے فضلِ خداوندی لاتعداد اور بے انتہا انداز میں نازل ہو، اسی لیے نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم میں زیادتی طلب کی، اور آپ علوم و اسرار کی بلندیوں پر پہنچے جہاں کسی کے پہنچنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے کہ آنحضور ﷺ کو صرف توحیدِ الٰہی کے بارے میں زیادہ علم طلب کرنے کا حکم دیا گیا اور کسی معاملے میں نہیں۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے۔

جب آپ طعام تناول فرماتے تو یہ دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَافِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ

''اے اللہ ہمارے کھانے میں برکت دے اور ہمیں اس سے بہتر طعام عنایت فرما''۔

اور جس وقت آپ دودھ نوش فرماتے تو ارشاد فرماتے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَافِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ

''اے اللہ ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے زیادہ عطا کر''۔

اس لیے کہ آپ زیادہ طلب کرنے پر مامور تھے۔ جب آپ دودھ کو دیکھتے تو آپ کو وہ دودھ یاد آجاتا جو آپ نے شبِ معراج نوش فرمایا تھا' اور جبرئیل نے آپ سے عرض کیا تھا ''آپ نے بجا طور پر فطرتِ الٰہیہ کو اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو اسی فطرت پر قائم ودائم رکھے''۔

فطرت:

فطرت سے مراد علم توحید ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا ہے جس وقت انہیں ان کی پشتوں سے نکال کر گواہی دلائی اور کہا:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ

قَالُوْا بَلٰى

تو انہوں نے سب سے پہلے ربوبیت کا مشاہدہ کیا اور ربوبیت کی گواہی دی۔

اسی بنا پر جب آنحضور ﷺ نے خواب میں دودھ نوش فرمایا اور بچت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تو آپ نے اس کی تاویل فرمائی' پوچھا گیا یا رسول اللہ آپ نے دودھ کی کیا تاویل فرمائی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''علم''۔

اگر علم اور دودھ کے درمیان حقیقتِ مناسبہ و جامعہ نہ ہوتی تو عالم خیال میں علم دودھ کی شکل میں ظاہر نہ ہوتا جو یہ حقیقت پہچان لے گا وہ اس راز کو سمجھ جائے گا اور جس نے نہ جانا وہ محروم رہ جائے گا۔

جو شخص اپنے نفس سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرتا ہے اس کا کلام کس طرح ختم ہو سکتا ہے پس بہت فرق ہے اس کے درمیان جو کہتا مجھ سے حدیث بیان کی فلاں نے اللہ اس پر رحم کرے اسے حدیث بیان کی فلاں نے اللہ اس پر رحم کرے اور اس کے درمیان جو کہتا ہے مجھے میرے دل نے میرے رب کی طرف سے بیان کیا ہر چند یہ دوسرا مرتبہ بہت بڑا ہے تاہم اس میں اور اس شخص میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے جو کہتا ہے مجھ سے میرے پروردگار نے خود بیان کیا''۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے کے نزدیک اعتقادی رب ہے جب کہ دوسرے کے نزدیک ربّ غیر مقید ہے جو پہلا واسطے سے بیان کر رہا ہے جب کہ دوسرا بلا واسطہ' یہ وہ علم ہے جو دل کو مشاہدۂ ذات کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس سے انسان کے سِرّ' روح اور نفس پر فیضان کا نزول ہوتا ہے۔

پس جس شخص کا مشرب اور منزل یہ ہو اس کے طریقے اور مسلک کی شناخت کس طرح ہو سکتی ہے تم جب تک اللہ کو نہ پہچان لو اسے ہرگز نہیں پہچان سکتے اور اللہ تعالیٰ کو تمام وجوہ سے پہچانا نہیں جا سکتا لہٰذا ایسے عارف کو بھی نہیں پہچانا جا سکتا' یہ عقل کے بس میں ہی نہیں کہ وہ یہ جان سکے کہ یہ شخص کہاں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل کی تگ و تاز کا میدان یہ کائنات ہے اور یہ شخص تو کائنات

سے آزاد ہے۔

ظَهَرۡتَ لِمَنۡ اَبۡقَيۡتَ بَعۡدَ فَنَائِهٖ
فَكَانَ بِلَا كَوۡنٍ لِاَنَّكَ كُنۡتَهٗ

''تیرا ظہور اس پر ہوا ہے جسے تو نے فنا کے بعد باقی رکھا ہے وہ کون (کائنات) کے بغیر تھا اس لیے کہ تو ہی وہ تھا''۔

حروفِ معجمہ کی فصول:

میں موضوع کی طرف آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ حروفِ معجمہ کی فصلیں پانچ سو سے بھی زیادہ ہیں پھر ہر فصل میں بے شمار مراتب ہیں۔ چنانچہ ہم نے ان کا ذکر چھوڑ دیا ہے اور انشاء اللہ اپنی کتاب ''المبادی والغایات'' میں اس کا مکمل بیان کریں گے البتہ ان کے مراتب کے عنوان مقرر کرنے کے بعد جو ہماری اس کتاب کے مناسب ہے ہم اس میں ضروری چیزوں کا اس کتاب میں ذکر کرتے ہیں، بعض دفعہ ہم بعض چیزوں پر گفتگو کریں گے اور پھر ایک حرف کا ذکر کریں گے۔ یہاں تک تمام حروف کی پوری تفصیل آ جائے گی اس کے بعد ان سے متعلق لطیف اشارات اور گہرے اسرار کا بیان ہوگا، جن کا تعلق لام بالالف اور اس کے لزوم سے ہے اور پھر ہم اس کی وضاحت کریں گے کہ ان دونوں کے مابین عشقِ روحانی کا خصوصی تعلق کیا ہے اور اس کا سبب کیا ہے؟ کہ وہ کتابت اور تحریر کی صورت میں نمودار ہوا بلاشبہ لام بالالف کے باہمی ربط میں ایک راز ہے جو اس پر منکشف ہوتا ہے جو الف کو اس کے خواب سے قائم کرے اور لام کو اس کی گرہ سے کھولے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اچھے اعمال کی رہنمائی فرمائے اور ہمارے
اعمال قبول فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجز الخامس (پ ۵)

حروف کے بعض مراتب

حروف مخاطب و مکلّف ہیں اور ان میں رسول ہیں:

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق ارزانی کرے! حروف اُمتوں میں سے ایک امت ہیں وہ مخاطب بھی ہیں اور مکلّف بھی اور اُن میں انہی کی جنس سے رسول ہیں اور ان کی حیثیت کے مطابق ان کے نام مقرر ہیں البتہ اسے ہمارے طریقے والے یعنی اہلِ کشف کے بغیر کوئی نہیں پہچانتا' حروف کا عالم فصاحتِ زبان اور وضاحت بیان کے اعتبار سے سب سے زیادہ فصیح اور سب سے زیادہ واضح ہے۔حروف کا عالم عالم معروف کی طرح کئی اقسام پر مشتمل ہے۔

عالم جبروت:

شیخ ابو طالب مکی کے نزدیک اُن میں سے ایک عالم جبروت ہے ہم

اسے عالمِ عظمت کا نام دیتے ہیں وہ ھا ءاور ھمزہ ہیں۔

عالمِ اعلیٰ:

حروف کا ایک عالم عالَمِ اعلیٰ (عالمِ بالا) عالمِ ملکوت ہے اور وہ حا 'خا' عین اور غین ہے۔

عالمِ وسط:

ان میں سے ایک عالمِ وسط ہے اور یہ ہمارے اور ہمارے اکثر دوستوں کے نزدیک عالمِ جبروت ہے اور یہ تا' ثا' جیم' دال' ذال' را' زا 'ظا 'کاف' نون 'صاد' ضاد 'قاف 'س 'ش 'یائے صحیحہ ہے۔

عالمِ اسفل:

انہی میں سے ایک عالمِ اسفل (جہان زیریں)۔ ہے اور یہ عالمِ ملک و شہادت ہے اور یہ با' میم اور واؤ صحیحہ ہے۔

عالمِ ممتزج:

عالمِ حروف میں سے ایک عالِم ممتزج ہے جو عالمِ جبروت وسط اور عالم ملکوت سے مل کر بنا ہے اور یہ کاف اور قاف ہے اس امتزاج اور ملانے سے مراد مرتبے کا امتزاج اور ملانا ہے۔ صفتِ روحانیہ میں طاء 'ظاء 'صاد اور ضاد ان سے ملتے ہیں۔

عالمِ امتزاج:

ان میں سے ایک عالمِ امتزاج ہے یہ جبروتِ اعظم اور عالمِ ملکوت کے درمیان آمیزش سے نکلتا ہے اور یہ حائے مہملہ ہے۔

عالمِ مشابہ :

ان میں سے ایک عالم ہمارے عالم سے مشابہ ہے وہ دخول وخروج میں ہم سے علیحدہ ہے اور یہ الف 'یا' اور واؤ معتلہ ہیں۔

حروف کے رسول ہیں:

یہ سب حروف کے عالَم (جہان) ہیں اور ہر عالم میں ان کی جنس سے ایک رسول ہے اور ایک شریعت ہے جس کی وہ پابندی کرتے ہیں۔ ان کے ہاں لطائف بھی ہیں اور کثافتیں بھی اُن پر امرِ خداوندی کا خطاب نازل ہوتا ہے جب کہ ان کے لیے نہی نہیں ہے ان کے اندر' عام' خاص' خاص الخاص اور خاص الخاص کے خصوصی خلاصے' کے مراتب ہیں۔

حروف میں سے عام' جیم' ضاد' ضاد' خا' دال' غین اور شین ہیں۔

حروف میں سے خاص الخاص یہ ہیں: الف' یا. با' سین' کاف' طاء' قاف' تا' واؤ' صاد' حاء' نون' لام' غین۔ ان میں اخص الخواص' باء ہے۔

حروفِ خاص میں ایک اور درجہ :

حروف میں سے بعض خاص وہ ہیں جو عام سے ایک درجہ اوپر ہیں اور قرآن مجید کی سورتوں کے ابتدائی حروف (مقطّعات) ہیں۔ مثلاً الٓمٓ ' الٓمٓصٓ ' یہ چودہ حروف ہیں جو یہ ہیں:

الف' لام' میم' صاد' را' کاف' ھا' یا' عین' طاء' سین' حاء' قاف' نون'

بعض حروف خاص الخاص کے خلاصے کا خصوصی عکس ہیں وہ یہ ہیں:

نون، میم ، را ، یا ، دال ، ذا ، الف، طاء، یا، وائو، ھا، ظا، ثا، لام، فا، سین.

حروف کا عالَم مرسل:

ایک عالم حروف کا عالم مرسل ہے اور وہ جیم، حاء، خاء، اور کاف ہیں۔

ایک عالم ایسا ہے جس کا ایک طرف تعلق اللہ کے ساتھ اور دوسری طرف مخلوق کے ساتھ ہے اور وہ یہ حروف ہیں۔

الف، دال، ذال، را، زا، واؤ، اور یہ حروف کروبین میں عالم تقدیس ہے۔

غلبۂ اوصافِ حق کا عالم:

حروف کا ایک عالم وہ ہے جس میں صاحبانِ انوار کے نزدیک اوصاف حق کا تخلّق غالب ہے اور وہ یہ حروف ہیں، تا، ثا، حا، ذال، زا، ظائے معجمہ، نون، ضادِ معجمہ، غین معجمہ، قاف، سین معجمہ اور فاء۔

ان میں سے ایک وہ عالم ہے جس پر تحقق غالب ہے اور وہ اہل سرار کے نزدیک فاء اور جیم ہیں۔ حروف کا ایک عالم وہ ہے جو مقام اتحاد کی منزل ہے اور وہ الف، حاء، دال، را، طائے خشک، کاف، لام، میم، صاد خشک اور عین اور سین خشک، ھا اور واؤ۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ دو مقامات یعنی بلند اور بلند تر اتحاد میں ہیں۔ مقام بلند الف، کاف، میم، عین اور سین ہے اور بلند تر مقام باقی حروف ہیں۔ حروف کا ایک عالم مختلف طبائع کے امتزاج پر مبنی ہے اور وہ بالخصوص جیم، حا، یا، لام، فا، قاف، خاء، ظاء ہے۔

دنیائے حروف کی چار اجناس:

حروف کے عوالم کی چار جنسیں ہیں۔ ایک جنس مفرد ہے اور وہ الف' کاف' لام' میم' ھا' نون' اور واؤ ہے۔

ایک جنس ثنائی ہے یہ دال اور ذال ہے۔

ایک جنس ثلاثی ہے' یہ جیم' حا' اور خا ہے۔

ایک جنس رباعی ہے یہ با' تا' ثا' اور وہ یا جو کلمہ کے درمیان ہوتی ہے اور نون بھی اس میں شامل ہے۔ اگر تم ان کا اعتبار نہ کرو تو با' تا' اور ثا' ثلاثی کی جنس سے ہوتے ہیں اس طرح رباعی ساقط ہو جاتی ہے۔

ہر چیز اللہ کی تسبیح حسی طور پر کرتی ہے:

ہم نے عالمِ حروف کی یہ ساری سرگزشت تم سے اس لیے بیان کی تاکہ تم اپنے آپ کو ان باتوں میں مشغول کرو۔ جو تمہارے لیے عالم کے پردے اٹھا دیں اور حقائق پر اطلاع و آگہی کا موجب بنیں' اور اس طرح تم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تصدیق کر لو۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ

''اور کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم اُن کی تسبیح نہیں سمجھتے''۔ [بنی اسرائیل : ۴۴]

اگر ہر چیز کے تسبیح پڑھنے سے مراد یہ ہوتا کہ وہ زبانِ حال سے تسبیح پڑھتی ہیں جیسا کہ بعض عقلی انداز میں سوچنے والے علماء کا خیال ہے تو وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ (لیکن تم اُن کی تسبیح نہیں سمجھتے) [الاسراء : ۴۴] بے فائدہ ہوتا ہے

ہم نے جو یہ کہا ہے کہ اپنے آپ کو ایسی باتوں میں مصروف کرو' یہ اس بناء پر ہے کہ میں ان باتوں کی حقیقت کو پا کران سے واقف ہوا ہوں۔

میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ میں حروف کے بعض اسرار پر گفتگو کروں گا' یہ وہی موضوع ہے۔ میں نے جب حروف کے عالم میں نظر کی تو مجھے احساس ہوا کہ اس موضوع پر اس سے زیادہ گفتگو ممکن نہیں ہے۔اس میں میں نے ایک خصوصی عالم پایا ہے اور وہ قرآن مجید کی مجہولہ سورتوں کے ابتدائی حروف کا عالم ہے مثلاً الٓمٓ سورۃ بقرہ کے ابتدائی حروف یا سورۃ یونس اور اس طرح کی سورتوں کے ابتدائی حروف الٓمٓصٓ اور الٓرٰ۔

اب ہم قرآن مجید کی ابتدائی سورہ بقرہ کے مبہم حروف کے بارے میں بطریق اسرار مختصر سی گفتگو کرتے ہیں اور شاید ان کے ساتھ میں اُن آیات کو بھی شامل کردوں جو اس کے بعد آتی ہیں اگرچہ ان کا تعلق اس باب سے نہ ہو اور یہ میں نے اپنے پروردگار کے حکم سے کیا ہے جس کے ساتھ میں نے عہد کیا ہے کہ میں اس کی اجازت کے بغیر کلام نہیں کروں گا' جیسے کہ میں اس موقف پر قائم ہوں گا جس پر وہ مجھے قائم کردے گا۔

من نمی گویم یار می گوید بگو:

میری یہ اور دوسری تمام تالیفات عام دوسری تالیفات کی طرح نہیں ہیں اور نہ ہم دوسرے مولفین کے طرز اور طریقے پر چلتے ہیں اس کے لیے ہر مولف اپنی تالیف کے سلسلے میں بااختیار ہوتا ہے چاہے وہ اس اختیار کے سلسلے میں مجبور ہی ہو۔ یا وہ خاص طور پر اس علم کے دائرے میں رہتا ہے جسے وہ پھیلانا

چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ بعض چیزیں روک لیتا ہے اور بعض بیان کرتا ہے یا جہاں تک اس کے علم کی رسائی ہوتی ہے وہ لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ چنانچہ جس مسئلے کی کھوج میں وہ ہوتا ہے وہ اس پر سوار رہتا ہے تاکہ اس کی حقیقت کھل جائے۔

اپنی تالیفات کے سلسلے میں ہماری کیفیت یہ نہیں ہے اور نہ ہم اس طرح ہیں بلکہ صورتِ حال یہ ہے کہ ہمارے دل حضرت الٰہیہ کے دروازے پر معتکف اور درِ حقائق کے کھلنے کے منتظر رہتے ہیں ہمارے دل کاسۂ گدائی پھیلائے ہر علم سے خالی ہوتے ہیں اگر اس منزل میں اُن سے کوئی بات پوچھی جائے تو وہ اپنے احساس کے فنا ہو جانے کی وجہ سے کچھ نہیں سن پاتے، جونہی پردۂ غیب کے پیچھے سے حکم ظاہر ہوتا ہے وہ اُس کے بجالانے کے لیے دوڑ پڑتے ہیں اور جو کچھ اُس حکم میں ان پر ظاہر ہوتا ہے وہ اسے پالیتے ہیں۔

بعض اوقات ان پر وہ چیز القاء ہوتی ہے جو عرف، سوچ و فکر، ظاہری علم اور علماء کے نزدیک ظاہری مناسبت کے اعتبار سے پچھلے کلام کی جنس سے نہیں ہوتی مگر اسے سوائے اہلِ کشف کے اور کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ بلکہ ہمارے نزدیک ایک اور بات اس سے بھی عجیب و غریب ہے اور وہ کہ اس قلب میں بعض اوقات تعمیل کے لیے ایسی چیز کا القاء ہوتا ہے جسے وہ اس وقت نہیں جانتا مگر یہ کسی ایسی حکمتِ الٰہیہ کی بنا پر ہوتا ہے جو مخلوق کی نظر سے مخفی ہوتی ہے۔

پس جو شخص القائے ربانی سے تالیف کرتا ہے وہ علم کے اس عنوان میں مقید نہیں رہ سکتا جس کے بارے میں اس نے گفتگو شروع کی ہے۔ القائے الٰہی کی وجہ سے ان کے علاوہ وہ اس میں ایسی چیزیں بھی درج کر دیتا ہے جو عام

سننے والے کی جانی پہچانی ہوتی ہیں مگر ہمارے نزدیک ان باتوں کا تعلق بعینہ اسی موضوع سے ہوتا ہے۔ مگر اسے ہمارے علاوہ کوئی نہیں جانتا جیسے کبوتر اور کوا لنگڑا ہونے کی وجہ سے اکٹھے ہو کر آپس میں مانوس ہو جائیں۔ اس کے بعد میں جن باتوں کا ذکر کروں گا ان کے جمع کرنے کا مجھے اذن دیا گیا ہے لہٰذا ان کا بیان کرنا ضروری ہے۔

الٓمٓ کے اسرار

اب ان خاص الفاظ کے اسرار کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے معانی مبہم ہیں یہ ذکر اُن کے عدد کے تکرار اور بغیر عدد کے تکرار کے ساتھ ہوگا۔ نیز سورتوں میں ان کے جملوں کی صورت میں اور اکیلے مثلاً ''صٓ''، ''قٓ''، ''نٓ'' ان کے تثنیہ مثلاً ''طٰسٓ''، ''طٰہٰ'' اور ان جیسی دوسری صورتوں کا بیان ہوگا۔ اسی طرح تین سے زیادہ حروف یہاں تک کہ پانچ حروف متصلہ یا منفصلہ ہو جائیں اور زیادہ نہ ہوں' نیز اس بات کی وضاحت کی جائے گی کہ کیوں بعض حروف ملائے جاتے ہیں اور بعض قطع ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ اس راز سے بھی پردہ اٹھایا جائے گا کہ سورتیں سین سے کیوں مقرر ہوئی ہیں صاد سے کیوں نہیں ہوئیں اور اس کی کیا وجہ ہے کہ علمائے ظاہر اور صاحبانِ کشف سے ان حروف کے معانی مخفی رہے ہیں یہ اور اس کے علاوہ دوسری باتیں ہم نے تفصیل سے اپنی کتاب ''الجمع والتفصیل فی معرفۃ معانی التنزیل'' میں ذکر کی ہیں۔

پس ہم برکت خداوندی سے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں' اللہ

تعالیٰ حق ارشاد فرماتا ہے اور راہِ راست کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

سورت سے مراد کیا ہے؟

واضح رہے کہ قرآن مجید کی بعض سورتوں کے وہ حروف جن کے معانی پوشیدہ ہیں انہیں سوائے اہلِ حقیقت کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر شارع کا قرآن مجید کی سورتوں کو سین سے مقرر کرنا شرعی حکم کی بنا پر ہے۔ ظاہری طور پر سور سے مراد دیوار (کوٹ) ہے یعنی وہ دیوار جس کے اندر عذاب ہے اس دیوار اور کوٹ کی وجہ سے عذاب میں لاعلمی اور بے خبری ہے اور باطنی طور پر سورت صـــاد کے ساتھ ہے اور یہ مقامِ رحمت ہے اور اس میں سوائے حقائق رحمت کے علم کے اور کچھ نہیں ہے اور وہ توحید ہے۔

مقامِ رحمت:

اللہ تعالیٰ نے مقامِ رحمت کو انتیس سورتیں بنایا ہے اور یہ صورت کا کمال ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ

''اور ہم نے چاند کی منزلوں کا اندازہ مقرر کیا''۔ [یٰسٓ : ۳۹]

انتیسواں وہ قطب ہے جس کے ساتھ فلک کا قوام ہے اور وہ اس کے وجود کا سبب ہے اور وہ سورۃ آل عمران' الٓمّٓ ۝ اللّٰہُ ہے۔ اگر وہ قطب نہ ہوتا تو فلک کی اٹھائیس منزلیں نہ ہوتیں۔

اور یہ تمام حروف کی تکرار کے ساتھ اٹھتر حروف ہیں آٹھ ''بضع'' (چند) کی حقیقت ہے۔ آنحضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔

الایمان بضع وسبعون

''ایمان کے ستر اور کچھ اجزاء ہیں''۔

اور یہ حروف اٹھتر (۷۸) حروف ہیں' لہٰذا ایک بندے کے ایمان کے اسرار اس وقت تک کامل نہیں ہوتے جب تک ان حروف کے حقائق کو ان کی سورتوں میں نہ جان لے۔

بضع کا مفہوم:

اگر یوں یہاں اعتراض کیا جائے کہ ''بضع'' (چند) تو ایک ایسا مجہول المعنی لفظ ہے جس کا اطلاق ایک سے نو تک پر کیا جاتا ہے تو آپ نے اس کو آٹھ کیسے فرض کر لیا؟ اس کے جواب میں اگر آپ چاہیں تو آپ کو کشف کے اس ذریعے سے بتا دوں جس سے میں حقیقت تک پہنچا ہوں اور یہ وہ راستہ ہے جس کو میں نے ہمیشہ اختیار کیا ہے اور اپنے تمام علوم میں اسی سے استناد کیا ہے۔ اگر تم چاہو تو میں اعداد کے باب سے تھوڑا سا بیان کروں۔ اگرچہ اس بارے میں جو کچھ ہم بیان کر رہے ہیں اس سے متعلق ابوالحکم عبدالسلام بن برجان نے اپنی کتاب میں کچھ بھی نہیں کہا اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت کرے' انہوں نے علم فلک کے حوالے سے کچھ بات کی ہے اور یوں انہوں نے اپنے کشف پر پردہ ڈال دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ۵۸۳ھ میں بیت المقدس کے فتح ہونے کا یقین کے ساتھ اظہار کیا ہے۔

اسی طرح اگر ہم چاہیں تو ساری بات کھول دیں اور اگر چاہیں تو علم عدد کا حجاب بنا کر اس کے ذریعے گفتگو کریں۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں وہ ''بضع'' جو سورۃ روم میں آیا ہے وہ آٹھ ہیں۔ پھر آپ ''الٓمٓ'' کے حروف کے عدد چھوٹی جزم کے

ساتھ لے لو تو یہ بھی آٹھ بنتے ہیں ان آٹھ کو ''بضع'' والے آٹھ میں جمع کریں تو یہ سولہ بنتے ہیں' اساس کے الف کا ایک عدد اس میں سے نکال دیں تو باقی پندرہ بنتے ہیں اسے ذہن میں رکھو' پھر اسی عمل کے ساتھ جمل کبیر کی طرف رجوع کرو اور وہ جزم اب ''بضع'' کے آٹھ کو اکہتر کے ساتھ ضرب دو اور ان تمام کو سال شمار کرو تو پانچ سو اڑسٹھ (۵۶۸) نکلیں گے۔ اب اس میں وہ پندرہ جمع کرو جن کو ذہن میں رکھنے کی ہم نے تاکید کی تھی' تو یہ ملا کر پانچ سو تراسی (۵۸۳) ہوں گے اور یہی بیت المقدس کے فتح کا سال ہے۔ اُس شخص کی قرأت میں جو غُلِبَتِ الرُّوْمُ (غ اور ل کی زبر کے ساتھ) پڑھتا ہے سَیَغْلِبُوْنَ (یا پر پیش ل پر زبر) یہ پانچ سو تراسی (۵۸۳) کا سال ہے جس میں مسلمانوں نے کفار پر غلبہ حاصل کیا اور انہیں بیت المقدس پر فتح حاصل ہوئی۔ کشف کے اعتبار سے ہمارے لیے علم عدد میں عجیب اسرار ہیں اور یہ اسرار اس طریق پر ہیں جو علم عدد کی ساخت کا خاصہ ہیں اور جن سے حقائق الٰہیہ کھلتے ہیں اگر ہماری عمر نے وفا کی تو انشاء اللہ العزیز ہم عدد کی معرفت پر ایک علیحدہ کتاب لکھیں گے۔

اب ہم اپنے اس موضوع کی طرف واپس آتے ہیں جو زیر بحث ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کوئی بندہ پوری طرح ان اسرار کو حاصل نہیں کرسکتا جو ایمان کی شاخوں میں شامل ہیں جب تک وہ حقائق کو سورتوں میں ان کے تکرار کے حساب کے مطابق نہ جان لے جیسا کہ اگر وہ انہیں بغیر تکرار کے جان لے۔ تو وہ حقیقت ایجاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف آگاہی حاصل کر لیتا ہے۔

حروفِ مفرد ومبہم :

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی صفاتِ ازلیہ کے اعتبار سے یگانہ ہے اس نے

قرآن مجید میں حروف مجہولہ کی شکل میں چودہ مفرد اور مبہم حروف بھیجے ہیں ان میں سے آٹھ حروف کو اس نے معرفتِ ذات اور ہماری سات صفات کے لیے مقرر فرمایا اور چار کو ہماری مخلوط طبائع جو خون' سوداء' صفراء اور بلغم پر مبنی ہیں' کے لیے مقرر کیا یہ بارہ ہو گئے اس فلک سے انسان کی حقیقت اتنی ہے اور دوسرے فلک سے انسان گیارہ' دس' نو' آٹھ' یہاں تک کہ دو فلک سے مرکب ہوتا ہے البتہ وہ کبھی بھی احدیت کی طرف حلول نہیں کرتا اس لیے کہ احدیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور وہ سوائے اُس کے اور کسی کے لیے نہیں ہو سکتی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حروفِ مجہولہ کا پہلا حرف خط میں الف اور لفظ میں ھمزہ مقرر کیا اور ان کا آخری حرف نون ٹھہرایا۔ الف وجود ذات کے لیے اس کے کمال کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ وہ حرکت کا محتاج نہیں ہے اور نون عالم کے لیے ہے اور وہ عالم ترکیب ہے اور یہ ہمارے لیے فلک سے نصف دائرہ ظاہری ہے اور دوسرا نصف وہ نون معقولہ ہے جس پر اگر حِس ظاہر ہو اور عالمِ روح سے منتقل ہو تو وہ دائرۂ محیط بن جائے۔ مگر یہ نون روحانی مخفی کیا گیا جو کمال وجود کا ذریعہ تھا اور اس نقطے کو وجود پر دلالت کرنے والا ٹھہرایا گیا جو محسوس اور معلوم ہے۔

الف کامل ہے:

پس الف ہر اعتبار سے کامل ہے اور نون ناقص ہے۔ آفتاب کامل ہے اور ماہتاب ناقص ہے اس لیے کہ وہ محو ہونے کی منزل میں ہے اور اس کی روشنی کی صفت آفتاب سے عاریۃً لی گئی ہے۔ گویا چاند صرف امانت کا حامل ہے اور اس

کے وجود اور اثبات کا دارومدار اس کی محویت اور پوشیدگی میں ہے۔ تین تین کے لیے ہیں یہ تین راتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ سے واصل قلب حضرت احدیت میں غروب ہوتا ہے اور تین راتیں وہ ہیں جن میں اللہ سے واصل قلب حضرتِ ربانیہ میں طلوع کرتا ہے اور اس کا درمیانی عرصہ قمر قلبِ خروج ورجوع میں قدم بقدم پھرتا رہتا ہے اور اس میں کبھی فرق نہیں پڑتا۔

مراتب حروف:

پھر اللہ تعالیٰ نے ان حروف کے کئی مراتب بنائے ہیں ان میں کچھ موصول ہیں کچھ مقطوع ہیں۔ اسی طرح ان میں سے بعض مفرد، بعض تثنیہ اور بعض جمع ہیں، اور اس نے آگاہ فرمادیا ہے کہ ہر وصل میں ایک قطع ہوتا ہے مگر ہر قطع میں وصل نہیں ہوتا ہر وصل ایک فصل پر دلالت کرتا ہے مگر ہر فصل کسی وصل پر دلالت نہیں کرتا۔

پس فصل اور وصل، جمع اور غیر جمع دونوں میں ہیں جب کہ فصل اکیلا عین فرق میں ہے۔

ان حروفِ مجہولہ میں سے جو مفرد ہیں وہ ازلی طور پر بندے کے فنائے اسم کی طرف اشارہ ہے۔ اور جو حروفِ (مجہولہ) دو ہیں وہ حال کے اعتبار سے بندے کے نشانِ عبودیت کی طرف اشارہ ہیں اور جہاں یہ حروف زیادہ (جمع) ہیں وہ اُن ابدی موارد کی طرف اشارہ ہیں جو ختم نہیں ہوتے پس افراد (حروفِ مفردہ) بحرِ ازلی کے لیے جمع بحرِ ابدی کے لیے اور دو برزخ محمدی کے لیے ہیں۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۞ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

تُکَذِّبٰنِ ۞

''اس نے میٹھے اور کھاری دو سمندر بنائے کہ دونوں آپس میں بظاہر ملتے ہیں اس کے درمیان آڑ ہے وہ ایک دوسرے کی طرف نہیں بڑھ سکتے تو تم اپنے ربّ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔ [الرحمٰن : ۱۹تا۲۱]

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے:

کیا تم اس بحر کو جھٹلاؤ گے جس کو اس نے اپنے ساتھ واصل کیا پھر ظاہری عالم سے اسے فنا کیا' یا اُس بحر کی تکذیب کرو گے جسے اس نے اپنے سے جدا کیا اور اس کا نام عالم کائنات رکھا' یا اُس برزخ کو جھٹلاؤ گے جس پر رحمان مستوی ہوا تو تم اپنے ربّ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ وہ بحرِ ازل سے موتی اور بحرِ ابد سے مرجان نکالتا ہے پس تم اپنے ربّ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی روحانی کشتیاں ہیں جو حقائق اسمائیہ سے بنائی گئی ہیں وہ بلند پہاڑوں کی طرح بحرِ ذاتی قُدس میں کھڑی ہیں تو تم اپنے رَبّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

عالمِ علوی اس کی بلندی اور تقدیس کے بارے میں پوچھتا پھرتا ہے تو عالمِ سفلی اُس کے نزول اور صعود پر انگشت بدنداں ہے۔ ہر آن اس کی نئی شان ہے تو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ جو بھی زمین پر ہے سب کو فنا ہے' ہر چند اعیان فنا نہیں ہوں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے نزدیکی اور قرب کا حاصل کرنے والوں کے لیے اس کی طرف کوچ اور سفر ہے پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿﴾

''ہم ابھی قصد فرماتے ہیں تمہارے لیے اے دو بھاری گروہ''۔

[الرحمٰن : ۳۱]

تو تم اپنے ربّ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اسی طرح اگر قرآن مجید کو رہبر تسلیم کر لیا جائے تو نہ دو آپس میں اختلاف کریں نہ دو جھگڑنے والے پیدا ہوں نہ دو مینڈھے آپس میں سینگ لڑائیں اپنی نشانیوں پر غور کرو اپنی ذات سے باہر نہ نکلو اس کے اندر غور کرو اگر ایسا کرنا ضروری ہو تو اپنی صفات کی طرف آؤ' اگر عالم تمہاری نظر اور تدبیر سے سالم رہا تو درحقیقت وہ تمہارے دائرۂ تسخیر میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے عالم کو اسی لیے تو پیدا کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط

''اور اس نے تمہارے کام میں لگا دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں سب کو اپنی طرف سے''۔ [الجاثیہ : ۱۳]

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس چیز کی توفیق ارزانی فرمائے جس میں دنیا و آخرت میں ہماری اصلاح اور سعادت ہے بے شک وہ مالک اور صاحبِ کرم ہے۔

الٓمّ کے اسرار و نکات

الٓمّ میں الف توحید کی طرف اشارہ ہے جب کہ میم سے مراد وہ سلطنت

وحکومت ہے جسے فنا نہیں اور لام ان دونوں کے درمیان واسطہ ہے تا کہ دونوں کے درمیان رابطہ قائم رہے۔ اُس سطر کی طرف نگاہ کرو جس پر لام کا خط واقع ہوا ہے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ الف کا اصل اس کی طرف منتہی ہوتا ہے اور میم کی نشو ونما اسی سے شروع ہوتی ہے پھر لام ''احسنِ تقویم'' سے اترتا ہے وہ ایسی سطر ہے جو زمین کے نچلے حصے میں ہے اور میم کی باریکی پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۞ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ۞

''بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں بنایا پھر ہم اسے پھیر لائے سب نیچوں سے زیادہ نیچے''۔ [التین : ۵]

اور الف کا سطر میں نازل ہونا سرورِ عالم ﷺ کے اس قول مبارک کی طرح ہے:

یَنْزِلُ رَبُّنَا اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا

''ہمارا ربّ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے''۔

اور یہ پہلا عالمِ ترکیب ہے اس لیے کہ وہ آدم علیہ السلام کا آسمان ہے اور فلکِ ناز اس سے متصل ہے اسی لیے الف پہلی سطر میں نازل ہوا وہ مقامِ احدیت سے ایجادِ مخلوق کی طرف ایسا تنزیہ اور تقدیس کا نزول ہے جس میں تشبیہ وتمثیل کا کوئی گزر نہیں' لام واسطہ اور خالق ومخلوق کا قائم مقام ہے یہ قدرت کا ایک ایسا راز ہے جس سے عالمِ وجود میں آیا ہے۔ الف نزول میں سطرِ اول سے مشابہ ہے۔

چونکہ لام' مخلوق اور خالق سے ملا ہوا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنی ذات پر قدرت کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا وہ اپنی مخلوق پر قادر ہے پس قدرت کا رخ

مخلوق کی طرف مصروف ہے۔یہی وجہ ہے کہ خالق کے لیے قدرت کا وصف مخلوق کے بغیر ثبوت کے تعلق میں نہیں آتا۔ چنانچہ عالمِ علوی ہو یا عالمِ سفلی مخلوق کے ساتھ قدرت کا متعلق ہونا ضروری ہے۔

ہر گاہ کہ لام کی حقیقت سطر تک پہنچنے سے پوری نہیں ہوتی پس اس حالت میں لام اور الف ایک ہی مرتبہ میں آجاتے ہیں۔ پس اپنی حقیقت کے ساتھ سطر نیچے یا اوپر نازل ہونا طلب کیا جیسا کہ میم نازل ہوا تو الف ایجاد میم کی طرف نازل ہوا مگر وہ میم کی صورت پر متمکن نہیں ہوا۔ پس اس سے میم کے بغیر کبھی کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ لام نصف دائرے کی شکل میں نازل ہوا یہاں تک کہ سطر تک پہنچا مگر اس جہت کے ساتھ جس سے نازل ہوا تھا۔ چنانچہ فلک محسوس کا نصف فلک معقول کا طالب ہوا اور ان دونوں سے ایک گردش کرنے والا فلک پیدا ہوا۔

تمام عالم کی تمام قسمیں اول سے آخر تک چھ دنوں میں پیدا کی گئیں یہ اتوار سے جمعہ کے آخر تک وجود میں آئیں' سنیچر کا دن ایک حال سے دوسرے حال اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہونے کے لیے رکھا گیا۔ استحالات کو ایک کون سے دوسرے کون تک سنیچر کے دن میں اسی حال پر باقی رکھا گیا اس میں نہ کوئی تبدیلی ہوئی اور نہ کوئی چیز اپنی جگہ سے زائل ہوئی اس لیے اس پر سرد اور خشک دن حکمران ہے اور وہ کواکب زحل سے ہے۔

پس الٓمٓ اکیلا فلکِ محیط رہ گیا جو اس کے ساتھ دائرے میں آگیا اسے ذات صفات' افعال اور مفعولات کا علم ہو گیا اور جس نے الٓمٓ کو اس حقیقت اور

کشف کے ساتھ پڑھا وہ سب کے ساتھ سب کے لیے سب سمیت حاضر ہو گیا۔ اس وقت کوئی ایسی چیز باقی نہیں ہوتی جس کا وہ مشاہدہ نہ کرر ہا ہو۔ جو چیز جانی جاسکتی ہے اور جو نہیں جانی سکتی وہ سب اس کے دائرۂ علم میں آ جاتی ہیں۔

الف کا حرکات سے آزاد ہونا:

الف کا اپنی حرکات کے وجود سے منزّہ ہونا اس کی بات کو دلالت ہے کہ صفات بغیر افعال کے نہیں سمجھی جاسکتیں' جیسا کہ سرورِ عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

كَانَ اللهُ وَلاَ شَئٌ مَعَه' وَهُوَ عَلٰى مَا عَلَيْهِ كَانَ

''اللہ تعالیٰ موجود تھا اس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ تھی اور وہ اب بھی اسی صفت پر ہے جس پر تھا۔''

ہم نے بات کا رخ اس طرف پھیر دیا ہے جو سمجھ میں آسکے نہ کہ اس کی ذات پاک کی طرف' اس لیے کہ اضافت مضاف اور مضاف الیہ کے بغیر سمجھی نہیں جاسکتی۔ باپ ہونا باپ اور بیٹے کے تصور کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا' اسی طرح مالک' خالق' الباری' المصور' اور دوسرے تمام اسماء اپنی حقیقتوں کے اعتبار سے عالم کا تقاضا کرتے ہیں۔

الٓمٓ کے حروف میں اضافت پر تنبیہ کا مقام اتصال کے لام میں ہے جو میم کی صفت اور اس کا اثر اور عمل ہے۔

الف ذاتِ واحدہ ہے:

اس کے ساتھ حروف میں سے کسی کا اتصال درست نہیں ہے جب الف خط میں اول واقع ہو تو یہ وہ صراطِ مستقیم ہے جس کا نفس نے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

الْمُسْتَقِيْمَ کے ذریعے سوال کیا۔ یہ تنزیہ اور توحید کا راستہ ہے، جب اس کے ربّ نے اس کی دعا پر آمین کہی یعنی قبول کر لی تو نفس کو سورہ فجر میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ نے نفس کی دعا پر اس کی قبولیت کو منظور فرمایا۔ چنانچہ اس نے وَلَاالضَّآلِّيْنَ کے بعد الٓمّ سے **الف** کو ظاہر کیا اور آمین کو پوشیدہ رکھا اس لیے کہ آمین کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہے۔

جس کی آمین غیب محقق میں فرشتوں کی آمین کے موافق ہوتی ہے اسے عام فقہاء اخلاص، صوفیاء، حضور، محققین ہمت اور ہم اور ہماری طرح کے لوگ عنایت کا نام دیتے ہیں۔

چونکہ عالمِ ملکوت (غیب) اور عالمِ شہادت میں **الف** متحد ظاہر ہوا تھا۔ پس قدیم اور محدث میں فرق واقع ہوا۔ ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس پر غور کرو گے تو عجیب چیزیں سامنے آئیں گی اور جو بات ہمارے بیان کی تائید کرتی ہے وہ صفت کا وجود ہے یعنی **الف کے بغیر لام اور میم میں مد کا وجود!**

اگر کوئی صوفی اشکال پیش کرے کہ ہم تو الف کو مخطوطہ اور نطق کو الف کے بغیر همزه کے ساتھ پاتے ہیں۔ تو الف کے ساتھ نطق کیوں نہیں ہو سکتی۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بات بجائے خود ہماری بات کی تائید کرتی ہے اس لیے کہ الف حرکت کو قبول نہیں کرتا اور حرف مجہول ہوتا ہے جب تک اسے حرکت نہ دی جائے اور جب اسے حرکت دی جائے تو حرکت یعنی زبر، زیر، پیش کی بنا پر وہ حرف امتیاز اختیار کر لیتا ہے اور ذات جس صفت پر بھی ہے وہ کبھی معلوم نہیں کی جا سکتی پس الف جو حروف میں صفت پر دلالت کرتا ہے وہ عالمِ حروف میں خلیفہ ہے جیسے کہ

انسان عالم میں مجہول ہے جیسے کہ ذات حرکت کو قبول نہیں کرتی جب اس نے حرکت کو قبول نہ کیا تو کچھ باقی نہ رہا۔ سوائے اس کے کہ اسے سلبِ اوصاف کے اعتبار سے پہچانا جائے اور جب ساکن کے ساتھ بات کرنا ممکن نہیں تو اسمِ الف کے ساتھ بات کرتے ہیں نہ کہ الف کے ساتھ۔ہم ھمزہ کے ساتھ فتح کی حرکت کی صورت میں بات کرتے ہیں۔ پس ھمزہ مبدع اول کے قائم مقام اور اس کی حرکت صفتِ علمیہ کے قائم مقام ہے اور اس کا محل ایجاد کاف اور نون کا اتّصال ہے.

اگر کہا جائے کہ لام میں جو الف ہے وہ اس کے ساتھ کلام میں شامل ہے جب کہا الف میں نطق (کلام' بولنا) نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تمہاری بات ٹھیک ہے۔ الف کے ساتھ نطق ممکن نہیں ہے بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ متحرک حرف ہو جس کا تعلق اس کے ساتھ موصول ہو۔ ہم تو اس الف مقطوع کی بات کر رہے ہیں جو حرف کو پُر نہیں کرتا اور اس سے پہلے حرکت ہوتی ہے وہ نطق میں ظاہر نہیں ہوتا اور اگر اس الف کی طرح لکھا جائے جو مثلاً:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ یہ میم کے درمیان دو الف ہیں جو میم اور المومنون کے لام کے درمیان واقع ہیں۔ یہ لکھنے میں موجود مگر نطق (بولنے میں) نہیں آتے اور الف موصولہ جو حرف کے بعد واقع ہوتا ہے مثلاً لام ' ھا' حا ' اگر اس کا وجود نہ ہوتا تو ان حروف میں کسی کے لیے بھی مدّ نہ ہوتی۔ چنانچہ ان کی مدّ یں اس استمداد کا راز ہیں جن کی وجہ سے محل حروف میں صفات کا وجود ظاہر ہوا ہے۔ لہٰذا مدّ بغیر وصل کے نہیں ہوتی اور جب کوئی حرف دوسرے اسم سے الف کے ساتھ

ملتا ہے تو الف وجود حرف موصول بہ کے ساتھ ممتد ہو جاتا ہے اور جب اس کے ساتھ ملنے والا حرف موجود ہوتا ہے تو وہ صفتِ رحمانیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

الٓمٓ کے الف پر فتح (زبر) دی گئی۔ چنانچہ فتح پر اس سے شکر کی طلب ہوئی' کہا گیا کہ اس پر شکر کیسے؟ تو جواب دیا گیا کہ تم سامعین کو بتا دو کہ تمہارا وجود اور تمہاری صفت کا وجود اپنے آپ موجود نہ تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم سے تھا۔ پس اپنی یاد کے وقت اسے بھی یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمہیں اس پر دلیل بنایا ہے اسی لیے اس نے فرمایا:

ان اللہ خلق آدم علی صورۃ الرحمٰن

''اللہ نے آدمؑ کو رحمٰن کی صفت پر پیدا کیا''۔

نفس نے اپنی موجودگی پر ثنا کی زبان کھولی اور کہا لام ' یا' ھا' حا' طا اور جو چیز عبارت میں پوشیدہ تھی اسے اس نے بولنے میں ظاہر کیا' اس لیے کہ طٰہٰ' حٰمٓ' طٰسٓ میں میں بولا جانے والا الف رسم الخط میں دلالت کی وجہ سے پوشیدہ ہو گیا اور یہی فتح (زبر) وجود کے افتتاح کی صفت ہے۔

حروفِ علت پر مَدّ کا راز:

اگر کہا جائے کہ ہم واؤ مضموم میں اس سے پہلے اور یائے مکسورہ میں مَدّ کو ایسے ہی پاتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہاں واؤ مضموم میں اس کے ماقبل جو مد موجود ہے اس کی مثال ''نٓ والقلم'' ہے اور یائے مکسورہ سے پہلے جو مد ہے وہ طٰسٓ کی یا کی مثال ہے یا اس یا کی طرح ہے جو حٰمٓ سے پیدا ہوتی ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حرف علّت بنایا ہے اور ہر علّت اپنی

حقیقت میں معلول کا تقاضا کرتی ہے۔ جب یہ صورت ہے تو لازماً ان دونوں کے درمیان کوئی راز ہے جس سے استمداد اور امداد حاصل ہوتی ہے اسی لیے علّت کو مدد دی گئی ہے۔

رسول ملائکہ:

یہی وجہ ہے کہ رسولِ فرشتہ کو وحی سپرد کی جاتی ہے اگر رسولِ فرشتہ اور جسے وحی بھیجی جارہی ہے کے درمیان کوئی نسبت نہ ہوتی تو وہ کوئی چیز قبول نہ کرتا مگر یہ نسبت اس سے مخفی ہوتی ہے جب اسے وحی حاصل ہوئی تو اس کا مقام واؤ تھا کیونکہ واؤ روحانی علوی ہے اور رفع بلندی (علو) عطا کرتا ہے۔ یہ واؤ حروفِ علّت کے باب سے ہے۔ چنانچہ ہم نے اس کی تعبیر رسول ملکی روحانی سے کی ہے وہ جبرئیل ہو یا کوئی اور فرشتہ۔

جب رسولِ بشری کو توحید اور شریعتوں کے اسرار عطا کیے گئے تو اسے استمداد اور امداد دی گئی تا کہ وہ عالم ترکیب کی امداد کر سکے جب کہ استمداد کا راز مخفی رکھا گیا اسی لیے سرورِ عالم ﷺ کی زبانی کہلوایا گیا:

وَمَا اَدۡرِیۡ مَایُفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِکُمۡ ط

''اور میں (وحی الٰہی کے بغیر) نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا''۔ [الاحقاف : ۹]

دوسری جگہ فرمایا گیا:

قُلۡ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ

''ان کافروں سے کہہ دیجیے میں (الوہیت کا مدعی نہیں بلکہ معبود نہ ہونے

میں) تم جیسا ہی بشر ہوں''۔ [الکہف : ۱۱۰]

چونکہ رسول بشری اس سفلی عالم میں موجود تھے جو عالمِ جسم و ترکیب ہے۔ لہٰذا ہم نے اسے یائے مکسورہ معلولہ دی اور یا حروف خفض میں سے ہے۔

جب کہ رسول ملکی اور رسول بشری توحید اور شریعت اسرارِ الٰہیہ کا سبب اور علت ہیں تو انہیں استمداد کا راز بخشا گیا اس لیے ان دونوں یعنی واؤ اور یا کو مدّ دی گئی جو دونوں یعنی رسول ملکی اور رسول بشری پر دلالت کرتی ہیں۔

واؤ' یا اور الف میں فرق:

واؤ' یا اور الف کے درمیان فرق یہ ہے کہ واؤ اور یا کبھی کبھار اس مقام سے سلب کیے جاتے ہیں اور انہیں تمام حرکات سے متحرک بنایا جا سکتا ہے۔ مثلاً ''ووجدک''، ''تودی''، ''ولوالادبار''، ''یناؤن''، ''یغنیه'' ''انک میت'' اور بعض اوقات انہیں سکون سے ساکن کیا جاتا ہے۔ مثلاً وماھو بمیت' یناؤن وغیرہ جب کہ الف کبھی متحرک نہیں ہوتا۔ الف ماقبل ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔ اس بناء پر الف اور واؤ و یا کے مابین کوئی نسبت اور برابری نہیں ہے۔

جب واؤ اور یا کو حرکت دی جاتی ہے تو یہ اُن کے مقام اور صفات کا تقاضا ہوتا ہے اور جب انہیں بلند صفت میں الف کے ساتھ ملحق کیا جاتا ہے تو یہ ان کی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے جس پر کسی حرکت کا دخل ہے اور نہ وہ اسے قبول کرتا ہے۔ البتہ کیفیت صفت مقام اور اس حقیقت کی طرف سے ہوتی ہے جس میں واؤ اور یا نازل ہوئی ہیں۔

واضح رہے کہ الف کا مدلول قدیم ہے اور واؤ اور یا متحرک ہوں یا غیر

متحرک دونوں حادث ہیں۔

یہ بات ثابت ہوگئی تو جب بھی ہر الف واؤ اور یا لکھے جائیں گے یا زبان سے ادا کیے جائیں گے ایک دلیل ہے اور ہر دلیل محدث ہوتی ہے اور وہ محدث کا تقاضا کرتی ہے اور محدث کو لکھنے یا بولنے میں بند نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ ایک غیب ہے جو ظاہر ہو رہا ہے اسی طرح آپ کہتے ہیں "یسٓ" "نٓ" حرفِ علت کو آپ نطق (بولنے) میں پاتے ہیں اور یہی اس کا ظہور ہے جب کہ ہم اسے لکھنے میں نہیں پاتے اور یہ اس کا غیب ہے۔ چنانچہ یہ وجود خالق کے بارے میں حصولِ علم کا سبب ضرور ہے البتہ اس کی ذات کے بارے میں نہیں۔ لیس کمثله شیٔ اس کے وجود کے بارے میں ہے نہ کہ اس کی ذات کے بارے میں۔

اے اسرار و معارف کے طلب گار! واضح رہے کہ ہر وہ بات جو حصر (شمار یا احاطے میں آئے) میں داخل ہو وہ نو پیدا اور مخلوق ہے اور وہ تمہارا محل و مقام ہے۔ پس یہاں حق کو نہ داخل میں تلاش کرو اور نہ خارج میں اس لیے کہ دخول و خروج تو حدوث کی صفات ہیں لہٰذا کل کو کل میں دیکھو کل کو پا لو گے عرش مجموع (یعنی چند چیزوں پر مشتمل) اور کرسی فرق سے ہے۔

یا طالب الوجود الحق یدرکه
ارجع لذاتک فیه الحق فالتزم

"اے وجود حق کے طلب گار! تم اسے پا لو گے، اپنی ذات کی طرف دھیان دو حق وہیں ملے گا اسی پر عمل پیرا ہو جاؤ"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ارْجِعُوْا وَرَآءَ كُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًاط

''اپنے پیچھے لوٹو پھر وہاں کوئی نور تلاش کرو''۔ [الحدید: ۱۳]

اگر اہلِ دوزخ ناامید ہوکر واپس نہ لوٹتے تو وہ اس نور کو پالیتے جب وہ امیدیں ختم کر کے واپس ہوئے تو ان کے درمیان دیوار کھینچ دی گئی اگر وہ پیچھے پکار کر آواز دینے والے کی اس ندا پر کان دھر لیتے کہ ارْجِعُوْا وَرَآءَ كُمْ (اپنے پیچھے کو پھر جاؤ) تو پکار اٹھتے تو ہی ہمارا مطلوب ہے' اس طرح وہ اپنی امید منقطع نہ کرتے۔ ان کا پھر جانا ان کے سامنے دیوار کھڑی ہو جانے کی وجہ سے ہوگا اب جہنم ظاہر ہو جائے گی۔

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ۝لا

''پھر وہ اور سب گمراہ اس میں اوندھے گرا دیے جائیں گے''۔

[الشعراء: ۹۴]

اور اہلِ توحید باقی رہیں گے اہلِ جنت کو حضرتِ حق کی طرف سے خدمت گزاروں اور خوب صورت حوروں کی شکل میں نعمتیں عطا ہوں گی۔

وزیر بادشاہ کی صفات واحکام کا ذریعہ ومحل ہوتا ہے البتہ وہ صفت بادشاہ کی خصوصیت ہوتی ہے اور اس میں وہ اکیلا ہوتا ہے یہ تدبیر اور انتظام کا ایسا راز ہے جن سے صفات کا واسطہ نہیں ہوتا۔ بادشاہ کی طرف سے اس کی صفت اور فعل سے جو کچھ صادر ہوتا ہے بادشاہ اسے اجمالاً جانتا ہے جب کہ وزیر پوری تفصیلات سے باخبر ہوتا ہے۔ ان کے درمیان یہی فرق ہے جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس پر غور کرو گے تو انشاءاللہ حق واضح ہو جائے گا۔

پس جب یہ بات ثابت اورواضح ہوگئی کہ الف کلمہ کی ذات، لام عین صفت کی ذات اور میم عین فعل ہے اوران کا مخفی رازان کا موجد (اللہ) ہے۔

الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ کے اسرار ورموز

الٓمٓ کے بعد ''ذٰلِکَ الْکِتٰبُ'' سے ایک موجود کی طرف اشارہ ہے بایں طور کہ اس میں بعُد ہے اور بُعد کا سبب کتاب کی طرف اشارہ کر کے بیان کیا گیا ہے اس میں فرق ہے اور یہ تفصیل طلب ہے۔ ذٰلِکَ میں حرف لام داخل کیا گیا ہے وہ اس مقام میں بُعد کی خبر دیتا ہے اور اہل اللہ کے نزدیک لام سے بُعد کے سر پر اشارہ ہے اس لیے کہ لام کا تعلق عالم وسطیٰ سے ہے اور وہ صفت کا محل ہے اس لیے کہ صفت کی وجہ سے ہی قدیم سے محدث کی تمیز ہوسکتی ہے اور تنہا خطاب کاف مفرد کے ساتھ خاص کیا گیا ہے تاکہ نو پیدا شدہ چیزوں کے درمیاں اشتراک واقع نہ ہو اس بارے میں ہم نے تسلی بخش بحث اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اخلع نعلیک'' کے ضمن میں اپنی کتاب ''الجمع والتفصیل'' میں بیان کی ہے یعنی لام اور میم سے نکل آؤ تو الف باقی رہے گا جو صفات سے منزہ اور پاک ہے۔ پھر ذال کے درمیان جو کتاب ہے فرق ثانی کا محل حائل ہوا جس کے ساتھ الف کو جو محل جمع ہے ملا کر کتاب پڑھی جاتی ہے تاکہ کوئی شخص خطاب کا فرق دوسرے فرق سے نہ ملا دے اور اس طرح وہ کبھی بھی حقیقت تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ چنانچہ ان کے درمیان الف کے ساتھ فاصلہ رکھا گیا اور الف ذال اور لام کے

درمیان حجاب ہو گیا' ذال نے **لام** کو پہنچنے کا ارادہ کیا تو اس کے سامنے **الف** کھڑا
ہو گیا اور کہنے لگا کہ میرے ساتھ ہی پہنچ سکو گے **لام** نے ذال سے ملنا چاہا تا کہ
اس کی امانت اس کے حوالے کر دے تو الف پھر مقابلے میں آ گیا اور کہنے لگا
میرے ذریعے ہی یہ ملاقات ممکن ہے۔

ہر چیز کا اصل توحید ہے:

میں نے کبھی مجموعی طور پر یا تفصیلی اعتبار سے وجود پر غور کیا ہے تو ہمیشہ
توحید کو اس کے ساتھ پایا ہے جو اس سے جدا نہیں ہوتی یہ ساتھ اس طرح کا ہے
جیسے اعداد کے ساتھ **الف** موجود ہوتا ہے اس لیے کہ دو اس وقت پائے ہی نہیں جا
سکتے جب تک اس کی ایک مثل کو ایک کے ساتھ نسبت نہ دی جائے' اور وہ دو ہے'
اور تین اس وقت تک نہیں بنتے جب تک دو پر ایک زیادہ نہ کیا جائے' اسی طرح یہ
نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ پس واحد (ایک) عدد نہیں (حقیقت) عدد ہے یعنی
اسی سے اعداد کا ظہور ہوتا ہے عدد سب ایک ہی ہوتا ہے اگر ایک میں الف کی کمی
کی جائے تو **الف** کا نام اور اس کی حقیقت معدوم ہو جاتی ہے مگر ایک دوسری
حقیقت برآمد ہو جاتی ہے اور وہ نو سو ننانوے ہے۔ اسی طرح اگر ان میں سے بھی
ایک کم کیا جائے تو اس کی اصلیت (عین) ختم ہو جاتی ہے۔ جب بھی کسی چیز سے
ایک کو الگ کر لیا جائے گا تو وہ معدوم ہو جائے گی اور جب ایک ثابت ہو گا تو وہ
چیز پائی جائے گی' اگر تم تحقیق کرو تو توحید کا بالکل یہی معاملہ ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو''۔ [الحدید : ۴]

ارشاد ہوا (ذٰلِکَ) یہ مبہم حرف ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ''اَلْکِتٰبُ'' فرما کر اس مبہم حرف کی وضاحت فرمائی اور وہ ذا کی حقیقت ہے۔ پھر اس نے ''اَلْکِتٰبُ'' کو دو حروف یعنی تعریف اور عہد کے ساتھ مزین کیا، اور یہ الٓمّٓ میں الف اور لام ہیں مگر یہ دونوں اس وجہ کے علاوہ ہیں جن میں یہ دونوں الٓمّٓ تھے اس لیے کہ وہاں وہ محل جمع میں ہیں اور یہ دونوں ابواب تفصیل سے پہلے باب میں ہیں۔ مگر یہ خاص طور پر اس سورت کے اسرار کی تفصیل ہے، دوسری سورتوں میں ایسا نہیں۔ اسی طرح وجود میں حقائق کی ترتیب ہے۔

''ذ'' ذٰلِکَ الْکِتٰبُ سے مراد کتاب مرقوم ہے اس لیے کہ امہات کتب تین ہیں، کتابِ مبین، کتابِ مرقوم اور کتابِ مجہول (یعنی مخفی)۔

ہم نے ''الکتاب'' اور ''الکاتب'' کی شرح اپنی کتاب ''التدبرات الالٰھیہ فی اصلاح المملکة الانسانیه کے نویں باب میں تفصیلاً سے بیان کی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ مختلف ذوات اگرچہ معنی کے اعتبار سے متحد ہوں تاہم یہ ضروری ہے کہ ان کا ایک ایسا معنی ہو جو دو ذاتوں کے درمیان فرق کا موجب ہو اور اسی کا نام وصف ہے۔ کتابِ مرقوم رقم (لکھنے) کی صفت سے موصوف ہے۔ کتاب سطور نقوش کی صفت سے موصوف ہے اور یہ کتاب مجہول (مخفی) جس سے صفت سلب کر لی گئی ہے دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو یہ سلب صفت ہو گی اس لیے وہ موصوف نہ ہو گی یا پھر کتاب ایسی ذات ہو گی جو بغیر صفت کے ہے اور کشف سے ظاہر ہے کہ وہ ایک صفت ہے جو علم سے موسوم ہے اور کلمات حق کے

دل اس کے قبول کا محل ہیں۔ آپ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الٓمّٓ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ ۞

''نازل کی ہوئی کتاب''۔ [السجدہ : ۱-۲]

پھر فرمایا:

اَنۡزَلَہٗ بِعِلۡمِہٖ

''اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا''۔ [النساء : ۱۶۶]

کاف کو علم کی اس صفت سے مخاطب کیا گیا جو نزول میں **لام** پست ہے اس لیے کہ وہ اس بات سے منزہ ہے کہ اس کی ذات کو دریافت کیا جا سکے۔ پس **کاف** کو جو کلمہ الٰہیہ ہے کہا گیا یہ کتاب جو تجھ پر نازل کی گئی ہے یہ میرا علم ہے تیرا نہیں اہلِ حقائق کے ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے میں ہدایت کے معرض میں اس کے لیے نازل کر رہا ہوں جس کے دل میں میرا خوف ہو اور تو اس کی جائے نزول اور محل ہے۔

ہر کتاب کی ایک ماں ہوتی ہے اور اس کی ماں یہ کتاب مجہول ہے جسے تم کبھی نہ پہچان سکو گے اس لیے کہ وہ نہ تمہاری صفت ہے نہ کسی اور کی اور نہ وہ ذات ہے اگر تم اس کی تحقیق چاہتے ہو تو دنیا میں حصول علم کی کیفیت یا دیکھنے والے کی نظر میں دیکھے جانے والے کی صورت پر غور کرو وہ نہ ذات ہے اور نہ اس کا غیر ہے۔

آپ ''لَارَیۡبَ ج فِیۡہِ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ'' میں حروف کے درجوں اور منزلوں کو دیکھیں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس میں آپ کے غور و فکر اور اس

موضوع کے بعد ہم ان کا ذکر کریں گے۔ لاریب والے لام سے الف کا عقدہ کھولا گیا تو دو الف ہو گئے کیونکہ لام کا گھیرا متقین کیلا نـون کی صورت میں ظاہر ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ الف اپنے دوسرے اسم کی وجہ سے لام سے پیچھے رہ گیا اور یہی وہ معرفت ہے جو بندے کو اپنے نفس کے سلسلے میں حاصل ہوتی ہے جس کا ذکر آنحضور ﷺ کے اس فرمان میں کیا گیا ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ عَرِفَ رَبَّهٗ

''جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا''۔

پس لام کی معرفت الف کی معرفت پر مقدم ہوگئی تو لام اس پر دلیل بن گیا وہ دونوں آپس میں نہیں ملے یہاں تک کہ ایک ذات ہو گئے بلکہ ان دونوں میں سے ہر ایک الگ ذات کی شکل میں ظاہر ہوا اس لیے دلیل اور مدلول اکٹھے نہیں ہوتے مگر وجہ دلیل دونوں کے مابین رابطے کا ذریعہ ہے اور وہ لام کے ساتھ الف کے اتصال کا مقام ہے۔

دونوں الفوں کو آپس میں ضرب دی جائے تو نتیجہ کے طور پر ایک ہی الف نکلے گا اور یہی حقیقتِ اتصال ہے۔ اسی طرح جس طور پر محدث کو قدیم سے ضرب دو تو ظاہر میں محدث ہی برآمد ہوگا اور قدیم خروج کی وجہ سے مخفی رہے گا۔ اور یہی اتصال اور اتحاد کی حقیقت ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

''اور یاد کیجیے کہ جب آپ کے ربّ نے فرشتوں سے فرمایا بے شک میں بنانے والا ہوں زمین میں نائب''۔ [البقرہ : ۳۰]

یہ حضرت جنید کے اس اشارے کے خلاف ہے جو انہوں نے چھینک والے کے بارے میں فرمایا کہ جب محدث قدیم کی نزدیکی حاصل کرتا ہے تو اختلاف مقام کی وجہ سے محدث کا کچھ اثر بھی باقی نہیں رہتا۔ تم دیکھتے نہیں کہ لا رَیْبَ فِیْہِ میں لام کس طرح تخت پر الف سے متصل ہو گیا اور دو ذاتیں ظاہر ہو گئی۔ لآ ان کے درمیان تعلق کا راز نامعلوم ہو گیا۔ پھر تعلق کے اس راز کی طرف لوٹنے اور پہنچنے کے وقت عرش نے ان میں علیحدگی کر دی تو دو ذاتیں اس شکل میں ظاہر ہوئیں ''آل'' لام اپنی حقیقت کے اعتبار سے ظاہر ہو گیا اس لیے کہ اسے اتصال واتحاد کے مقام پر پردہ قائم نہیں کر سکتا جو اسے اپنی صورت میں پھیرنا چاہتا ہے۔

چنانچہ ہم نے لام کے اس نصف دائرہ کو عالمِ ترکیب اور عالمِ حس کی طرف نکالا جو الف کے لام میں پوشیدہ ہے تو دو الف الگ الگ رہ گئے۔ ا ' ا ' ہم نے ایک کو ایک سے ضرب دی' اور یہ کسی چیز کو خود اُس کے ساتھ ضرب دینا ہے تو حاصل ضرب ایک نکلا' ا' چنانچہ وہ ایک ہو گیا واحد نے دوسری صورت اختیار کی تو ایک (واحد) رداء (۱) ہے اور رداء ظاہر ہے اور وہ ایسا خلیفہ ہے جو بغیر کسی

۱؎ رداء شیخ اکبر کی ایک اصطلاح ہے اس کی وضاحت انہوں نے خود فتوحاتِ مکیہ جلد دوم میں کی ہے۔ فرماتے ہیں وصاحب هذا لمقام صاحب الرداء فان قلت وما الرداء قلنا الظهور بصفات الحق فی الكون فان قلت وما الكون قلنا كل امرٍ وجودیٍ وهو خلاف الباطل فان قلت وما يريد اهل الله بالباطل قلنا العدم ويقابل الباطل الحق ۔ اس مقام کا حامل صاحبِ رداء ہوتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ رداء کیا ہے؟ تو ہم کہتے ہیں رداء سے مراد صفاتِ حق کے ساتھ کائنات میں ظاہر ہونا ہے۔ اگر کہا جائے کہ کائنات کیا ہے تو ہم کہتے ہیں ہر ذی وجود چیز کائنات ہے اور وہ باطل کے مقابل ہے۔ اگر کہا جائے کہ اہل اللہ کے نزدیک باطل کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل اللہ کے نزدیک باطل سے مراد عدم ہے اور باطل حق کے مقابلے میں آتا ہے۔

مثال کے پیدا کیا گیا ہے۔ اور دوسرا نقاب پوش ہے جو پوشیدہ ہے اور وہ قدیم ہے بغیر مثال کے ایجاد کرنے والا ہے۔ اب چادر پوش صرف رداء کے باطن کو پہچانتا ہے' یہ مقام جمع ہے رداء رداء پوش کی شکل میں ہو جاتی ہے۔ اگر یہاں پر تم کہو کہ رداء' صاحبِ رداء ایک ہی ہے تو تمہارا یہ کہنا صحیح ہے اور اگر تم یہ کہو کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں تو کشف اور حقیقت کے اعتبار سے یہ بھی صحیح ہے کسی نے اس بارے میں کیا خوب کہا ہے:

رق الزجاج ورقت الخمر
فتشاكلا فتشابه الامر
فكانما خمر ولا قدح
وكانما قدح ولا خمر

''شراب اور شیشہ دونوں اس قدر لطیف ہیں کہ ہم شکل ہو کر انہوں نے معاملہ اتنا پیچیدہ بنا دیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف شراب ہے شیشہ نہیں ہے یا شیشہ ہے شراب نہیں ہے''۔

حق کو عالم نہیں علم پہچانتا ہے:

رداء کے ظاہر کو صاحبِ رداء کبھی نہیں پہچانتا وہ صرف اپنی ذات کے باطن کو پہچانتا ہے اور یہ اس کا پردہ ہے اور اسی طرح حق کو سوائے علم کے اور کوئی نہیں پہچانتا۔ خیال رہے کہ میں نے علم کی بات کی ہے عالم کی نہیں جیسے کہ درحقیقت کوئی اس کی حمد نہیں کرتا خود اس کی حمد ہی اس کی حمد کرتی ہے نہ کہ حامد اس کی حمد کرتا ہے۔

ہمارے علم کی حقیقت:

رہے تم تو تم اسے صرف علم کے واسطے سے جانتے ہو اور علم تمہارا حجاب ہے اس لیے کہ تمہارے پاس صرف وہی علم ہے جسے تم جانتے ہو اور جو تمہارے ساتھ قائم ہے اگرچہ تمہارا علم معلوم کے مطابق ہی کیوں نہ ہو وہ صرف تمہارے ساتھ قائم ہے علم ہی تمہارا مشہود اور معبود ہے۔

ہم معلوم کو نہیں علم کو جان سکتے ہیں:

خبردار! اگر تم حقائق کی راہ پر چلتے ہوئے کہنے لگو کہ میں نے معلوم کو جان لیا ہے تم نے علم کو جانا ہے اور علم ہی معلوم کا عالم ہے علم اور معلوم کے درمیان ایسے ایسے سمندر حائل ہیں جن کی گہرائی کا کوئی پتہ نہیں ہے نیز علم اور معلوم میں حقائق کے فرق اور تبائن کے وجود کے تعلق کے راز کا ایسا ناقابلِ عبور سمندر واقع ہے جسے نہ عبارات کے ذریعے طے کیا جا سکتا ہے اور نہ وہاں اشارہ کچھ سودمند ہے البتہ بے شمار باریکیاں اور لطیف پردوں کے پیچھے کشف اسے پالیتا ہے یہ راز اور حقائق اپنی لطافت اور باریکی کی بنا پر ظاہری آنکھ کی دسترس سے باہر رہتے ہیں چونکہ یہ عقل وفہم کی گرفت کے دائرے میں بمشکل آتے ہیں اس لیے جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہی انہیں بہتر جانتا ہے۔

آپ دیکھیے کوئی ہے ایسا شخص جو یہ کہے کہ میں نے فلاں چیز کو فلاں چیز کے ذریعے معلوم کر لیا ہے وہ حادث ہو چاہے قدیم' یہ بات محدث کے بارے میں تو ہو سکتی ہے۔ رہا قدیم تو وہ وراء الوراء وراء الوراء ہے اس لیے کہ اس کی کوئی مثال ہی نہیں، پس علم کے ذریعے اس کی ذات تک رسائی کیونکر ہو سکتی ہے یا اس کا

علم کیسے حاصل ہوسکتا ہے اس خوب صورت مسئلے پر اس باب کی تیسری فصل میں گفتگو آ رہی ہے۔

صاحب رداء چادر کے ظاہر کو سوائے ایک وجود کی حیثیت کے نہیں پہچانتا بشرطیکہ وہ مقام استقاء میں ہو پھر وہ اس سے علیحدہ ہو جائے پھر واپس آ جائے اس لیے کہ یہ علت کی معرفت ہے نہ کہ جذب کی معرفت اور یہ رویت آخرت میں اہل جنت کے لیے ہے اور یہ ایک تجلی ہوگی جو گاہے بگاہے ہوگی اس پر اسی کتاب میں جنت کے موضوع کے تحت بحث آئے گی۔

اور یہی مقام تفرقہ ہے البتہ اہل حقائق یعنی رداء کے صاحبان باطن وہ ہمیشہ اور دائماً مشاہدے میں رہتے ہیں۔ صاحبِ مشاہدہ ہونے کے باوجود ان کا وجود کرسی صفات میں بشارت کے ساتھ شادکام ہوتا ہے۔ یہ اتصال کی عنایت ہے۔

اللہ کی حکمت دیکھیے کہ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ میں ذٰلِکَ مبتدا ہے نہ یہ فاعل ہے نہ مفعول "ما لم یسم فاعله" ہے اس لیے کہ ذٰلِکَ کا فاعل ہونا صحیح نہیں ہوسکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ آگے لَارَیْبَ فِیْهِ آیا ہے اگر ذٰلِک فاعل ہو تو شک واقع ہوگا فاعل تو اس کا نازل کرنے والا ہے "وہ" نہیں ہے اس کی طرف اس چیز کی نسبت کس طرح ہوسکتی ہے جو اس کی صفت پر نہیں ہے نیز ذال کا مقام بھی اس بات سے مانع ہے۔ وہ ان حقائق میں سے ہے' جو موجود تھیں اور ان کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی اس لیے ذال حروف سے مقدم ہو تو وہ ان کے ساتھ متصل نہیں ہوتی جیسے الف اور اس کی قبیل کے حروف مثلاً دال' را' زای' واؤ۔

اسی طرح ہم اسے مفعول مایسم فاعله بھی نہیں کہہ سکتے اس لیے

کہ مفعول مایسم فاعلہ کی ضرورت ہے کہ اس سے پہلے ایک خاص وضع کا جملہ آئے' اس کا محل نحو میں طے شدہ ہے۔

اس جگہ کتاب سے مراد فعل کی ذات ہے اور فعل میں فاعل اور مفعول نہیں کہا جاتا۔ چنانچہ ذٰلِک مَرفوع ہے اور سوائے اس کہ وہ مبتدا ہو اور کوئی صورت باقی نہیں رہی ماور مبتدا کے معنی پہلی نظر میں سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ارشاد ہوا:

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوا بَلٰی

''کیا میں تمہارا ربّ نہیں؟ سب نے کہا کیوں نہیں''۔ [الاعراف : ۱۷۲]

اگر کہا جائے کہ مبتدا کے لیے تو ضروری ہے کہ اس کے ابتدا میں عامل ہو تو ہم کہتے ہیں یقیناً اس میں ام الکتاب نے عمل کیا ہے اور وہ کتاب کے آغاز میں عاملہ ہے اور ہر چیز میں تخلیق اور حقیقت کے اعتبار سے عامل اللہ تعالیٰ ہے جو پروردگار ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں متنبہ فرمایا ہے:

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ

''میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر''۔ [لقمٰن : ۱۴]

پھر یہاں بندہ توحید اور وحدانیت کی طرف آ گیا شکر کا تعلق تفرقہ کے مقام سے ہے۔

اسی طرح تمہیں چاہیے کہ رداء کا شکر ادا کرو اس لیے کہ وہ ایک ایسا سبب اور ذریعہ ہے جو صاحبِ رداء تک پہنچاتا ہے۔ ہر کوئی اپنے طریقے اور روش پر واصل ہوتا ہے جو کچھ ہم نے کہا ہے اس پر غور وفکر کرو اور مقام الف اور مقام ذال کے درمیان فرق کرو اگرچہ وہ مقامِ وحدانیت مقدسہ میں حال اور

مقام کے اعتبار سے اور بعدیت میں مقام کی رو سے نہ کہ حال کے اعتبار سے مشترک ہیں۔

الٓمّ کے بعد ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لانے کے اسرار:

اللہ تعالیٰ نے ذٰلِکَ الْکِتٰبُ فرمایا تِـلْکَ آیات الْکِتٰبُ نہیں فرمایا اس لیے کہ کتاب جمع کے لیے اور آیات تفرقہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور ذٰلِکَ مذکر مفرد ہے جب کہ تِلْکَ مفرد مونث ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذٰلِکَ الْکِتٰبُ فرما کر اصولاً تفرقہ سے وجود جمع کی طرف اشارہ فرمایا پھر اس نے آیات کے ذریعے تفرقہ پیدا کیا جیسے اس نے تمام اعداد کو ایک میں جمع کیا۔ جیسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا جب ہم ایک کو ساقط کرتے ہیں تو اس عدد کی حقیقت خود بخود معدوم ہو جاتی ہے اور وجود میں الف کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اور جب ہم اسے ظاہر کرتے ہیں تو الف اپنی اصلیت کے ساتھ وجود میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ پس آپ اس عجیب وغریب قوت کو دیکھیں جو واحد کی حقیقت عطا کرتی ہے اور جس سے یہ لامتناہی کثرت ظہور پذیر ہو رہی ہے حالانکہ وہ اپنی ذات اور نام کے اعتبار سے یگانہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آیات میں فرق پیدا کیا اور ارشاد ہوا:

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ۞

''بے شک ہم نے اسے نازل فرمایا برکت والی رات میں''۔

[الاعراف : ۳]

پھر فرمایا:

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمٍ ۞

''اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے اس نے جمع کے ساتھ ابتداء کی جو کل چیز ہے''۔ [الدخان : ۴]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۞

''اور ہم نے ان کے لیے تورات کی تختیوں میں ہر شئے لکھ دی''۔

[الاعراف : ۱۴۵]

''فی الالواح'' سے مقام فرق کی طرف جب کہ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ جمع کی طرف اشارہ ہے۔ موعظت و تفصیل کو فرق کی طرف اور کُلِّ شَیْ کو جمع کی طرف لوٹتا ہے۔

پس ہر موجود عمومی طور پر خواہ کچھ ہی ہو یا وہ عین جمع میں ہوگا یا عین فرق میں اور کوئی صورت نہیں ہے یعنی کوئی موجود ان دو صورتوں سے خالی نہیں ہوگا اور نہ کوئی ان دونوں کو جمع کر سکتا ہے۔ حق اور انسان عین جمع ہیں اور عالم عین تفرقہ میں ہے وہ جمع نہیں ہوتا جیسے حق کبھی بھی متفرق نہیں ہوتا اسی طرح انسان بھی متفرق نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ازل سے اپنی ذات' صفات اور اسماء کے ساتھ ہے اس پر کوئی نیا حال واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی تخلیق عالم کے بعد اس پر کسی ایسی نئی وصف کا اضافہ ہوتا ہے جو تخلیق عالم سے پہلے اس میں نہ تھی' بلکہ وہ اب بھی ویسا ہی ہے

جیسا کہ وہ وجود عالم کی تخلیق سے پہلے تھا' چنانچہ آنحضور ﷺ نے اپنے اس فرمان میں اس کی یہی صفت بیان فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا:

کان اللہ و لا شیءٍ معہ

''اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی اور چیز موجود نہ تھی''۔

آپ کے فرمان پر یہ الفاظ اضافہ کیے گئے ہیں:

وَھُوَ الْاٰن علیٰ ما علیہ کَانَ ﴿﴾

''وہ اب بھی اسی شان سے ہے جس کے ساتھ وہ پہلے تھا''۔

حدیث میں وہ جملہ شامل ہو گیا جو آپ نے ارشاد نہیں فرمایا تھا۔

ان کا مقصد یہ ہے کہ جو صفت اللہ تعالیٰ کے لیے وجود عالم (کی تخلیق) سے پہلے موجود تھی وہ اب بھی اسی پر ہے اور عالم موجود ہے اور جو شخص ان کے بارے میں واقفیت حاصل کرنا چاہے اس کے ذہن میں رہے کہ یہ حقائق اسی طور ہیں۔

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ میں ذٰلِکَ لانے کی وجہ یہ ہے کہ اصل تذکیر ہے اور وہ آدم ہیں تانیث فرع ہے اور وہ حوا ہے چنانچہ تِلْکَ فرمایا گیا اس بارے میں ہم نے تفصیلی اور مکمل گفتگو اسرار تنزیل کی معرفت کے سلسلے میں لکھی گئی اپنی کتاب ''الجمع والتفصیل'' میں کی ہے۔

پس آدم جمع صفات کے لیے اور حوا تفریق ذات کے لیے ہے اس لیے کہ حوا فعل اور تخم کا محل ہے اسی طرح آیات احکام اور فیصلوں کا محل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ''ذٰلِکَ'' اور ''تِلْکَ'' کے معانی اپنے اس قول میں جمع کر دیے ہیں۔

وَاٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿﴾

''اور ہم نے ان کو حکمت دی اور قول فیصل دیا۔'' [ص : ۲۰]

الٓمٓ کے حروف لکھنے میں تین ہیں مگر یہ سارے عالم کا مجموعہ ہے اس میں ہمزہ کا تعلق عالمِ اعلیٰ لام کا تعلق، عالمِ وسطیٰ اور میم کا تعلق عالمِ سُفلیٰ سے ہے۔ پس الٓمٓ نے برزخ اور دارین اور رابطہ اور حقیقتین کو جمع کر لیا ہے اور یہ تکرار کے بغیر اپنے لفظ کے حروف کے نصف پر ہے اور تہائی میں تکرار کے ساتھ ہے اور ان میں سے ہر ایک کا تیسرا حصہ ہے یہ وہ اسرار اور رموز ہیں جنہیں ہم نے اپنی کتابوں ''المبادی والغایات'' اور ''الجمع والتفصیل'' میں بیان کیا ہے۔

سورۃ بقرہ میں الٓمٓ کے بارے میں اس قدر گفتگو کافی وشافی ہے اور یہ اس وقت ممکن ہوئی جب ہم اس قید سے نکلنے اور اسے چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے جو ہمارے لیے کتاب اور کاتب پر تجلی کی صورت میں نازل ہوئی اس دوران ہمارے اوپر بڑے بڑے ہیبت ناک امور نمودار ہوئے اس تجلی کے وقت ہم نے اس کتاب کے کاغذوں کے دفتر پھینک دیے اور عالمِ سفلی کی طرف بھاگے اس صورت حال میں کمی آئی تو اس تجلی سے اگلے روز ہم نے دوبارہ اس قید کی طرف رجوع کیا اور اپنے لیے اس میں رغبت محسوس کی۔ یہ قاہرانہ تجلی موقوف کی گئی تو ہم نے اپنی بات کا ایک ایک حرف سمیٹنا شروع کیا جیسے کہ اس باب کے آغاز میں ہم نے ایجاز اور اختصار کا وعدہ کیا تھا واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۞

پانچواں پارہ ختم ہوا اور اس پر اللہ کا شکر ہے۔

۞

پارہ ششم

حروف کے خواص اور عجائبات

حرفِ الف:

الف اَلـذَاتِ تَـنَــزَهَــتُ فَهَـلُ
لَکَ فِـی الْاَکـوَانِ عَیـنٌ وَ مَحلٌ

''اے اللہ تیری ذات پاک اور منزہ ہے کیا عالم کون میں تیرے لیے کوئی نشان اور مقام ہے''۔

قَـالَ لاَ غَیـرُ التـفـاتـی فـانـا
حَـرُفُ تَـابِیـدٍ تَضَمَّنَتُ الْاَزَلُ

''اس نے کہا میری توجہ اور نظر کے سوا میرا کوئی مقام نہیں میں ایسا ابدی حرف ہوں جو ازل کو شامل ہے''۔

فَـاناً الْعَبُدُ الضَّعِیفُ الْمُجتَبٰی
وَاَ نَـا مَـنُ عَـزَّ سُـلُطَانِیُ وَجَلَّ

''میں ضعیف مگر منتخب بندہ ہوں مجھے میری دلیل نے عظمت عطا کی ہے''۔

جسے حقائق کی خوشبو کا معمولی سا جھونکا بھی نصیب ہوا وہ جانتا ہے کہ **الف** حروف میں سے نہیں مگر عام لوگ اسے حرف کہتے ہیں جب کوئی محقق اسے

حروف کہتا ہے تو وہ عبارت کے اندر بطور جواز ایسا کہتا ہے۔ الف کا مقام تمع کا مقام ہے اور اس کے ناموں میں اسمِ اللہ ہے اور اس کے صفات میں سے ''قیومت'' ہے اس کے اسمائے افعال میں سے یہ نام ہیں: المبدی' الباعث' الواسع' الحافظ' الخالق' الباری' المصور' الوهاب' الرزاق' الفتاح' الباسط' المعز' المعید' الرافع' المحیی' الوالی' الجامع' المغنی' النافع' اسمائے ذات میں اس کے یہ نام ہیں: اللہ' الرب' الظاهر' الواحد' الاول' الآخر' الصمد' الغنی' الرقیب' المبین' الحق' اس کے لفظی حروف یہ ہیں: همزه' لام' فا' اس کے حروف بسیطہ یہ ہیں: الزاء' المیم' اللام' الهمزه' اس کے لیے تمام مراتب ہیں اور اس کا ظہور چھٹے مرتبے میں ہے۔

اس کے غلبے اور تسلط کا ظہور نباتات میں ہے اس مرتبہ میں اس کی جنس سے ھاء اور لام ہیں۔

تمام عالم حروف اور ان کے مراتب اسی کے لیے ہیں وہ نہ ان میں داخل ہے نہ اُن سے خارج ہے وہ دائرہ کا نقطہ بھی ہے اور اس پر محیط بھی۔ یہ عوالم کا مرکب اور ان کا بسیط ہے۔

حرفِ ہمزہ:

هَمْزَةٌ تَقْطَعُ وقتا وَتَصِلُ
كُلَّ مَا جَاوَرَهَا مِنْ مُنْفَصِلٍ

''ہمزہ کسی وقت اپنے قریبی حروف سے جدا ہوتا ہے اور کبھی ان سے متصل ہوتا ہے''۔

فَهِيَ الدَّهْرِ عَظِيْمٌ قَدْرُهَا
جَلَّ انْ يَحْصُرهُ ضَرْبُ الْمَثَل

''وہ ایک عظیم عزت والا زمانہ ہے وہ اس بات سے بلند ہے کہ کسی ضرب المثل میں اس کی تعریف سما سکے''۔

ہمزہ اُن حروف میں سے ہے جن کا تعلق عالمِ شہادت وملکوت سے ہے اس کا مخرج اقصیٰ حلق ہے عدد میں اس کا کوئی مرتبہ نہیں ہے اس کے بسائط میں یہ حروف ہیں: الفاء' المیم' الزاء' الیا ' اس کا عالم ملکوت اور اس کا فلک چوتھا ہے اور اس کے فلک کا دورہ نو ہزار سال ہے اور اس کے مراتب چہارم' ششم اور ہفتم ہیں' اس کی حکومت جنّات' بناتات اور جمادات میں ہے۔

اس کے حروف میں ھا' میم' زا' اور ھاء وقف میں اور تا دو نقطوں کے ساتھ وصل میں اوپر کی طرف سے اور تنوین قطع میں۔ الف' واء اور یا کے جو نام ہیں وہی همزہ کے ہیں لہٰذا انہیں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اسمائے صفات میں اسے القهار' القاهر' المقتدر' القوی' القادر' کے ساتھ اختصاص ہے۔ اس کا مزاج گرم وخشک ہے اور اس کا عنصر آگ ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ لکھے جانے والے حروف میں یـــا پورا حرف ہے یا آدھا! البتہ تلفظ میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ پورا حرف ہے اس پر تمام متفق ہیں۔

حرفِ ھاء:

هَــاء الهُـوِيَّة كَـمْ تُـشِيْـرُ لِكُلِّ ذِى
اٰنِيةٍ خَـفِـيَـتْ لَـهٗ فِــى الظَّـاهِـرِ

''اے ہائے ہویت! تو رونے والے کے لیے کس قدر اشارہ کرتی ہے جو بظاہر نہیں روتا''۔

هَلَّا مَحَقْتِ وَجُوْدُ رَسْمِکَ عِنْدَما
تُبْدُوْ لاَ وَلَهُ، عُيُونُ الْاٰخِر

''کیا تو اپنے وجود کے نشان کو اسم لا ظاہر ہونے کے وقت مٹا دیتی ہے جب کہ اس کے لیے دوسری علامات بھی ہے''۔

خیال رہے کہ ھا کا تعلق حروفِ غیب سے ہے اور اس کا مخرج حلق کا آخر ہے اس کے عدد پانچ ہیں اور اس کے حروفِ بسیط الالف، الھمزة، اللّام، الفاء، المیم، الزا، ہیں اس کا عالمِ ملکوت اور اس کا فلک چوتھا ہے اس کے فلک کی حرکت کا زمانہ نو ہزار سال ہے، اس کے طبقات میں خاص اور خاص الخاص ہیں، مراتب میں اس کا مرتبہ چوتھا ہے، اس کی سلطنت کا ظہور عالمِ نباتات میں ہے، اس کے مزاج کا آخر گرم و تر ہے بعد میں یہ مزاج سردی و خشکی کی صورت میں تحلیل ہو جاتا ہے۔

اس کی حرکات سیدھی اور ٹیڑھی ہوتی ہیں اور وہ درمیانہ حروف میں سے ہے، اس میں امتزاج ہے اور کامل اور منفرد حروف میں سے ہے، عطارد کی طرح، اس کا مزاج سرد، خشک، گرم اور تر ہے، اس کا بڑا عنصر خاک ہے اور چھوٹا عنصر ہوا ہے، اس کے حروف الف اور ہمزہ ہیں، اس کے ذاتی نام یہ ہیں:

اللہ، الاول، الأخر، الماجد، المومن، المھیمن، المتکبر، المبین، الاحد، الملک، اس کے صفاتی نام یہ ہیں: المقتدر، المحصی، اس کے افعال کے نام یہ ہیں: اللطیف، الفتاح، المبدی، المجیب، المقیت، المصور، المذل، المعز، المعید، المحیی، الممیت، المنتقم، المقسط، المغنی، المانع، وہ اس راہ کی انتہا ہے۔

حرفِ عین:

عَیۡنُ الۡعُیُوۡنِ حَقِیۡقَةُ الۡاِیۡجَاد
فَانۡظُر اِلَیہ بِمَنۡزِلِ الۡاِشۡهَاد

''نظر آنے والی چیزوں کی یا اصل ایجاد کی بنیاد ہے مشہود کی منزل میں اتر کر اسے دیکھ''!

تُبۡصِرُہٗ یَنۡظُرُ نَحۡوَ مُوۡجِدِ ذَاتِهٖ
نَظۡرَ السَّقِیۡمِ مَحَاسِنَ الۡعُوَادِ

''تم دیکھو گے کہ وہ اپنی ذات کے وجود بخشنے والے کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے بیمار اپنی عیادت کرنے والوں کی خوبیوں کو دیکھتا ہے''۔

لَا یَلۡتَفِتُ اَبَداً لِغَیۡرِ اِلٰهِهٖ
یَرۡجُوۡا وَیَحۡذُرُ شِیۡمَةَ الۡعُبَّادِ

''وہ اپنے معبودِ حقیقی کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا اس کا امیدوار رہتا ہے اور بندوں کے طرزِ عمل سے پرہیز کرتا ہے''۔

واضح رہے کہ **عین** کا تعلق عالمِ شہادت اور عالمِ ملکوت سے ہے اس کا مخرج وسطِ حلق ہے عددِ جمل سے اس کا ہندسہ ستر (۷۰) ہے اس کے حروف بسیط یہ ہیں: الیاء، النون، الالف، الھمزۃ، الواؤ، اس کا فلک دوسرا اور اس کے فلک کی حرکت کا زمانہ گیارہ ہزار سال ہے۔ طبقاتِ عالم میں اس کے لیے خاص اور خاص الخاص طبقہ ہے۔ مراتب میں اس کا مرتبہ پانچواں اور اس کی حکومت اور غلبے کا ظہور چوپایوں میں ہے اس سے تمام گرم اور تر حروف پائے جاتے ہیں اس کی حرکات افقی ہیں اور یہ ٹیڑھی ہیں۔ یہ حروف اعراف میں سے ہے اور اس کا

تعلق حروف خالصہ سے ہے اور وہ کامل ہے اور یہ عالم انس ثانی سے ہے اس کا مزاج گرم وتر ہے اس کے حروف یا اور نون ہیں اس کے ذاتی نام یہ ہیں: الغنی الاول، الآخر، اور اس کے صفاتی نام یہ ہیں: القوی، المحصی، الحی، افعال میں اس کے نام یہ ہیں: النصیر، النافع، الواسع، الوھاب، الوالی،

حرفِ حائے مہملہ:

حَاءُ الْحَوَامِیْمِ سِرُّ اللّٰہِ فِی السُّوَر
اَخْفٰی حَقِیْقَۃَ عَنْ رُوْیَۃِ الْبَشَر

''حا میم کی حاء سورتوں میں اللہ تعالیٰ کا راز ہے جس کی حقیقت اس نے بشر کی آنکھ سے مخفی کردی ہے''۔

فَاِنْ تَرَحَّلْتَ عَنْ کَوْنٍ وَعَنْ شَبَحٍ
فَارْحَلْ اِلَی عَالَمِ الْاَرْوَاحِ وَالصُّوَرِ

''اگر تم عالمِ کون اور عالم ظاہر سے کوچ کرتے ہو تو عالمِ ارواح وصور کی طرف سفر کرو''۔

وانظر الی حاملات العرش قد نظرت
الی حقائقھا جاء ت علی قدر

''اور حاملینِ عرش کو دیکھو وہ حقائق تمہیں معلوم ہو جائیں گے جو تقدیر میں ہیں''۔

تَجِدُ لِحَائِکَ سُلْطَانًا وَعِزَّتَہ'
اَنْ لَا یُدَانٰی وَلَا یُخْشٰی مِنَ الْغَیْرِ

''وہاں تمہیں اپنی حاء کی ایسی حکومت اور عزت ملے گی جس کی مثل نہیں اور نہ وہاں غیر کا کوئی خوف اور ڈر ہے''۔

میرے دوست! آپ جانتے ہیں کہ حاء عالمِ غیب سے ہے اس کا مخرج وسط حلق اور اس کا عدد آٹھ ہے۔ اس کے حروف بسیطہ یہ ہیں: الالف' الھمزۃ' للام' الھاء' الفاء' المیم' الزاء' اس کا عالمِ ملکوت ہے اور اس کا فلک دوسرا ہے' اس کے فلک کی گردش گیارہ ہزار سال ہیں یہ خاص اور خاص الخاص ہے۔ مراتب میں اس کا درجہ ساتواں اور اس کی حکومت اور غلبے کا ظہور جمادات میں ہے اس میں سے سردی اور رطوبت پائی جاتی ہے اور اس کا عنصر پانی ہے۔ اس کی حرکات ٹیڑھی ہیں اور اس کا تعلق حروف اعراف سے ہے یہ خالص اور آمیزش سے پاک ہے یہ کامل ہے اور جو اس کے ساتھ متصل ہوتا ہے اسے اوپر لے جاتا ہے یہ عالم انس ثلاثی سے ہے اور اس کا مزاج سرد تر ہے اس کے حروف الف اور ھمزہ ہیں اسمائے ذات میں سے اس کے نام یہ ہیں: اللہ' الاول' الآخر' الملک' المومن' المھیمن' المتکبر' المجید' المبین' المتعالی' العزیز' اس کے نام یہ ہیں: المقتدر' المحصی' افعال میں سے اس کے نام یہ ہیں: اللطیف' الفتاح' المبدی' المجیب' المقیت' المصور' المذل' المعز' المعید' المحیی' الممیت' المنتقم' المقسط' المغنی' المانع' اور اس کا راستہ ابتدائی ہے۔

حرفِ غین منقوطہ:

اَلْغَیْنُ مِثْلُ الْعَیْنِ فِیْ اَحْوَالِہٖ
اِلَّا تَجَلِّیَۃِ الْاَطَمِّ الْاَخْطَرِ

''غین اپنے احوال میں عین ہی کی طرح ہے البتہ عین کی تجلی بہت زیادہ طاقت ور اور بلند ہے۔''

فِی الْغَیْن اَسْرَارُالْجلی الْاَقْھر
فاعرف حقیقة فیضه وتستر

''غین میں غلبہ حاصل کرنے والی تجلی کے اسرار ہیں اس کے فیضان کی حقیقت کو پہچانو اور اسے چھپالو''۔

وانظر الیه من ستارةِ کونه
حذرا علی الرسم الضعیف الاحقر

''تو اسے اس کے وجود کے پردے میں دیکھ اور بے فائدہ اور کمزور نشانات سے پرہیز کر''۔

اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری تائید کرے اچھی طرح جان لو کہ غین منقوطہ کا تعلق عالمِ شہادت وملکوت سے ہے اور اس کا مخرج حلق کا وہ حصہ ہے جو منہ کے قریب ترین ہے۔ اہلِ اسرار اور ہمارے نزدیک اس کے عدد نو سو ہیں جب کہ اہلِ انوار کے ہاں اس کے عدد ایک ہزار ہیں۔ یہ عدد جمل کبیر کے حساب سے ہیں۔ غین منقطوطہ کے بسائط یہ ہیں:

الیا' النون' الالف' الھمزة' الواؤ'

اس کا فلک دوسرا ہے اور اس کے فلک کی حرکت کا دورانیہ گیارہ ہزار سال ہیں یہ طبقہ عام میں امتیازی حیثیت کی حائل ہے اس کا مرتبہ پانچواں اور اس کے غلبے کا تسلط چوپایوں میں ہے۔

اس کا مزاج سرد وتر اور اس کا عنصر پانی ہے اس سے برآمد ہونے والی اشیاء میں سردی وتری پائی جاتی ہے اس کی حرکت ٹیڑھی ہے اس کے خواص احوال اور فضائل کافی ہیں یہ کامل اور انس وتعریف کی حامل ہے اس کے افراد

ذاتی ہیں اس کے حروف یہ ہیں: یا، نون، اس کے اسمائے ذاتی یہ ہیں: غنی، علی، الاول، الأخر، الواحد، اس کے اسمائے صفاتی یہ ہیں: غنی، علی، الاول، الأخر، الواحد، اس کے اسمائے صفاتی یہ ہیں: الحی، المحصی، القوی، افعال میں سے اس کے اسماء یہ ہیں: النصیر، الواقی، الواسع، الوالی، الوکیل، اور یہ حرف ملکوتی ہے۔

خاء منقوطہ:

اَلْخَاءُ مَهْمَا اَقْبَلَتْ اَوْ اَدْبَرَتْ
اَعْطَتْكَ مِنْ اَسْرَارِهَا وَتَأَخَّرَتْ

''خا جب کبھی آگے آئے یا پیچھے ہو وہ تمہیں اپنے راز عطا کرے گی اور پیچھے ہٹ جائے گی''۔

فَعُلُوهَا يَهْوِى الْكِيَان وَسِفْلُهَا
يَهْوِى الْمُكَوِّنَ حِكْمَةً قَدْ اَظْهَرَتْ

''خا کا اوپر والا حصہ کائنات کو پسند کرتا ہے جب کہ اس کا نچلا حصہ خالق کائنات کو چاہتا ہے یہ حکمت جو وہ ظاہر کرتی ہے''۔

اَبْدَىٰ حَقِيْقَتَا مُخَطَّطُ ذَاتِهَا
فَتَدَنَّسَتْ وَقْتًا وَ ثُمَّ تَطَهَّرَتْ

''اس کی حقیقت کو اس کی تہ دار ذات نے ظاہر کیا وہ کبھی میل سے آلودہ ہو جاتی ہے اور پھر پاک ہو جاتی ہے''۔

فَاعْجَبْ لَهَا مِنْ جَنَّةٍ قَدْ اُزْلِفَتْ
فِىْ سِفْلِهَا وَلَهِيْبِ نَارٍ سُعِّرَتْ

''مجھے اُس جنت پر حیرت ہے جو اس کے نچلے حصے سے قریب کی گئی ہے اور اس شعلہ آگ پر تعجب ہے جو بھڑکایا گیا ہے''۔

اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار رہو! واضح ہو کہ خاء کا تعلق عالمِ غیب اور ملکوت سے ہے اور اس کا مخرج حلق کا وہ حصہ ہے جو منہ سے متصل ہے اس کے عدد چھ سو ہیں اور اس کے بسائط یہ حروف ہیں: الالف' الھمزۃ' اللام' الھاء' المیم' الزاء' اس کا فلک دوسرا اور اس کے فلک کا دورانیہ گیارہ ہزار سال ہے وہ طبقۂ عام میں ممتاز ہے اور اس کا مرتبہ ساتواں ہے' اس کی حکومت اور غلبے کا تصرف جمادات میں سے ہے' اس کے سر کا مزاج سرد و خشک ہے اور اس کے باقی جسم کا حصہ گرم و تر ہے' اس کا بڑا عنصر ہوا اور چھوٹا مٹی ہے' اس میں سے وہ تمام اشیاء پیدا ہوتی ہیں جن میں چاروں مزاج جمع ہوتے ہیں' اس کی حرکت ٹیڑھی ہے اور اس کے احوال' فضائل اور خصائص بہت ہیں' وہ آمیختہ اور کامل ہے جو اس کے ساتھ لگ جائے اسے اپنے آپ سے بھی اوپر اٹھاتی ہے۔ یہ تین گوشہ اور مونس ہے' اس کی اپنی نشانی ہے' حروف میں سے اس کے حرف ھمزہ اور الف ہیں' اس کے اسمائے ذاتی' اسمائے صفاتی اور اسمائے فعلی وہ ہیں جن سے پہلے زاء یا میم ہو مثلاً: الملک' المقتدر' المعز' یا پہلے ھا ہو جیسے الھادی' یا فا ہو جیسے فتاح یا لام ہو جیسے لطیف یا ھمزہ ہو جیسے الاول۔

قاف:

اَلْقَافُ سِرٌّ کَمَالِہٖ فِیْ رَأْسِہٖ
وَعُلُوْم اھل الْعَرَب مَبْدَأ قُطْرِہٖ

''قاف کے کمال کا بھید اس کے سر میں ہے اور اہل عرب کے علوم اس کے قطر کا آغاز ہیں''۔

وَالشَّوْقُ يُثْنِيْهِ وَيَجْعَلُ غَيْبَهٗ
فِيْ شَطْرِهٖ وَشُهُوْدَهٗ فِيْ شَطْرِهٖ

''شوق اس کی ثناء کرتا ہے اور وہ اس کے آدھے حصے میں شہود اور آدھے میں غیب کو ٹھہراتا ہے''۔

وَانْظُرْ اِلٰى تَعْرِيْقِهٖ كَهِلَالٍ لَهٗ
وَانْظُرْ اِلٰى شَكْلِ الرُّؤيس كَبُدْرِهٖ

''اس کے گھیرے کو تو دیکھو گویا ہلال ہے اور اس کے سر پر تو نگاہ کرو گویا بدر ہے''۔

عَجَبًا لِاٰخِرِ نَشْاءَةٍ هُوَ مَبْدَاءٌ
لِوَجُوْدِ مَبْدِيْهِ وَمَبْدَاءُ عَصْرِهٖ

''اس کے ظہور آخر پر تعجب ہے کہ وہ اس کے وجود کے آغاز کی ابتداء اور اس کے زمانے کی بھی ابتدا ہے''۔

اللہ تعالیٰ ہماری تائید ونصرت فرمائے۔ واضح رہے کہ قاف کا تعلق عالمِ شہادت و جبروت سے ہے اس کا مخرج زبان کا آخری حصہ اور تالو ہے' اس کے عدد سو ہیں اس کے بسائط یہ حروف ہیں: الالف' الفاء' الهمزة' اللّام ' اس کا فلک دوسرا اور اس کے فلک کے دورانیے کی حرکت گیارہ ہزار سال پر مشتمل ہے۔ یہ خاص اور خاص الخاص میں امتیازی حیثیت کا حامل ہے' اس کا مرتبہ چوتھا اور اس کی حکومت کا تصرف جنات میں ہے' اس کا مزاج اُمّہات اول ہیں' اس کا آخری حصہ گرم وخشک ہے اور باقی سارا سرد وتر ہے' اس کا عنصر پانی اور آگ ہیں' اس سے انسان اور عنقا پیدا ہوتے ہیں' اس کے احوال وخصائص ہیں' اس کی

حرکت آمیختہ ہے' یہ حروف آمیختہ' مونس اور دوہرا ہے' اس کی علامت مشتہ کی ہے' اس کے حروف الف' اور فا ہیں' اس کے اسماء حسبِ ذیل مراتب ہیں' ہر وہ اسم جس کے شروع میں اس کے حروف بسائط میں سے کوئی حرف ہو وہ اس کا نام ہے اہلِ اسرار کے ہاں اس کی ذات ہے جب کہ اہلِ انوار کے نزدیک اس کے ذات وصفات دونوں ہیں۔

کاف:

كَافُ الرَّجَاءِ يُشَاهِدُ الْاِجْلَالَا
مِنْ كَافِ خوفٍ شَاهدُ الْاَفْضَالا

''امید کا کاف جلال کا مشاہدہ کرتا ہے اور خوف کے کاف سے فضائل کا نظارہ ہوتا ہے''۔

فَانْظُر اِلى قبضٍ وَّبَسْطٍ فِيْهَا
يُعْطِيْكَ ذَا صداً وذاك وِصَالا

''امید و خوف میں قبض وبسط پر نگاہ کرو وہ تمہیں فراق ووصال دونوں عطا کریں گی''۔

اللهُ قَدْ جَلّى لِذَا اِجْلَا لَهُ'
وَلِذَاكَ جَلَّى مَنْ سَناه جمالًا

''اللہ تعالیٰ نے خوف پیدا کرنے کے لیے اپنے جلال کا جلوہ دکھایا اور امید کی خاطر اپنی تجلی سے جمال کا جلوہ فرمایا''۔

اللہ تعالیٰ آپ کا اور ہمارا حامی وناصر ہو! خیال رہے کہ کاف عالم غیب وجبروت سے ہے' اس کا مخرج قاف کا مخرج ہے' جس کا بیان ہو چکا ہے مگر کاف کا مخرج قاف کے مخرج سے نیچے ہے اس کے [illegible]

الالف، الفاء، الھمزة اور اللام ہیں، اس کا فلک دوسرا ہے اور اس کے فلک کا دورانیہ گیارہ ہزار سال ہے، یہ خاص اور خاص الخاص میں امتیازی حیثیت کا حامل ہے، اس کا مرتبہ چوتھا ہے اس کی حکومت کا ظہور جنات میں ہے، اس سے ہر گرم و خشک چیز پیدا ہوتی ہے، اس کا عنصر آگ اور اس کا مزاج گرم و خشک ہے، اس کا مقام ابتدائی اور اس کی حرکت آمیختہ ہے، یہ اعراف میں سے ہے خالص اور کامل ہے، اہلِ انوار کے ہاں جو کوئی اس سے متعلق ہوا سے بلندی عطا کرتا ہے البتہ اہلِ اسرار کے نزدیک یہ بلندی نہیں دیتا، مفرد اور موحش ہے، اس کے لیے وہی حروف ہیں جو قاف کے لیے ہیں، اسماء میں سے اس کے لیے ہر وہ اسم ہے جس کے اول حرف میں اس کے بسائط اور حروف میں سے کوئی حرف ہو۔

الضاد المعجمہ

فِی الضَّادِ سِرٌّ لَو اَبُوحُ بِذِکْرِہ
لَـرَأَیْـتَ سِـرَّ اللہِ فِـیْ جَبَرُوْتِہٖ

''ضاد میں ایک بھید ہے اگر میں اس کا بیان شروع کروں تو تم اللہ تعالیٰ کے راز کو اس کے جبروت میں دیکھ لوگے''۔

فَـانْـظُـر اِلَیْـہ وَاحِداً وَّ کَمَالُہ،
مِنْ غیرِہٖ فِیْ حَضْرَتِیْ رَحْمُوْتِہٖ

''اس کی طرف اکیلے ہو کر نگاہ کرو اور اس کا کمال غیر کے مقابلے میں حضرتِ رحمت میں ہے''

وَاَمَـامُـہ، اللَّفْظُ الَّذِیْ بِوجودِہ
اَسْرٰی بِہ الرَّحْمٰنُ مِنْ مَلَکُوْتِہٖ

''اس کے آگے وہ لفظ ہے جس کے وجود کے ساتھ رحمٰن اپنی بادشاہی میں اسریٰ فرماتا ہے''

اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا حامی و ناصر ہو! جان لو کہ **ضــاد** حروفِ شہادت و جبروت سے ہے' اس کا مخرج زبان کا سرا اور داڑھ ہیں' ہمارے نزدیک اس کے عدد نوے اور اہل اسرار کے نزدیک آٹھ سو ہیں' اس کے بسائط یہ حروف ہیں: الف' دال خشک' همزه' لام' اور فا' اس کا فلک دوسرا اور اس کی حرکت گیارہ ہزار سال ہے' یہ عام میں امتیاز رکھتا ہے اس کا طریق درمیانہ اور مرتبہ پانچواں ہے' اس کی حکومت کا ظہور چوپایوں میں ہے' اس کا مزاج سرد و تر ہے' اس کا عنصر پانی ہے' اس سے سرد و تر چیزیں وجود میں آتی ہیں' اس کی حرکت مرکب ہے' اس کے احوال' فضائل اور خصائص بہت زیادہ ہیں' خالص' کامل' مثنیٰ اور مونس ہے' اس کی نشانی اس کی انفرادیت ہے' اس کے حروف **الف** اور **دال** ہیں' اس کے اسماء کے بارے میں مختصر بات ہے کہ اس کے اسماء وہی ہیں جو اس سے پہلے والے حرف کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی مدد دینے والا اور ہدایت عطا کرنے والا ہے۔

جیم:

اَلْجِیْمُ یَرْفَعُ مَنْ یُّرِیْدُ وَصَالَه'
لِمُشَاهِدِ الْاَبْرَارِ وَالْاَخْیَار

''متقی اور منتخب لوگوں کے مشاہدے کے مطابق جیم اس کو سربلند کر دیتا ہے جو اس کا وصال چاہتا ہے''۔

یَرْنُو بِغَایَتِهٖ اِلٰی مَعْبُوْدِهٖ
وَبُبْدِئہٖ یَمْشِی عَلَی الْاٰثَار

''وہ سراپا نظر ہو کر اپنے معبود کی طرف دیکھتا ہے اور اپنی ابتدا ہی سے اصلی نشانات پر چلتا ہے''۔

هُوَ مِنْ ثلاثٍ حقائقٍ مَعْلُومَةٍ
وَمِزَاجُه بَرْدٌ ولَفَحُ النَّار

''وہ تین حقائق معلومہ میں سے ہے اور اس کا مزاج سرد اور آگ کا شعلہ ہے''۔

اللہ تعالیٰ ہماری تمہاری مدد کرے! واضح رہے کہ جیم عالم شہادت و جبروت سے ہے' اس کا مخرج زبان کا درمیانی حصہ اور تالو کا درمیانی حصہ ہے' اس کے عدد تین اور اس کے بسائط یہ ہیں: الیا' المیم' الالف' الھمزۃ 'اس کا فلک دوسرا اور اس کے فلک کی حرکت کا زمانہ گیارہ ہزار سال ہے' یہ عام میں ممتاز ہے' اس کا طریق درمیانہ اور مرتبہ چوتھا ہے' اس کے غلبے کا ظہور جنات میں ہے' اس کا جسم سرد و خشک ہے' جب کہ اس کا سر گرم و خشک ہے' اس کا مزاج سرد' گرم و خشک ہے' اس کا بڑا عنصر مٹی اور چھوٹا عنصر آگ ہے' اس سے وہی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو اس کے مزاج کے موافق ہوں' اس کی حرکت ٹیڑھی ہے۔

اس کے بے شمار حقائق' مقامات اور منزلیں ہیں' یہ مرکب ہے' کامل ہے اہلِ کوفہ کے سوا باقی تمام اہلِ انوار و اسرار اس پر متفق ہیں کہ جو بھی اس سے تعلق قائم کرتا ہے اسے یہ سربلندی عطا کرتا ہے' یہ سہ گوشہ اور مونس ہے' اس کی علامت اس کی فردانیت ہے' اس کے حروف یا اور میم ہیں' اس کے اسماء کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

شین:

فِي الشِّينِ سبعة اَسْرَارٍ لِمَن عَقَلا
وَكُلُّ مَنْ نَالَهَا يَوْمًا فَقَدْ وَصَلا

''اہلِ عقل وفہم کے لیے شین میں سات راز ہیں اور جو شخص بھی انہیں کبھی پالے وہ واصل ہو جاتا ہے''۔

تُعطِیکَ ذَاتِکَ الْاَجْسَام سَاکِنَة
اِذَا الْاَمِیْن عَلٰی قَلْبٍ بِھَا نَزَلا

''وہ راز تیری ذات اور اجسام کو حیرت زدہ کر دیں گے جس وقت فرشتہ ان رازوں کو لے کر قلب پر اترے گا''۔

لَوْ عَایَن النَّاسُ مَا تَحْوِیه مِنْ عَجَبٍ
رَاوا هِلَال اِمُحاقِ الشَّھرِ قد کملا

''اگر لوگ رازوں کے ان عجائبات کو دیکھ لیں جو اس میں شامل ہیں تو وہ مہینے کی آخری راتوں کے چاند کو ہلال کامل کی شکل میں دیکھ لیں گے''۔

اللہ تعالیٰ ہماری کلام اور فہم میں اپنی تائید شامل کرے۔ خیال رہے کہ شین کا تعلق عالم غیب و جبروت سے ہے مگر اس کا وسط نہیں' اس کا مخرج جیم کا مخرج ہے' ہمارے نزدیک اس کے عدد ایک ہزار ہیں' مگر اہل انوار کے ہاں اس کے عدد تین سو ہیں' اس کے بسائط حروف یہ ہیں: الیاء' النون' الالف' الھمزة' الواؤ' اس کا فلک دوسرا ہے' اس فلک کی حرکت کے زمانے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے' یہ عام میں ممتاز ہے' اس کا طریق میانہ اور مرتبہ پانچواں ہے' اس کی حکومت کا غلبہ چوپایوں میں ہے اس کا مزاج سرد وتر ہے' اس کا عنصر پانی ہے' اس سے وہی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو اس کی طبع کے موافق ہیں' اس کی حرکت آمیختہ ہے' یہ کامل خالص' منتہی اور مونس ہے' اس کی ذات' صفات اور افعال ہیں' اس کے حروف یہ

ہیں: الیاء، النون، اور اس کے اسماء اس طریق پر ہیں جو جس کا بیان ہو چکا ہے اس کے فضائل اور احوال بہت ہیں۔

یا:

یَاء الرِّسَالَةِ حَرُفٌ فِی الثریٰ ظَهَر
کَالُوٗا وِ فِی العالَم العَلُوی مُعُتَمرا

''یائے رسالت ایک حرف ہے جو زمین میں ظاہر ہوا یہ اس واؤ کی طرح ہے جو عالم علوی میں ظاہر ہوئی''۔

فَهُو الُمُمِدُّ جَسُوُمًا مَا لَهَا ظُلَلٌ
وَهُو الُمُمِدُّ قُلُوُبًا عَانَقَتُ صُوَرًا

''وہ ان جسموں کو امداد دینے والی ہے جن کا سایہ نہیں اور وہ ان دلوں کو تقویت دینے والی ہے جو صورتوں سے وابستہ ہیں''۔

اِذَا ارَادَ یُنَاجِیُکُمُ بِحِکُمَتِهٖ
یَتُلُوُا فَیَسُمَعُ سِرَّ الاحرفِ السُّورا

''جب کوئی اپنی دانائی اور فہم کے ساتھ اسے بلاتا اور پڑھتا ہے تو اس پر سورتوں کے حروف کے اسرار منکشف ہوتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے ہماری تمہاری مدد فرمائے! جان لو کہ یا عالمِ شہادت و جبروت میں سے ہے اس کا مخرج شین کا مخرج ہے اس کے عدد بارہ افلاک کے لیے دس اور سات افلاک کے لیے ایک ہے اس کے بسائط یہ ہیں: الالف، الهمزة، اللام، الفاء، الهاء، المیم، الزاء، اس کا فلک دوسرا ہے اس کے

دورے کے زمانہ کا ذکر گزر چکا ہے' خاص اور خاص الخاص میں ممتاز ہے' اس کا درجہ آخری اور مرتبہ ساتواں ہے' اس کی سلطنت اور غلبے کا ظہور جمادات میں ہے' اس کا مزاج امہاتِ اوّل ہیں' اس کا بڑا عنصر آگ اور چھوٹا پانی ہے' اس سے حیوان پیدا ہوتے ہیں' اس کی حرکت مرکب ہے' اس کے حقائق' مقامات اور مراتب ہیں' یہ آمیختہ کامل' رباعی اور مونس ہے' اس کے حروف الالف اور الھمزة ہیں'۔ اس کے ناموں کا ذکر گزر چکا ہے۔

الlam:

اَللَّام لِلَازَل السَّنِی الْاَقْدس
وَمَقَامُہ' الاَعْلٰی الْبَھِیُ الْاَنْفُسُ

''لام پاک تر اور منور ازل کے لیے ہے' اس کا مقام بہت بلند قیمتی اور نفیس تر ہے''۔

مَھْمَا یَقُمْ تُبْدی الْمُکَوِّنَ ذَاتَہ
وَالعَالَمُ الْکَوْنِی مَھْمَا یَجْلِسَ

''جب قائم ہوتا ہے تو خالق کی ذات کو ظاہر کرتا ہے اور جب بیٹھتا ہے تو عالمِ کائنات کو ظاہر کرتا ہے''۔

یُعْطِیکَ رُوحاً مِّن ثَلاثِ حَقَائِقِ
یَمْشِیُ وَیَرْفَلُ فِیُ ثِیَابِ السُّنْدسِ

''وہ تمہیں تین حقائق میں سے ایک یعنی روح عطا کرتا ہے اور وہ باریک و نفیس کپڑوں میں خراماں چلتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو روح القدس کی تائید عطا کرے' مخفی نہ رہے

کہ لام شہادت و جبروت سے ہے' اس کا مخرج زبان کا آخری حصہ اور اس کا کمتر مخرج زبان کے آخری اطراف ہیں' اس کے عدد بارہ افلاک میں تیس اور سات افلاک میں تین ہیں' اس کے بسائط یہ ہیں: الالف' المیم' الھمزۃ' الفاء' الیاء' اس کا فلک دوسرا ہے' اس کے فلک کی حرکت کا زمانہ پہلے بیان ہو چکا ہے' یہ خاص اور خاص الخاص میں ممتاز ہے' اس کا درجہ آخری ہے' اس کا مرتبہ پانچواں ہے' اس کی حکومت کا ظہور چوپایوں میں ہے' اس کا مزاج گرم' سرد' خشک ہے' اس کا بڑا عنصر آگ اور چھوٹا خاک ہے' اس سے وہی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو اس کے مزاج کے مطابق ہیں' اس کی حرکت ملی ہوئی ہے' اس کے اعراف ہیں' یہ مرکب' کامل' مفرد' موحش ہے' اس کے حروف الف اور میم ہیں' اس کے ناموں کی تفصیل گزر چکی ہے۔

الراء :

راء المحبة فی مقام وصاله
ابدا بدارِ نعیمه لن یخذلا

''رائے محبت اپنے وصال کی منزل میں ہمیشہ دارِ نعیم میں رہتی ہے وہ کبھی رُسوانہیں ہوتی''۔

وَقْتًا یَقُوْلُ اَنَا الوحید فَلَا اَریٰ
غیری و وقتاً یا اَنَا لَنْ تَجْهلاء

''کبھی کہتی ہے میں اکیلی ہوں اپنے سوا کسی کو نہیں جانتی اور کبھی کہتی ہے اے انا! تو ہر گز نہیں بھولی''۔

لَوْ کَانَ قَلْبُکَ عِنْدَ رَبِّکَ هٰکَذَا
کُنْتَ الْمُقَرِّبُ وَالْحَبِیْبُ الا کَمُلَا

''اگر تیرا دل اسی طرح اپنے رب کے پاس ہو' تو تم مقرب بارگاہ اور کامل حبیب بن جاؤ''۔

اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے ہماری تمہاری مدد کرے جان لو کہ !
را عالمِ شہادت و جبروت میں سے ہے اس کا مخرج زبان کی پشت اور سامنے والے دانتوں کا اوپر والا حصہ ہے' اس کے عدد بارہ افلاک میں دوسواور سات افلاک میں دو ہیں' اس کے بسائط یہ ہیں: **الالف' الھمزۃ 'اللّام 'الفاء 'الھاء' المیم ' الزاء** 'اس کا فلک دوسرا اور اس کی حرکت کے سال معلوم ہیں' اس کی انتہا ہے اس کا مزاج گرم وخشک ہے' اس کا عنصر آگ ہے' اس سے وہی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو اس کے مزاج کے موافق ہوتی ہیں' اس کے لیے اعراف ہے' یہ خالص' ناقص' مقدس' مثنیٰ اور مونس ہے اس کے حروف میں الف اور **ھمزۃ** ہیں' اس کے اسماء کا ذکر گزر چکا ہے۔

نون:

نُوْنُ الْوُجُودِ تَدُلُّ نُقْطَةَ ذَاتِهَا
فِیْ عَیْنِهَا عَیْنًا عَلٰی مَعْبُوْدِهَا

''نون کے وجود کی ذات کا نقطہ اپنی ذات میں اپنے معبود کے نشان پر دلالت کرتا ہے''۔

فَوُجُوْدُهَا مِنْ جودہٖ وَیَمِیْنِهٖ
وَجَمِیْعُ اَکْوَانِ الْعُلٰی مِنْ جُوْدِهَا

''نون کا وجود وجودِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی عطا و برکت سے ہے اور تمام کائنات بالا نون کے وجود سے ہے''۔

فَانْظُرْ بِعَیْنِکَ نِصْفُ عَیْنِ وُجُوْدِهَا
مِنْ جُوْدِهَا تَعْثِرُ عَلٰی مَفْقُوْدِهَا

''اگر اس کی مہربانی سے اس کی ذات کے نصف وجود کا نظارا اپنی آنکھ سے کرلو تو اس کے مخفی حصے پر واقف ہو جاؤ''۔

اللہ تعالیٰ دلوں کو ارواح کی تائید عطا کرے سمجھ لو کہ نون عالم ملک و جبروت سے ہے اس کا مخرج زبان کا سرا اور اوپر کے دانتوں کا فوق ہے اس کے عدد پچپن ہیں' اس کے بسائط واؤ اور الف ہیں' اس کا فلک دوسرا ہے اور اس کی حرکت کے زمانہ کا ذکر گزر چکا ہے' یہ خاص اور خاص الخاص میں امتیاز رکھتا ہے' اس کا طریق انتہا ہے' اس کا مرتبہ منزہ اور دوسرا ہے' اس کے غلبے کا ظہور حضرت الٰہیہ میں ہے' اس کا مزاج سرد وخشک ہے' اس کا عنصر مٹی ہے' اس سے وہی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو اس کے مزاج کے موافق ہوتی ہیں' اس کی حرکت مرکب ہے' اس کے حقائق' خصائص اور فضائل زیادہ ہیں' یہ خالص ناقص' اور موحش ہے' یہ ذات کا حامل ہے' اس کے حروف میں سے وائو ہے' اور اس کے ناموں کا ذکر پہلے گزر چکا ہے'

طا مہملہ:

فِی الطَّاء خَمْسَةُ اَسْرَارٍ مخباةٍ
مِنْهَا حَقِيقَةُ عَيْنِ المُلك فِي الْمَلَكِ

''طاء میں پانچ پوشیدہ راز ہیں ان میں سے ایک ملکوت میں خاص حکومت کی حقیقت ہے''۔

وَالْحَقُّ فِي الْخَلْقِ وَالْاَسْرَارُ نَائِبَةٌ
وَالنُورُفِي النَّارِوَالْاِنْسَانُ فِي الْمَلَكِ

''حق خلق میں سے ہے اور اسرار اس کے نائب میں نور آگ میں اور انسان فرشتے میں ہے''۔

فھٰذہ خَمْسَۃٌ مَھْمَا کُلِّفْتَ بِھا
عَلِمْتَ اَنَّ وُجُوْدَ الْفُلْکِ فِی الْفَلَکِ

''یہ پانچ راز ہیں جب کبھی تم ان سے واقف ہو جاؤ گے تو جان لو گے کہ افلاک کا وجود فلک میں ہے''۔

اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے واضح رہے کہ طاء عالمِ ملک و جبروت سے ہے' اس کا مخرج زبان کے اطراف اور دانتوں کی جڑ ہے' اس کے عدد نو اور اس کے بسائط یہ حروف ہیں: الالف' الھمزۃ' اللّام ' الفاء' المیم' الزاء' الھاء 'اس کا فلک دوسرا ہے' اس کی حرکت کے زمانے کا ذکر ہو چکا ہے' یہ خاص اور خاص الخاص میں ممتاز ہے' اس کا طریق آخری ہے' اس کا مرتبہ ساتواں ہے اور اس کی سلطنت کا ظہور جمادات میں ہے' اس کا مزاج سرد و تر ہے' اس کا عنصر پانی ہے' اس سے وہی چیزیں برآمد ہوتی ہیں جو اس کے مزاج کے موافق ہوں' اہلِ انوار کے ہاں اس کی حرکت مستقیم اور اہلِ اسرار کے نزدیک ٹیڑھی ہے' ہمارے نزدیک سیدھی بھی ہے اور ٹیڑھی بھی دونوں حرکتیں ملی ہوئی ہیں' اس کا اعراف ہے' یہ خالص' کامل' دوہری اور مونس ہے' اس کے حروف الف اور ھمزۃ ہیں اور اس کے ناموں کا ذکر گزر چکا ہے۔

دال مہملہ:

اَلدَّالُ مِنْ عَالِمَ الْکَوْنِ الَّذِیْ اِنْتَقَلا
عَنِ الْکِیَانِ فَلا عَیْنَ وَلَا اَثَرَ

''دال کا تعلق اس عالم کون سے ہے جو کائنات سے منتقل ہوا نہ اس کا کوئی نشان ہے اور نہ علامت''۔

عَـزَّتْ حَـقَـائِـقُه، عَنْ کُلِّ ذی بَصَرٍ
سُبْـحَـانَـه جَـلَّ اَنْ یَـحْـظٰی بِه بَشَر

"ہر صاحبِ نظر سے اس کے حقائق بلند مرتبہ ہیں' پاک اور برتر ہے' اس سے کہ کوئی بشر اس کی آ گاہی سے بہرہ ور ہو"۔

فیــه الـدَّوَامُ فَـجُـو د الْـحَقِّ مَنْزِلـه
فِیْــه الْـمَثَـانِیُ ففیـه الآی و السُّوَر

"اس میں دوام ہے اور حق کی عطاء و بخشش اس کی منزل ہے اس میں فاتحہ آیات اور سورتیں ہیں"۔

اللہ اپنے اسمائے حسنٰی کے ذریعے ہماری مدد فرمائے'۔ واضح رہے کہ دال عالمِ ملک و جبروت سے ہے' اس کا مخرج طـاء کا مخرج ہے' اس کے عدد چار ہیں اور اس کے بسائط یہ حروف ہیں: الالف' الھمزۃ ' اللّام ' الفاء ' المیم ' اس کا فلک پہلا ہے' اس کے فلک کی حرکت کا دورہ بارہ ہزار سال ہے' اس کا طریق انتہا ہے' اس کا مرتبہ پانچواں ہے اور اس کی حکومت چوپایوں میں ہے' اس کا مزاج تر و خشک ہے' اس کا عنصر خاک ہے' اس سے وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو اس کے مزاج کے مطابق ہوتی ہیں' اہلِ انوار اور اہلِ اسرار کے نزدیک اس کی حرکت مرکب ہے' اس کا اعراف ہے' یہ خالص' ناقص' مقدس' ثنیٰ اور مونس ہے' اس کے حروف یہ ہیں: الف اور لام' اس کے ناموں کا ذکر گزر چکا ہے۔

تاء :

اَلتَّــاءُ یُـظْـهِـرُ اَحْیَـانًـا وَیَسْتَتِرُ
فَحَظُّه، مِنْ وَجُوْدِ الْقَوْمِ تَلْوِیْن

'' تا کبھی ظاہر ہوتی ہے اور کبھی چھپ جاتی ہے' حروف کی جماعت میں اس کا حصہ تلوین ہے''۔

یَحْوِی عَلَی الذَّاتِ والاوصاف حَضْرتُه'
وَمَا لَه' فِی جَنَاب الْفِعل تَمْکین

''اس کا حضور ذات وصفات کو شامل ہے اور جناب فعل میں اسے قرار نہیں''۔

یَبْدُوْ فَیظْهَرُ مِنْ اَسْرارہ عَجَبًا
وَمُلْکُه' اللّوْحُ وَالْاَقْلَامُ والنُّون

'' تا ظاہر ہو کر اپنے عجیب اسرار ظاہر کرتی ہے اور اس کا ملک لوح قلمیں اور دوات ہیں''۔

وَالَّیْلُ وَالشَّمْسُ وَالْاَعْلٰی وطارِقُه
فِیْ ذاتِهٖ والضُّحٰی وَالشَرح وَالتین

''اس کی ذات میں سورۃ لیل' سورۃ شمس' سورۃ الاعلیٰ' سورۃ الطارق' سورۃ الضحیٰ' سورۃ الم نشرح' اور سورۃ والتین جمع ہیں''۔

میرے مخلص دوست! واضح رہے کہ تا عالم غیب وجبروت سے ہے' اس کا مخرج دال اور طاء کا مخرج ہے' اس کے عدد چار سو ہیں' اس کے بسائط یہ حروف ہیں: الالف' الهمزة' اللّام' الفاء' المیم' الزاء' الهاء' اس کا آسمان پہلا ہے' اس کے دورانیے کا ذکر ہو چکا ہے' یہ خاص الخاص میں ممتاز ہے' اس کا مرتبہ ساتواں ہے اور اس کے غلبے کا ظہور جمادات میں ہے' اس کا مزاج سرد وخشک ہے' اس کا عنصر پانی ہے' اس سے وہ چیزیں برآمد ہوتی ہیں جو اس کے مزاج کے موافق ہیں' اس کی حرکت مرکب ہے' اس کے بہت سے فضائل' خصائص اور کمالات ہیں' یہ خالص' رباعی اور مونس ہے' یہ ذات وصفات دونوں کی حامل ہے' اس کے حروف

الف اور ھمزۃ ہیں اس کے اسماء کی تفصیل گزر چکی ہے

صاد یابسہ:

فِی الصَّادِ نُوْر لقلب بَاتَ یَرْقُبُه
عِنْدَ الْمَنَامِ وَسِتْرُ السُهْد یَحْجُبُه'

''صاد میں اُس دل کے لیے ایک نور ہے جو نیند کے وقت اس کا منتظر رہتا ہے جب کہ بیداری کا پردہ اس کے لیے حجاب ہوتا ہے''۔

فَنَمْ فَاَنَّکَ تَلْقٰی نُوْرَ سَجْدَتِہٖ
یُنِیْرُ صَدْرَکَ وَالْاَسْرَاْر تَرْقُبُه

''پس تم سو جاؤ اس کے سجدے کے نور کو ملو گے جو تمہارے سینے کو منور کر دے گا اور اسرار اس کے منتظر رہیں''۔

فَذٰلِکَ النُوْرُ نُوْرُ الشُکْرِ فَارْتَقِبْ
الْمَشْکُوْر فِھُو عَلَی الْعَادَاتِ یُعْقِبُه

''یہ نور شکر کا نور ہے' مشکور کا انتظار کرو وہ حسبِ عادت اس کے بعد ظاہر ہوگا''۔

میرے محترم دوست! خیال رہے کہ صاد عالم غیب و جبروت سے ہے' اس کا مخرج زبان کے دونوں اطراف کا درمیان اور نیچے کے دو دانتوں کا اوپر والا حصہ ہے' ہمارے نزدیک اس کے عدد ساٹھ اور اہلِ انوار کے نزدیک نوے ہیں' اس کے بسائط: الالف' دال' الھمزۃ' فاء' المیم' اس کا فلک پہلا ہے' اس کے حرکت کے زمانے کا ذکر ہو چکا ہے' یہ خاص اور خاص الخاص میں ممتاز ہے' اس کے لیے طریق کا آغاز ہے' اس کا مرتبہ پانچواں ہے اور اس کے غلبے کا ظہور

جانوروں میں ہے' اس کا مزاج گرم وتر ہے اور اس کا عنصر ہوا ہے' اس سے وہی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو اس کے مزاج کے موافق ہوں' اس کی حرکت مرکب اور نامعلوم ہے' اس کی درمیانی منزل ہے' یہ خالص' کامل' مثنیٰ اور مونس ہے' اس کے حروف: الف اور دال ہیں' اس کے ناموں کا ذکر گزر چکا ہے۔

واضح ہو کہ خشک صاد کو ایک ایسا راز قرار دیا گیا ہے جو نیند کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اسے نیند کے بغیر حاصل نہیں کیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے نیند کے سوا اس کا راز عطا کیا ہے' اس لیے میں نے اسے نیند کے ساتھ مخصوص کیا ہے حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے' نیند ہو یا بیداری اس کا راز عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے' جب میں اُس کے راز پر اس قید کے ساتھ واقف ہوا تو ایک دوست میرے سامنے ''رسالہ اسرار حروف'' پڑھنے لگا تا کہ میں اسی چیز کی اصلاح کرلوں' جو تقیید کی صورت میں قلم کی تیزی کی وجہ سے واقع ہوگئی ہو پڑھتے پڑھتے جب وہ اس حرف پر پہنچا تو میں نے کہا کہ مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے اس کے راز تک پہنچنے کے لیے نیند ضروری نہیں ہے لیکن میں نے اسے اسی طرح حاصل کیا ہے میں نے اپنا واقعہ بیان کیا تو مجمع منتشر ہوگیا۔

اگلے روز سنیچر کے دن حسبِ عادت ہم مسجد الحرام میں کعبہ معظّمہ کے رکنِ یمانی کے سامنے بیٹھے تھے کہ اتنے میں مجاور کعبہ الشیخ الفقیہ ابو یحییٰ بکر بن ابی عبداللہ الہاشمی توسّمی طرابلسی علیہ الرحمۃ بھی حسبِ عادت تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ جب ہم پڑھنے سے فارغ ہوئے تو وہ فرمانے لگے کہ میں نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا ہے کہ میں بیٹھا ہوں اور تم میرے سامنے پیٹھ کے بل لیٹے

ہوئے صاد کے اسرار بیان کر رہے ہو میں نے تمہارے لیے فی البدیہہ یہ شعر پڑھے۔

الصَّادُ حَرْفٌ شَرِيفٌ
والصَّادُ فی الصَّادِ اَصْدَقُ

''صاد ایک بہت ہی معتبر حرف ہے اور صاد میں صاد سب سے زیادہ صادق ہے''۔

تم نے نیند میں پوچھا تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے۔ میں نے کہا۔

لِانَّهَا شَكْلُ دورٍ
وَمَا مِنَ الدور اَسْبَقَ

''اس لیے کہ اس کی شکل گول ہے اور کوئی گول چیز اس سے پہلے پہلے نہیں ہے''۔

اتنے میں میں نیند سے بیدار ہو گیا۔

اس خواب کا قصہ انہوں نے مجھے سنایا اور کہا کہ میں ان کے جواب سے نیند میں خوش ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنا واقعہ پورا کیا تو اپنے بارے میں ان کے خواب میں یہ خوشخبری سن کر میں مسرور ہو گیا اس بات سے کہ لیٹنے کا یہ انداز انبیائے کرام کا ہے یہ سالک کی اس کیفیت کے بعد ہوتی ہے جب وہ اپنے اوراد و اشغال کے بعد راحت حاصل کرنے کی خاطر لیٹتا ہے تاکہ بالمقابل اس پر آسمانی فیضان کا نزول ہو۔

خیال رہے کہ صاد صدق، صون اور صورت کے حروف میں سے ہے یہ گیند کی شکل ہے اور تمام شکلوں کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس میں عجیب راز ہیں، خواب کی حالت میں اس کے پردے اٹھانے پر میں نے تعجب کیا اور اس کی آنکھیں میری اس حالت پر ٹھنڈی ہوئیں جو کل میں نے اپنے دوستوں سے

مجلس میں بیان کی تھیں اس پر ہم نے اُن کے لیے مغفرت طلب کی اور اس کے لیے ہمارے پاس قرب اور اچھی بازگشت ہے۔

صاد ایک معزز اور عظیم حرف ہے' حق تعالیٰ نے جوامع الکلم میں ذکر کے وقت اس کی قسم اٹھائی ہے اور وہ زبان تمجید کے مطابق شرف وفضیلت کی بلندی پر مقام محمدی ہے۔

سورۃ صٓ انبیائے کرام کے اوصاف' عالم کے مخفی اسرار وعجائبات اور نشانات پر مشتمل ہے۔

اس خواب میں وہی اسرار ہیں جو اس سورت میں واقع ہیں اور یہ اسرار دیکھنے والے اور جس کے حق میں دیکھے گئے ہیں اور جسے اس میں دکھایا گیا ہے' بہت بڑی ''خیر کثیر'' پر دلالت کرتے ہیں اور ان کو اُن انبیائے کرام علیہم السلام کی برکات حاصل ہوتی ہیں جن کا اس سورت میں ذکر کیا گیا ہے اور اس سورت میں جس عذاب اور سختی کا ذکر ہے اس کا تعلق کافر دشمنوں سے ہے مومنوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے مومنین کے لیے دنیا و آخرت میں امن وعافیت کے طلب گار ہیں۔

پس یہ بشارت ہے جو حاصل ہوئی' وہ اسرار ہیں جو اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے کے ذریعے ہمارے پاس بھیجے۔ ہمارے دوست ابو یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے ان اسرار کو شعروں میں مکمل کیا جو انہوں نے میرے لیے نیند میں پڑھے تھے میں نے اُن سے عرض کیا کہ وہ یہ اشعار مجھے بھجوائیں تاکہ میں اس کتاب میں انہیں اور اصل خواب کو اس حرف

کے ضمن میں درج کردوں اس لیے کہ یہ اشعار اس روحانی حقیقت کی تائید سے سامنے آئے جو انہوں نے نیند میں دیکھی تھی۔ میں نے سوچا کہ میں اس میں کمی نہ کروں۔ چنانچہ میں نے اپنے دوست ابوعبداللہ محمد بن خالد الصدفی التلمسانی کو بھیج کر یہ اشعار منگوا لیے جو یہ ہیں ؎

الصَّادُ حرفٌ شریف
والصَّادُ فی الصَّادِ اَصْدَقُ

''صاد ایک بہت ہی معتبر حرف ہے اور صاد میں صاد سب سے زیادہ صادق ہے''۔

قل ما الدَّلِیلُ اجِدُہ
فِیْ داخِلِ الْقَلْبِ مُلْصِقُ

''کہو وہ کون سی دلیل ہے جسے میں دل کی گہرائیوں میں چمٹی ہوئی پاتا ہوں''۔

لِانَّھا شَکْلُ دورٍ
وَ مَا مِنَ الدور اَسْبَقَ

''اس لیے کہ اس کی شکل گول ہے اور کوئی گول چیز اس سے قدیم نہیں ہے''۔

وَدَلَّ ھٰذَا بِاَنِّی
عَلَی الطَّرِیْق مُوَفَّقَ

''یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ میں توفیق یافتہ راستے پر ہوں''۔

حَقَّقْتُ فِی اللهِ قَصْدِی
وَالْحَقَّ یُقْصَد بِالْحَقِّ

''میں نے اللہ کے لیے سچا ارادہ کیا اور حق کا ارادہ حق ہی کے ساتھ ہوتا ہے''۔

اِنْ کَانَ فِی الْبَحْرِ عُمْقٌ
فَسَاحِلُ الْقَلْبِ اَعْمَق

''ہر چند سمندر میں گہرائی ہوتی ہے تاہم دل کا ساحل سب سے زیادہ گہرا ہے''۔

اِنْ ضَاقَ قَلْبُکَ عَنّی
فَقَلْبُ غَیْرِکَ اَضْیَقُ

''اگر تیرا دل بھی مجھ سے تنگ ہو گیا تو تیرے علاوہ دوسروں کے دل میں تو جگہ ہی نہیں ہوگی''۔

دَعِ الْقُرُوْنَةِ وَ اَقْبِلِ
مَنْ صَادِقٌ یَتَصَدَّق

''نفس کی پیروی چھوڑ دے اور اس کی طرف اپنا رخ پھیر جو سچا ہے اور سچائی کی تصدیق کرتا ہے''۔

وَلَا تُخَالِفْ فَتَشْقٰی
فَالْقَلْبُ عِنْدِی مُعَلَّق

''نافرمانی نہ کرو بدبختوں میں ہو جاؤ گے دل میرے نزدیک لٹکا ہوا ہے''۔

اِفْتَحہ اَشْرَحہ وَاَفْعَلُ
فِعْلَ الَّذِیْ قَدْ تَحَقَّقَ

''اسے کھول دو اس کی شرح کرو اور وہ کام کرو جو پائیدار ہے''۔

اَلَی مَتٰی قَاسَی الْقَلْبُ
بَابُ قَلْبِکَ مُغْلَق

''دل کب تک پریشانی اور تکلیف میں رہے گا تمہارے دل کا دروازہ بند ہے''۔

وَفِـعْـلُ غَيْـرِكَ صَـافٍ
وَوَجْــهُ فعلك اُرزَق

''دوسرے لوگوں کا کام صاف ہے جب کہ تمہارے کام کا رخ پھرا ہوا ہے''۔

اِنَّـا رَفَـقْـنَـا فَـرِفُـقًـا
فَـالُـرِفُـقُ فِـى الـرِفقِ اَرُفَق

''ہم لطف ونرمی سے پیش آئے ہیں تو مہربانی ہے پس نرمی میں نرمی بہت ہی قیمتی بات ہے''۔

فَـاِنْ اَتَيْـتَ كَسَـوْنَـا
كَ ثَـوْبَ لُـطْفٍ مُـعْتَـقٍ

''اگر تم ہمارے پاس آ ؤ تو تمہیں آزادی وعنایت کا جامہ پہنائیں گے''۔

وَلاَ تَـكُـنْ كَـجَـرِيـرٍ
اِذْ ظَـلَّ يَهْـجُو الْفَرَزْدَق

''اور جریر کی طرح نہ ہو جو فرزدق کی ہجو میں مشغول رہا''۔

وَالْهَـجْ بِـمَدْحِيْ فَمَدْحِى
مِنْ مَشْرِق الشَمْسِ اَشْرَق

''میری تعریف کا چراغ روشن کرو میری تعریف مشرق کے سورج سے بھی زیادہ روشن ہے''۔

اَنَـا الْـوَجُـوْد بِـذَاتِـىْ
وَلِـىْ الـوجود الْمُحَقَّقُ

''میں اپنی ذات میں وجود ہوں اور میرا وجود ثابت وقائم ہے''۔

مِنْ غَیْرِ قَیْدٍ کَعِلْمِیْ
عَلٰی الْحَقِیْقَۃِ مُطْلَقٌ

''میرا وجود میرے علم کی طرح بغیر کسی قید کے قائم ہے جو دراصل مطلق ہے''۔

فَھَلْ تَرَیٰ الشَّاہ یَوْماً
یکیدھا فَرْدٌ بَیْذَق

''کیا کبھی تم نے دیکھا ہے کہ کسی بادشاہ کو راستہ دکھانے والے پیدل شخص نے دھوکا دیا ہو''۔

مَنْ قَالَ فِیَّ براءٍ
فَقَائِلُ الرَّای اَحْمَق

''جس نے میرے بارے میں کوئی رائے قائم کی تو اس رائے کا قائل بہت بڑی غلطی کا مرتکب ہوگا''۔

اِنْ ظَلَّ یَھْذِیْ لِوَھْمٍ
رَأیْتَہ یَتشَدَّق

''اگر وہ وہم کی بنا پر کوئی عامیانہ بات کرے تو تمہیں محسوس ہوگا کہ وہ یاوہ گوئی ہے''۔

وَکُلُّ مَنْ قَالَ قَوْلًا
فَالذِّکْرُ مِنْ ذَاکَ اَصْدَقُ

''جو شخص جو بھی اس سلسلے میں بات کرے گا اصل ذکر اور بات اس سے کہیں سچی ہے''۔

اَنَا الْمُھَیْمِنُ ذو الْعَر
شِ لاَ اَبِیْد واخلق

''میں وہ نگہبان اور صاحبِ حکومت ہوں کہ ہلاک کرتا ہوں اور پیدا کرتا ہوں''۔

بَعَثْتَ لِلْخَلْقِ رُسُلِیُ
وَجَاء اَحُمِدُ بِالُحَقِّ

''لوگوں کی اصلاح کے لیے میں نے رسول بھیجے اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہو کر آئے''۔

فَقَامَ فِیُ بِصِدقٍ
وَحِیُنَ اَرُعَد اَبُرَقِ

''پس وہ میرے ساتھ راستی کے ساتھ قائم ہوا جس وقت وہ کڑکا اور چمکا''۔

مُجَاهِداً فی الْاَعَادِیُ
وَ نَاصِحاً مَّا تَفُتَقُ

''وہ دشمنوں میں مجاہد اور مخلوق میں خیر خواہ تھا''۔

لَوُ لَمُ اَغِثُهُمُ بِعَبُدِی
اَغُرَقُتُ مَنُ لیس لَه' یَفُرَقُ

''اگر میں اپنے بندے کے ذریعے ان کی فریاد نہ سنتا تو میں اُسے بھی غرق کر دیتا جو غرق کے قابل نہ تھا''۔

اِنَّ السَّمٰوات وَالْاَرُض
مِنُ عَذَابِی تعرف

''بلاشبہ زمین اور آسمان میرے عذاب سے باخبر ہیں''۔

وَاِنُ اَطَعُتُمُ فَاِنّی
اَلُمُّ مَا یَتفرَّق

''اگر تم میری اطاعت کرو تو میں تمہارے انتشار اور تفریق کو جمعیت میں بدل دوں گا''۔

وَاَجْمَعُ الْکُلَّ فِی الْخُلْدِ
فِیْ حَدَائِقَ تَعْبق

''اورسب کو میں جنت کے خوشبودار باغوں میں جمع کر دوں گا''۔

فَقُمتُ مِنْ حالِ نومی
و راحتائ تُصَفَّقُ

''میں اپنی پسند کی کیفیت سے باہر نکلا تو میری خوشی منتشر ہوگئی''۔

زاء :

فِی الزّاء سِرٌّ اِذَا حَقَّقتَ مَعناہ
کَانَتْ حَقَائِق روح الامر مغناہ

''اگر تم زاء کی حقیقت پر غور کرو تو اس میں ایک راز ہے روح الامر کے حقائق اس کی جائے بے نیازی ہے''۔

اِذَا تَجَلّٰی اِلی قَلْبٍ بِحِکْمَة
عِنْد الفناء عن التنزیه اَغْنَاہ'

''جب وہ تنزیہہ سے فنا کے وقت حکمت کے ساتھ دل پر تجلی کرتا ہے تو اسے بے نیاز کر دیتا ہے''۔

فَلَیْسَ فی احرف الذّات النزیهة مَنْ
یُحقّقُ العِلْم او یدریه اِلَّا هُو

''پس سوائے اُس کے اور کوئی نہیں ہے جو ذات مقدس کے حروف میں علم کی تحقیق کرے یا اسے سمجھے''۔

اللہ تعالیٰ روحِ ازل سے تمہاری تائید کرے خیال رہے کہ زا کا تعلق

عالمِ شہادۃ اور جبروت وقہر سے ہے اس کا مخرج ضاد اور سین کا مخرج ہے اس کے عدد سات اور بسائط یہ حروف ہیں: الالف' الیاء' اللام' الفاء'

اس کا فلک پہلا ہے اور اس کے دورے کے زمانے کا ذکر گزر چکا ہے' خلاصہ اور خاص الخاص میں ممتاز ہے اس کی انتہا ہے اس کا مرتبہ پانچواں اور اس کی حکومت چوپایوں میں ہے' اس کا مزاج گرم وخشک ہے اس کا عنصر آگ ہے' اس سے وہی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو اس کے مزاج کے موافق ہوں' اس کی حرکت مرکب ہے' اس کے فضائل' خصائص اور خوبیاں کافی ہیں' یہ خالص' ناقص' مقدس' مثنی اور مونس ہے' اس کے حروف الف اور یا ہیں' اس کے ناموں کا ذکر گزر چکا ہے۔

سین مہملہ .

فِــی السِّیــن اســرار الــوجــود الار بــع
وَلَـــهٗ التَّــحَــقُّــقُ وَالْـمَـقَــامُ الْاَرْفَـعُ

''سین میں وجود کے چار اسرار ہیں اور اس کے لیے حقیقت اور بہت ہی بلند مقام ہے''۔

مِـن عِــالَـمِ الْـغَیــب الَّـذی ظَهَـرَتْ بــهٖ
آثَــارُ كَـوْنٍ شَـمْسُهَــا تَتَبــرقــع

''جس عالمِ غیب سے عالمِ کون کے آثار ظاہر ہوئے ہیں اس کا آفتاب پردہ میں ہے''۔

واضح رہے کہ سیـــن عالمِ غیب و جبروت اور عالمِ لطف سے ہے' اس کا مخرج صا اور زا کا مخرج ہے' اہلِ انوار کے ہاں اس کے عدد چھیاسٹھ اور ہمارے نزدیک تین سو تین ہیں اس کے بسائط یہ حروف ہیں: الیــاء' الــنــون' الالف'

الھمزۃ ' الواؤ ' اس کا فلک پہلا ہے۔اوراس کے سالوں کا بیان گزر چکا ہے یہ خاص' خاص الخاص خلاصہ خاص الخاص' اور صفا خلاصہ خاص الخاص میں ممتاز ہے یہ انتہائی درجے کے حروف میں ہے' اس کا مرتبہ پانچواں ہے اور اس کے حکومت کا ظہور جانوروں میں ہے' اس کا مزاج گرم وخشک ہے' اس کا عنصر پانی ہے' اس سے وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو اس کے مزاج کے مطابق ہوتی ہیں' اس کی حرکت مرکب ہے اس کے لیے اعراف ہے' یہ خالص' کامل' مثنی اور مونس ہے' اس کے حروف یا اور نون ہیں اور اس کے اسمائے الٰہیہ کا ذکر ہو چکا ہے۔

ظائے معجمہ :

فِــی الــظَّــاء ستۃُ اَسْـرَارٍ مُـکْتَـمَۃٍ
خـفیۃٌ مَـا لھَـا فـی الـخَلْقِ تَعْیین

''ظاء میں چھ پوشیدہ راز ہیں وہ ایسے مخفی ہیں کہ خلق میں ان کی کچھ شناخت نہیں''۔

الَّا مـجـازاً اِذَا جَـادَتْ بِفَـاضِلِھَـا
یُـریٰ لَھَـا فِـیْ ظھورِ الْعَین تَـحْسِیْن

''البتہ مجاز کی صورت میں خلق کو اندازہ ہے جب اس میں زیادہ کے لیے کوشش کی جائے تو ظہورِ عین میں اس کی خوبی دیکھنے میں آتی ہے''۔

یَـرْجُـوا الا لـہ ویـخشی عَدْلَہٗ واِذَا
مـاغـاب عـن کـونـہ لم یبد تکوین

''وہ اللہ تعالیٰ سے پر امید اور اس کے عدل سے خوف زدہ ہوتا ہے جب اس کے عالم سے غائب ہوتا ہے تو تکوین ظاہر نہیں ہوتی''۔

اے صاحبِ عقل وفہم! جان لو کہ ظـاء کا تعلق عالمِ شہادۃ و جبروت اور عالمِ قہر سے ہے' اس کا مخرج زبان کے دونوں کنارے اور سامنے والے دانتوں کے اطراف ہیں' ہمارے نزدیک اس کے عدد آٹھ سو اور اہلِ انوار کے نزدیک نو سو ہیں' بسائط میں اس کے حروف یہ ہیں: الالف' اللام' الھمزۃ' الفاء' الھاء' المیم' الزاء' اس کا فلک پہلا ہے اور اس کے دورے کی حرکت کا زمانہ بیان ہو چکا ہے۔

ذال معجمہ:

اَلـذَّالُ یَـنْـزِلُ احیـاناً عَلٰی جَسَدِیِ
کَـرْھًـا وَیَـنْـزِلُ احیانًا عَلٰی خَلَدِیُ

''ذال کبھی بادلِ ناخواستہ میرے جسم پر نازل ہوتی ہے اور کبھی وہ خوشی سے میرے دل پر اترتی ہے''۔

طـوعـاً وَیَـقْـدِم ھذا او ذاک فمـا
یُـریٰ لَـہ' اثـر الـزُّلـفٰی عَـلَی اَحَدِ

''اور وہ اس سے معدوم ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کے قرب کا اثر کسی پر نہیں دیکھا جاتا''۔

ھـو الامـام الَّـذی مَـا مِثلـہ اَحَدٌ
تَـدْعُـوہ اَسـمـاؤہ بِالْوَاحِدِ الصَمد

''یہ وہ امام ہے جس کی کوئی مثل نہیں اس کے اسمائے حسنہ اُسے واحد وصمد کا نام دیتے ہیں''۔

اے امام! واضح رہے کہ ذال عالمِ شہادت و جبروت اور عالم قہر سے ہے' اس کا مخرج ظاہر کا مخرج ہے' اس کے عدد سات سو سات ہیں' اس کے بسائط

یہ حروف ہیں: الالف، لام، ھمزہ، فا اور میم، اس کا فلک پہلا ہے اور اس کی حرکت کے سالوں کا ذکر کیا جا چکا ہے، عام میں ممتاز ہے، اس کا طریق درمیانہ ہے، اس کا مرتبہ پانچواں ہے، اس کی حکومت چوپایوں میں ہے، اس کا مزاج گرم و تر ہے، اس کا عنصر ہوا ہے، اس سے وہی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو اس کے مزاج کے موافق ہیں، اس کے خصائص، فضائل اور احوال کافی ہیں، یہ خالص، کامل، مقدس، مثنی اور مونس ہے، اس کی ذات ہے اس کے حروف الف اور لام ہیں، اس کے اسماء کا ذکر ہو چکا ہے۔

ثا:

الثـــاء ذاتيةُ الْاَوْصَـــافِ عَــاليةٌ

فِـى الْـوَصْف والفِعْل وَاللاقلامُ توجدُهَا

''ثا اپنے وصف و فعل میں ذاتی اوصاف والی بلند مرتبہ ہے اور قلم اسے وجود میں لے آتے ہیں''۔

فَـاِنْ تَـجَـلَّـتْ بسـرِّ الذَّاتِ وَاحِدةً

يَـوْمَ الْبِـدايةِ صَـارَ الْـخَـلْـقُ يَعْبُدُهَا

''اگر پہلے دن ذات کے راز کے ساتھ اکیلی جلوہ گری کرتی تو مخلوق اس کی پوجا کرنے لگ جاتی''۔

وَاِنْ تَـجَـلَّـتْ بسـرِّ الْوَصْفِ ثـانيةً

يَـوْمَ التَّـوسُّطِ صَارَا لنعت يَحْمدَهَا

''اور اگر درمیانی روز دوسری بار وصف کے راز کے ساتھ ظاہر ہوتی تو نعت اس کی تعریف کرتی''۔

وَاِنْ تَـجَـلَّـتْ بسـرِّ الْـفِعْلِ ثـالثـه

يَـوْمَ الثُـلاثاء صَارَا الكون يُسْعِدُها

''اور اگر منگل کے روز تیسری دفعہ فعل کے راز کے ساتھ نمودار ہوتی تو کائنات کو سعادت سے بھر دیتی''۔

میرے محترم! واضح ہو کہ ثا عالمِ غیب و جبروت اور عالم لطف سے ہے' اس کا مخرج ظا اور ذال کا مخرج ہے' اس کے عدد پانچ سو پانچ' ہیں اس کے بسائط یہ حروف ہیں: الالف' الھمزۃ' اللام' الفاء' الھاء' المیم' الزاء 'اس کا فلک پہلا ہے اور اس کی حرکت کا زمانہ بیان ہو چکا ہے' یہ خلاصہ' خاص الخاص میں ممتاز ہے' اس کا طریق آخری ہے' اس کا مرتبہ ساتواں ہے' اس کی حکومت جمادات میں ہے' اس کا مزاج سرد و خشک ہے' اس کا عنصر خاک ہے' اس سے وہی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو اس کے مزاج کے موافق ہیں' اس کی حرکت مرکب ہے' اس کے فضائل' خصائص' اور احوال بہت زیادہ ہیں' یہ خالص' کامل' مربع' اور مونس ہے' یہ ذات' صفات اور افعال کی حامل ہے' اس کے حروف الف' اور ھمزۃ ہیں' اس کے اسمائے الٰہیہ کا ذکر ہو چکا ہے۔

فا:

اَلـفَـاءُ مِـنْ عـالِـم الْتَـحْقِيق فَادّكِرْ
وانـظُـر اِلـى سـرِّهَـا ياتی عَلٰی قَدَرِ

''فا کا تعلق عالمِ حقیقت سے ہے یاد رکھو اور اس کے راز پر نگاہ کرو وہ قدر کے مطابق آئے گی''۔

لَهَـا مَعَ اليـاء مَـزْجٌ فـى الْوُجُودِ فَمَـا
تَـنْـفَک بِـالْـمَـزْج عَـنْ حَقّ وَّعن بشر

''فـا' یـا کے ساتھ وجود میں ملی ہوئی ہے چنانچہ وہ حق و بشر کے باہمی تعلق سے الگ نہیں

ہوتی''۔

فَانْ قَطَعْتُ وِصَال الیاء دَان لَها
مِنْ اَوْجِہ عَالِمَ الْاَرْواح والصُوَر

''اگر فا سے یا کی آمیزش ختم ہو جائے تو عالم ارواح وصور کا وجود بلندی سے اس کے قرب میں آ جائے گا''۔

اللہ تعالیٰ اپنے عرش یعنی قلب مومن کو تائید عطا کرے۔ واضح ہو کہ فا عالمِ شہادت و جبروت اور عالمِ غیب ولطف سے ہے' اس کا مخرج نیچے والے ہونٹ کا باطن اور سامنے کے اوپر والے دانت ہیں' اس کے عدد اٹھاسی ہیں' اور اس کے بسائط یہ حروف ہیں: **الالف' الھمزۃ' اللام' الفاء' الھاء' المیم' الزای'** اس کا فلک چوتھا ہے اور اس کے حرکت کی مدت کا ذکر ہو چکا ہے' یہ خلاصہ میں ممتاز ہے' اس کا طریق آخری ہے' اس کا مرتبہ ساتواں ہے' اور اس کی سلطنت کا ظہور جمادات میں ہے' اس کے سر کا مزاج گرم وتر ہے' اور اس کا باقی جسم سرد وتر ہے' اس کا مزاج گرم' سرد اور تر ہے' اس کا بڑا عنصر پانی اور چھوٹا عنصر ہوا ہے' اس سے وہ چیزیں پائی جاتی ہیں جو اس کی طبع کے موافق ہیں' اس کی حرکت مرکب ہے اہل اسرار کے ہاں اس کے کئی حقائق' مقامات اور منازل ہیں اور اہلِ انوار کے ہاں اس کے بہت سے احوال' فضائل اور خصائص ہیں' یہ مرکب' کامل' مفرد' مثنیٰ' مونس اور موحش ہے' یہ ذات کی حامل ہے' اس کے حروف الف اور ھمزۃ ہیں' اس کے اسمائے کا ذکر ہو چکا ہے۔

الباء:

الباء للعارف الشبلی معتبر
وفیٔ نقیطتها للقلب مدّکر

''با عارف شبلی کے لیے ایک معتبر حرف ہے اور اس کے نقطے میں قلب کے لیے نصیحت ہے''۔(۱)

سرُّ العبُودیۃِ العُلیاء مَازَجها
لِذاک نابَ مَنابُ الحقِ فاعْتَبرُوا

''بلند مرتبہ عبودیت کا راز اس میں ملا ہوا ہے اسی لیے وہ حق کی قائم مقام ہے اس پر اعتبار کرلو''۔

اَلَیس یَحذَف مِنْ بسمٍ حَقِیقَةٌ
لِاَنَّه بَدلٌ مِنُهُ فَذَا وَزَرٌ

''کیا بسم اللہ میں اس کی حقیقت حذف نہیں ہوئی یہ اس لیے کہ با اس ی بدل اور جائے پناہ ہے''۔(۲)

اے بلند رتبہ دوست! خیال رہے کہ با عالمِ ملک وشہادت اور عالم قہر سے ہے اس کا مخرج دونوں ہونٹ ہیں، اس کے عدد دو ہیں، اس کے بسائط یہ حروف ہیں: الالف، الھمزة، اللام، الفاء، الھاء، المیم، الرا، اس کا فلک پہلا ہے اور اس کی حرکت کے دورے کا ذکر ہو چکا ہے، یہ عین صفاء الخلاصہ اور خاص الخاص میں ممتاز ہے، اس کا طریق ابتدائی اور آخری بھی اس کا مرتبہ ساتواں ہے، اس کی

۱؎ اس سے نامور عارف اور بزرگ دلف بن جحدر شبلی (م ۳۳۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے جس میں انہوں نے فرمایا انا النقطة التی تحت الباء میں ہی باء کے نیچے والا نطقہ ہوں۔

۲؎ بسم میں الف حذف ہوا ہے اس کی طرف اشارہ ہے یہاں با الف کا بدل ہے۔

حکومت کا ظہور جمادات میں ہے' اس کا مزاج گرم وخشک ہے' اس کا عنصر آگ ہے' اس سے وہ چیزیں برآمد ہوتی ہیں جو اس کی طبیعت کے موافق ہوتی ہیں' اس کی حرکت مرکب ہے' اس کے کئی معانی' مقامات اور منازل ہیں' یہ خالص' کامل' مربع اور مونس ہے' یہ ذات کی حامل ہے اس کے حروف الف' اور همزة ہیں' اس کے اسماء کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

میم :

اَلْمِيْمُ كَالنُّوْنِ اِنْ حَقَّقْتَ سِرّهما
فی غَايَة الْكَوْنِ عَيْنًا وَالْبِدَايَاتِ

''میم نون کی طرح ہے اگر ان دونوں کے راز کی تحقیق کرو کائنات کی انتہا میں نشان اور آغا ہے''۔

وَالنُّوْنُ لِلْحَقِّ وَالْمِيْمُ الْكَرِيْمَة لى
بدءٌ لِبَدءٍ وغَايَاتٍ لّغَايَات

''نون حق کے لیے ہے اور میم کریمہ میرے لیے' ابتدا ابتدا کے لیے اور انتہا انتہا کے لیے ہے''۔

فَبَرْزَخُ النُّونِ روح فی مَعَارفه
وَبَرْزَخُ الْمِيْم ربٌّ فی البريات

''نون کا برزخ اس کے معارف میں روح ہے اور میم کا برزخ مخلوق میں ربّ ہے''۔

مومن کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہو۔ واضح ہو کہ میم عالمِ ملک شہادت اور عالمِ قہر سے ہے' اس کا مخرج یا کا مخرج ہے' اس کے عدد چوالیس ہیں' اور اس کے بسائط: یا' الف' اور الهمزة ہیں' اس کا فلک پہلا ہے اور اس کی حرکت کے

زمانے کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے' یہ خاص' خلاصہ اور صفائے خلاصہ میں ممتاز ہے یہ انتہا کا حامل ہے' اس کا مرتبہ تیسرا ہے' اور اس کی حکومت کا ظہور انسان میں ہے' اس کا مزاج سرد و خشک ہے' اس کا عنصر خاک ہے' اس سے وہ چیزیں پائی جاتی ہیں جو اس کے مزاج کے موافق ہوتی ہیں' اس کے لیے اعراف ہے' یہ خالص' کامل' مقدس' مفرد اور مونس ہے' اس کے حروف میں یا ہے' اس کے اسمائے کا بیان ہو چکا ہے۔

واوَ :

واوایّاک اَقْدَس
مِنْ وَجُودی وَ اَنْفُس

''واوَ میرے وجود اور نفوس سے پاکیزہ تر ہے''۔

فَھُوَ رَوْح مُکَمَّلٌ
وَھُوَ سِرُ مُسَدَّسٌ

''وہ مکمل روح اور چھ گوشہ راز ہے''۔

حَیْثُ مَا لَاحَ عَینُه
قِیلَ بَیْتٌ مُقَدَّسٌ

''جب کبھی اس کی آنکھ کھلتی ہے تو کہا جاتا ہے یہ پاک گھر ہے''۔

بَیْتُه السِّدرَۃُ العَلِیۃُ
فِینَا الْمُوسَّسُ

''اس کا گھر بلند سدرہ ہے ہمارے اندر اس کی بنیاد ہے''۔

واؤ کا تعلق عالمِ ملک وشہادت اور قہر سے ہے' اس کا مخرج دنوں ہونٹ ہیں' اس کے عدد چھ ہیں' اس کے بسائط الف' همزة' لام اور فا ہیں' اس کا فلک پہلا ہے اور اس کے دورے کی حرکت کا ذکر ہو چکا ہے' یہ خاص الخاص اور خلاصہ میں امتیاز رکھتا ہے' اس کا طریق منتہی ہے' اس کا مرتبہ چوتھا ہے' اس کی حکومت کا ظہور جنات میں ہے' اس کا مزاج گرم وتر ہے' اس کا عنصر ہوا ہے' اس سے وہی چیزیں پائی جاتی ہے جو اس کے مزاج کے موافق ہوتی ہیں' اس کی حرکت مرکب ہے' یہ اعراف کامل ہے' یہ خالص' ناقص' مقدس' مفرد اور موحش ہے' اس کے حروف میں الف ہے' اس کے ناموں کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اہلِ کشف وخلوت کے لیے ان حروف معجمہ میں سے ہمیں جو جو اشارات آگاہی اور موجودات کے اسرار پر واقفیت عطا ہوئی ہے اس کی تفصیل ہم نے پوری طرح بیان کر دی ہے' اگر تم چاہو کہ تعبیر کی شکل میں اس کے ماخذ پر دسترس حاصل ہو تو بسائط کے افلاک پر ان کے اشتراک کو سمجھو' اس سے تمہیں حقائق کے اسماء کا علم حاصل ہوگا' الف کے بارے میں گفتگو گزر چکی ہے' اسی طرح همزة' الف' واؤ اور یا کے ساتھ حروفِ علت میں داخل ہوتا ہے' اس اعتبار سے وہ حروف کی فہرست سے خارج ہو جاتا ہے' پس جیم' راء' لام' میم اور نون کے بسائط مختلف ہیں' دال اور ذال ہم مثل ہیں اسی طرح ضاد اور صاد کا مماثل ہیں' عین' غین اور شین' سین آپس میں مماثل ہیں' واؤ' کاف اور قاف مماثل ہیں۔

اسی طرح باء' هاء' حاء' طاء' یا' فا' را' تا' ثا' خا' ظا' بسائط کے اعتبار سے متماثل ہیں۔ خیال رہے کہ وہ تمام حروف جو بسائط کے اعتبار سے

متماثل ہیں وہ اسماء بھی ایک دوسرے کے مثل ہیں۔

ہم نے پہلے ذکر کیا تھا کہ لام ' الف کا ذکر حروف کے بعد کیا جائے گا' اس لیے کہ وہ منازل میں ''جوزہر'' کی شکل ہے اب ہم اس کا ذکر دوسرے حروف سے علیحدہ کرتے ہیں یہ حرف زائد ہے جو الف لام اور همزه ولام سے مرکب ہے۔

لام الف والف لام :

اَلِفُ اللَّامِ وَ لَامِ الاَلِفِ
نَهْـرُ طَـالُـوتٍ فَلاَ تَـغْـتَـرِفْ

''لام کا الف اور الف کا لام طالوت کی نہر ہے اس سے چلّو نہ بھرو''۔

وَاشْرِب النهر الي آخره
وَعَنِ النَّهْـمَةِ لَا تَـنْحرِفْ

''اور نہر کو پوری طرح پی جاؤ اور زیادہ پینے سے انحراف نہ کرو''۔

وَلْتُقِمْ مَا دُمْتُ رِيانًا فَان
ظَمِئَت نَفْسک ما قُمْ فَانْصَرِفْ

''اور جب تک تم سیراب ہو قائم رہو اور اگر تمہارا نفس پیاسا ہوا تو کھڑے ہو جاؤ اور واپس پھر جاؤ''۔

وَاَعْـلَـم اَنَّ اللهَ قَـدْ اَرْسَـلَـه
نَهـرٌ بَـلْوىً لِفُوَادِ الْمُشَـرَّف

''واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے شرف حاصل کرنے والے دلوں کے لیے آزمائش کی نہر بنا کر بھیجا ہے''۔

فَاصْطَبِر بِاللّٰهِ وَاحْذُرْهُ فَقَدْ
يَنْخَذِل اَلْعَبْدُ اِذَالَمْ يَقِفُ

''اللہ کے ساتھ صبر کرو اور اس سے ڈرتے رہو بلاشبہ بندہ اس وقت ذلیل ہو جاتا ہے جب وہ اللہ پر پورا بھروسہ نہ کرے''۔

لام الف:

تَعَانَق الالَفُ العَلَّامُ واللَّام
مِثْل الحبيبين فالاعوام اَحْلَامُ

''بلند رتبہ الف اور لام نے آپس میں دوستوں کی طرح معانقہ کیا جب کہ وقت خواب پریشاں کی مثل ہے''۔

وَالتفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ الَّتِى عَظَمُت
فَجَاءَنِى مِنْهَا فِى اللَّفِ اَعْلَامُ

''پنڈلی بڑی پنڈلی سے مل گئی اور مجھے ان دونوں کے ملاپ کی اطلاع دی گئی''۔

اِنَّ الْفُوَادَ اِذَا مَعْنَاه عَانَقَه
بَدَاء لَه' فِيه اِيْجَاد وَاَعْدَامَ

''جب حقیقتیں دل سے مل جائیں تو اس پر وجود و عدم کی اصلیت کھل جاتی ہے''۔

واضح رہے کہ **الف** اور **لام** ایک دوسرے کے مصاحب ہیں' یہ مصاحبت ایک میلان ہے اور اس سے مراد خواہش اور غرض ہے اور یہ میل ایک عشقیہ جذبے کا نتیجہ ہے' پس **لام** کی حرکت عارضی اور **لام** کی حرکت ذاتی ہے۔ چنانچہ **الف** پر اس میں حرکت کے حادث ہونے کی وجہ سے **لا** کا غلبہ نظر آتا ہے

اس معاملے میں لام الف سے کہیں زیادہ قوی ہے اس لیے کہ وہ بہت بڑا عاشق ہے، وجود اور فعل کے اعتبار سے لام کی ہمّت اکمل، واتم ہے عشق کے اعتبار سے الف لام سے کم تر ہے اس کی ہمت لام کے ساتھ تھوڑی ہے اور نہ ہی اس میں لام کے بوجھ اٹھانے کی طاقت ہے۔ محقّقین کے نزدیک صاحبِ ہمت کا فعل بالضرور مؤثر ہوتا ہے، یہی کیفیت صوفی کے مقام اور اس کے ذوق کی ہے، وہ اپنے مقام سے غیر کی طرف تجاوز نہیں کرتا، البتہ اگر یہ محقّقین کے مقام کی طرف منتقل ہو جائے تو ان کا مقام اس سے بلند تر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ الف کا میلان لام کے فعل سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے میلان سے مراد یہ ہے کہ الف لام کی مہربانی اور احسان کے ساتھ نازل ہوتا ہے تاکہ اس میں لام کا عشق راسخ ہو، تم دیکھتے نہیں ہو کہ لام کی پنڈلی الف کے قائم ہونے کے ساتھ جھک گئی اور اس پر متوجہ ہے کہ کہیں وہ ختم نہ ہو جائے پس لام کی طرف الف کا میلان ایک طرح کا نزول ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا نزول آسمانِ دنیا کی خاطر ہوتا ہے اور اس سے مراد وہ شب بیدار لوگ ہیں جو رات کے تیسرے حصے میں بیدار ہوتے ہیں جب کہ لام کا میلان محقّقین اور صوفیاء کے ہاں متعارف اور معلوم ہے وہ معلول ہے مغطّر ہے۔ ہمارے نزدیک بالخصوص سوائے باعث کی جہت کے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

صوفی لام کے میلان کو واجدین اور متواجدین کا میلان قرار دیتا ہے اس لیے کہ لام عشق، تعشق اور حال کی منزل میں ان کے نزدیک اسی طرح متحقق ہے۔ چنانچہ صوفی الف کے میلان کو وصل اور اتحاد کا میلان سمجھتا ہے۔ چنانچہ الف اور لام میں شکل میں ایک دوسرے سے اس طرح سے مشابہ ہو گئے ہیں

لآ۔لہٰذا ان کے تقرر سے پہلے تم کسے الف اور کسے لام قرار دو گے۔یہی وجہ ہے کہ اس میں اہلِ زبان کا اختلاف ہے کہ وہ لام کی حرکت یا اس ھمزہ کو کہاں ٹھہرائیں جو الف پر ہوتا ہے۔ایک گروہ نے لفظ کی رعایت کرتے ہوئے کہا کہ حرکت لام پر اور الف بعد میں ہو اور دوسرے گروہ نے خط کی رعایت کی جس طرح بھی خط کھینچنے والا ابتدا کرے گا ابتدا لام سے ہوگی اور الف دوسرا ہوگا۔

یہ سب حالت عشق کا فیضان ہے عشق میں سچائی معشوق کی طلب میں یکسوئی پیدا کرتی ہے اور یکسوئی میں راستی عاشق کو معشوق کے وصال سے شاد کام کرتی ہے۔ایک محقق کا کہنا ہے کہ میلان کا باعث معرفت ہے اور ہر ایک اپنی حقیقیت اور اصلیت کے مطابق ہے۔

البتہ ہم اور جو ہمارے ساتھ تحقیق کے اس بلند درجہ پہ پہنچا جو اس سے مافوق ہے، دونوں اس قول کے قائل نہیں ہیں۔ہمارے ہاں اس مسئلے میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ دیکھ لیا جائے کہ وہ دونوں کس مقام میں اکٹھے ہوئے ہیں اس لیے کہ عشق حضور کے منازل میں ایک معمولی جز ہے۔پس صوفی کا قول صحیح ہے اور معرفت حضرت بھی درست ہے۔محقق کا قول حق ہے لیکن ان میں سے ہر ایک اس مسئلہ کی تحقیق سے قاصر اور یک رُخ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ پہلا حضرت جس میں الف اور لام جمع ہوئے ہیں وہ حضرت ایجاد ہے اور وہ لا الا ہ ال لا ال لاہ یہ مرتبہ حضرت خلق اور خالق کا ہے کلمہ لا نفی واثبات میں دو مرتبہ آیا ہے۔پس یہ صورت فلا لا لا و الا ہ للاہ اس میں وجودِ مطلق جو الف ہے اس کا میلان اس درجے میں ایجاد کی طرف ہے

اور وجود مقید کا میلان جو لام ہے ایجاد کے وقت ایجاد کی طرف ہے اس لیے لام الف کی صورت پر نکلا اور ہر ایک حقیقت اپنی جگہ پر مطلق ہے، اگر سمجھ سکتے ہو تو یہ حقیقت سمجھ لو ورنہ خلوت میں بیٹھ کر اپنی توجہ اور نسبت خدائے رحمٰن کی طرف مبذول و مرکوز کرو بات کھل جائے گی۔ پس جس وقت مطلق اپنے وجود کے تعین کے بعد تقید اختیار کرے اور اس کے عین کے لیے عین ظاہر ہو تو حالت یہ ہوگی۔

لِلْحَقِّ حَقٌّ وللاِنْسَانِ اِنْسَانٌ
عِنْدَ الْوُجُوْدِ وَلِلْقُرآنِ قُرْآن

''وجود کے وقت حق کے لیے حق اور انسان کے لیے انسان ہے اسی طرح قرآن کے لیے قرآن ہے''۔

وَلِلْعِيَانِ عَيَانٌ فِی الشھودِ کما
عِنْدَ الْمُنَاجَاةِ لِلاذان آذان

''مشاہدہ میں دیکھنے کے لیے نظر اسی طرح ضروری ہے جیسے گفتگو کے وقت سننے کے لیے کان ضروری ہیں''۔

فَانْظُر اِلَيْنَا بِعَيْنِ الْجَمْعِ تَحظُّ بِنَا
فِی الْفَرْقِ فَالْزِمْهُ فَالْقُرْاٰنُ فُرْقَان

''ہماری طرف امتیاز کے ساتھ نگاہ جمع سے دیکھو بہرہ حاصل ہوگا اسے لازم کر لو قرآن فرقان ہی ہے''۔

مخلوق کے لیے ایک ایسی صفت ضروری ہے جس کے ساتھ وہ قائم ہو اور وہ اس صفت کے ذریعے حضرتِ الٰہیہ سے اپنی مثل یا اپنے مخالف کے

بالمقابل ہو میں نے مثل کے لفظ پر اکتفا نہیں کی جو حق اور سچ ہے بلکہ میں نے ضد
کا لفظ بولا ہے۔ یہ ہم نے قلب صوفی کی اصلاح کی رغبت کے حوالے سے کہی
ہے یہ تحقیق کے ابتدائی مدارج میں حاصل ہوتی ہے صوفی اور محقق دونوں کا یہی
مشرب ہے اس سے اوپر وہ کچھ نہیں جانتے اور نہ وہ اس چیز کو جانتے ہیں جس کی
طرف ہم نے اشارہ کیا ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ان کی دستگیری کرے
اور وہ ان کو وہ چیز دکھا دے جو ہم نے دیکھی ہے اس بارے میں اس باب کی
تیسری فصل میں ہم کو کچھ بیان کریں گے وہاں اسے دیکھ لیجیے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اگر آپ کا حوصلہ بلند اور دل کشادہ ہے تو قرآن کے سمندر میں غوطہ
لگائیے ورنہ قرآن کی ظاہری تفسیر کرنے والے مفسرین کی کتابوں پر اکتفا کیجیے۔
خیال رہے کہ قرآن مجید بہت گہرا سمندر ہے اس کی عمیق گہرائی میں جانے کی
ضرورت نہیں ورنہ ہلاک ہونے کا خدشہ ہے۔ قرآنی سمندر میں جو امور و اسرار
ساحل کے قریب ہیں۔ انہی کا قصد کیا جائے تو بہتر ہے بصورت دیگر اس بحر سے
وہ مطلوبہ چیزیں کبھی نہیں نکلیں گی۔ پس انبیائے کرام اور محافظین ورثہ نبوت عالم
پر نظر کرتے ہوئے۔ ان مقامات کا قصد کرتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو ساحل پر
کھڑے ہو کر واصل ہو جاتے اور رُک جاتے ہیں نہ ان سے کوئی نفع حاصل کرتا
ہے اور نہ وہ کسی سے فائدہ مند ہوتے ہیں وہ قصد کرتے ہیں بلکہ سمندر کی موجیں
خود ان کا قصد کرتی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں غوطہ زن رہتے ہیں کبھی باہر نہیں نکلتے۔

اللہ تعالیٰ عبادانی پر رحم فرمائے شیخ سہل بن عبداللہ التستری سے انہوں
نے کہا ''ہمیشہ کے لیے'' جب سہل نے ان سے پوچھا کہ کیا دل بھی سجدہ کرتا ہے تو

شیخ نے جواب میں فرمایا دل ہمیشہ سجدہ میں رہتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ درود و برکتیں نازل فرمائے اپنے رسول پر جب آنحضور ﷺ سے حج میں عمرہ داخل کرنے کے بارے میں پوچھا گیا کہ ایسا کرنے کا جواز اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے تو آپ نے فرمایا نہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے' یہ ایک روحانیت ہے جو دارِ خُلد میں باقی رہے گی جسے اہلِ جنت ہر مقرر شدہ سال میں حاصل کرتے رہیں گے اور کہیں گے کہ یہ کیا ہے؟ تو انہیں بتایا جائے گا کہ یہ وہ عمرہ ہے جو حج میں ادا کیا گیا ہے یہ راحت' نعمت اور ایک بہت ہی قیمتی اور مبارک حالت ہے اس کے ورود سے چہرے چمک اٹھیں گے اور ان کا حسن و جمال دوبالا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق عطا کرے جس وقت قرآنی سمندر میں اترو تو ان دو صدفوں کی تلاش اور جستجو کرو جن میں الف اور لام دو یاقوت ہیں اور ان دونوں کا صدف وہ کلمہ اور وہ آیت ہے جس کی وہ حامل ہے اگر وہ اپنے طبقات پر کلمہ فعلیہ ہے تو اس کی نسبت اس مقام سے ہے اور اگر کلمہ اسمائیہ اپنے طبقات پر ہو تو اس کی نسبت اس مقام سے ہوگی اور اگر کلمہ ذاتیہ ہو تو اس کی نسبت اس سے ہوگی جیسا کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ہر چند کہ الف لام حروف میں نہیں ہے۔ ارشاد ہوا:

اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک۔

''اے اللہ میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ چاہتا ہوں اور تیری عافیت کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں تیرے عذاب وبک منک سے اور پناہ چاہتا ہوں تیرے ساتھ تجھ سے ''برضاک'' الف کی خواہش اور میلان ہے' مِنْ

سَخَطِکَ لام کا میلان ہے یہ کلمہ اسمائیہ ہے"وبمعافاتک "الف کا میلان ہے"ومنک" لام کا میلان ہے یہ کلمہ فعلیہ ہے"وبک"الف کا میلان ہے "ومنک" لام کا میلان ہے یہ کلمہ ذاتیہ ہے ذرا دیکھئے تو سہی نبوت کے اسرار کس قدر بلند مرتبہ ہیں اور اس کے قریب اور دور کے اشارے کس قدر بلیغ ہیں۔

جس حضرت میں الف لام کا ورود ہے اس میں غور کیے بغیر جو بھی الف لام کے بارے میں گفتگو کرے گا وہ کامل نہیں ہے یہ ناممکن ہے کہ لاخوف علیھم کا لام الف ولا ھم یحزنون کے لام الف کے برابر ہو سکے' جیسے نفی والا لام الف "لا" ایجاب والے لام الف "الَّا" کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح نفی کا لام الف تبرئیہ نفی کا لام الف اور نہی کا لام الف برابر نہیں ہو سکتے نفی کی صورت میں کلمہ مرفوع تبرئیہ کی صورت میں منصوب اور نہی کی صورت میں مجزوم ہوتا ہے اسی طرح لام الف لام تعریف اور الف جو اصل کلمہ ہے برابر نہیں ہو سکتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے فرمان میں الاعراف' الادبار' الابصار' الاقلام ایسے ہی لام الف لامِ توکید اور الف اصلیہ برابر نہیں ہو سکتے مثلاً اللہ تعالیٰ کے فرمان کے یہ الفاظ لاوضعوا الانتم۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس پر غور وفکر اور تحقیق کر و اپنے "الف" کو خواب سے بیدار کرو اور لام اس کی گرہ سے باہر نکالو الف کے ساتھ لام کے تعلق میں ایک ایسا راز ہے جسے ظاہر نہیں کیا جا سکتا اور جس طرح لام الف قرآن میں وارد ہوئے ہیں عبارت میں ان کی تشریح کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سننے والا مجھ سے اسی طرح سنتا جیسے اس سے سن رہا ہے جس پر وہ

نازل ہوا ہے تو اس کی تعبیر کرتا۔ اس کے باوجود اگرچہ اس کتاب کا مقصود اختصار ہے۔ تاہم یہ باب طویل ہو گیا ہے اور اختصار کے باوجود اس میں بات لمبی ہو گئی ہے اور یہ اس لیے ہوا ہے کہ حروف بھی زیادہ ہیں اور ان کے مراتب بھی کثرت سے ہیں۔

اس کتاب میں ہم نے حروف کے درمیان مناسبت کی بحث نہیں چھیڑی جو حروف کے درمیان اتصال کا باعث ہوتی ہے اور نہ ہی ہم نے ایک جگہ دو حرفوں کے اکٹھے ہونے کا بیان کیا ہے سوائے اس کے کہ ہم نے ایک حیثیت سے لام الف کے اکٹھے ہونے کا ذکر کر دیا ہے۔

یہ باب کسی نہ کسی حیثیت کے اعتبار سے اتّصال کے تین ہزار پانچ سو چالیس مسائل پر مشتمل ہے' ہر اتصال کے لیے ایک خاص علم ہے' پھر ان مسائل میں ہر مسئلے کے تحت کئی مسائل ہیں جن سے آگے کئی شاخیں نکلتی ہیں اس لیے کہ ہر حرف دیگر حروف کے ساتھ رفع' نصب' کسر' سکون' ذات اور حروف علت کے اعتبار سے واسطہ اور تعلق رکھتا ہے جو شخص اس بارے میں پوری آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ہماری تفسیرِ قرآن ''الجمع والتفصیل'' کا مطالعہ کرے انشاءالعزیز ہم یہ موضوع اپنی کتاب ''المبادی والغایات'' میں مکمل کریں گے جو ہمارے سامنے ہے۔ لام الف کے بارے میں اس وقت اتنا اشارہ کافی ہے تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو فضل و کرم والا ہے۔

الف اللام' ال:

اَلِفُ اللّام لـعـرفـان الـذّوات
وَلاحیـاء الـعِـظـامِ النَّخِراتِ

''الف لام ذوات کی معرفت اور بوسیدہ ہڈیوں کے زندہ کرنے کے لیے ہیں''۔

تَنۡظِمُ الشَّمل اِذَا مَا ظَهَرَتْ
بِمَحۡيَاهَا وَ مَا تَبۡقِی شَتَاتِ

''ان کے منہ دکھاتے ہی متفرق اور منتشر چیزیں جمع ہو جاتی ہیں اور کوئی تفرقہ باقی نہیں رہتا''۔

وَتَفِی بِالۡعَهۡدِ صِدقًا وَلَها
حَالُ تَعۡظِيۡمٍ وَجُود الۡحَضرات

''وہ سچائی کے ساتھ اپنا وعدہ وفا کرتا ہے اور وجود حضرات کی وجہ سے اس کا عظمت والا مقام ہے''۔

واضح رہے کہ لام الف اپنے تحلیل ہونے' شکل بدلنے' اسرار کے اظہار اور نام و نشان کے فنا ہونے کے بعد حضرت جنس' عہد اور تعریف و تعظیم میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ جب الف حق کا بہرہ اور لام انسان کا بہرہ ہے تو الف لام جنس کے لیے ہو گئے۔ جب تم الف' لام کا ذکر کرو گے تو گویا تم کائنات اور اس کے پیدا کرنے والے کا ذکر کر رہے ہو اگر تم حق سے مخلوق کے ساتھ فنا ہو جاؤ اور الف لام کا ذکر کرو تو الف لام حق اور خلق ہو گا اور یہ ہمارے نزدیک جنس ہے۔

لام کا قائمہ حق کے لیے ہے اور لام کا نصف دائرہ محسوس جو الف کا قائمقام ہونے کے بعد نون کی شکل میں قائم رہتا ہے وہ خلق کے لیے ہے اور نصف دائرہ روحانی جو غائب ہے وہ ملکوت کے لیے ہے اور الف جو قطر دائرہ ظاہر کرتا ہے امر کے لیے ہے جو کُن ہے۔

اور یہ سب انواع و فصول اس عام جنس کے لیے ہیں جس کے اوپر ایک

جنس ہے اور وہ منتشر حقائق قدیم فی القدیم کی حقیقت ہے اس کا ذات سے تعلق نہیں ہے۔ اس طرح محدثہ حقیقت محدث میں ہے نہ کہ اس کی ذات میں اور یہ حقیقت اس کی طرف نظر کرنے میں نہ موجود ہے اور نہ معدوم اور جب یہ حقیقت موجود ہی نہیں ہے تو اسے نہ حدوث سے متصف کیا جا سکتا ہے اور نہ قدم سے اس کی تفصیل اسی کتاب کے چھٹے باب میں آئے گی اور ان حقیقتوں کے ساتھ وہ چیزیں ہیں جو صورتوں کو قبول کرنے کے اعتبار سے ان جیسی ہیں نہ کہ حدوث وقدم کو قبول کرنے کی حیثیت سے۔ پس جو اس سے مشابہ ہے وہ موجود ہے اور ہر موجود یا محدَث ہے اور وہ خلق ہے اور یا وہ مُحدِث (اسمِ فاعل) ہے اور وہ خالق ہے۔

چونکہ حقیقۃ الحقائق حدوث وقدم کو قبول کرتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جس صفت سے چاہتا ہے تجلی فرماتا ہے اسی لیے آخرت میں ایک گروہ میں اس تجلی کے علاوہ جسے وہ جانتے ہوں گے۔ دوسری صورت سے انکار کریں گے' اس کا کچھ ذکر اس کتاب کے پہلے باب میں گزر چکا ہے۔

تجلی الٰہی کی صورتیں:

اللہ تعالیٰ دنیا میں عارفین کے قلب پر اور آخرت میں ان کی ذات پر تجلی فرماتا ہے اس بات میں ایک قسم کا اشتباہ ہے اس تحقیق کے مطابق جس میں ہمارے نزدیک کوئی پردہ نہیں ہے وہ یہ ہے کہ صفات الٰہیہ کے حقائق دونوں جہانوں میں دونوں صورتوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں ہیں۔ البتہ یہ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے خصوصی عقل وفہم عطا ہوئی ہے یہ حقائق دنیا میں قلوب اور آخرت میں آنکھوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ اللہ

تعالیٰ نے خود اپنی حقیقت کے ادراک کے بارے میں اپنے بندوں کی عجز و درماندگی بیان فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۞

''نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ احاطہ کیے ہوئے ہے سب نگاہوں کا اور وہی ہے ہر چیز کی باریکیوں اور مشکلات کو جاننے والا اور ظاہر و باطن سے خبردار''۔ [الانعام: ۱۰۳]

وہ لطیف ہے کہ اپنے بندوں پر اُن کی وُسعت اور طاقت کے مطابق تجلی فرماتا ہے اور وہ خبیر ہے یعنی جانتا ہے کہ بندے الوہیت کی تجلی مقدسہ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' اس لیے کہ محدث کو یہ طاقت ہی نہیں کہ ذات قدیم کی تجلیات کا بار اٹھا سکے جیسے نہروں میں یہ گنجائش اور طاقت ہی نہیں کہ وہ سمندروں کا بوجھ اٹھا سکیں۔ کیونکہ سمندر نہروں کی حقیقتیں مٹا دیتے ہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ نہریں سمندر میں گریں یا سمندر نہروں کو اپنے اندر لے لے میرا مقصود یہ ہے کہ سمندر پر نہروں کا کوئی اثر نہیں پڑتا جو نظر آ سکے یا ان میں امتیاز پیدا کیا جا سکے' جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اسے سمجھو اور اس کی تحقیق کرو۔

محدثات میں سے جو چیز حقیقۃ الحقائق کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہے وہ باریک ابر ہے جس میں مخلوق عالم کی صورتیں تخلیق ہوئی ہیں پھر اس سے دوسرے درجے میں نور ہے۔ جو حقیقۃ الحقائق کے بارے میں ہوا سے مشابہ ہے۔ پس نور ھباء (گرد) میں ایک صورت ہے جیسے کہ ھباء حقیقیۃ الحقائق میں صورت ہے۔ اسی طرح نور سے مشابہت میں فروتر ہوا ہے اس سے فروتر پانی

ہے اس سے کم معدنیات ہیں اس سے فروتر لکڑیاں اور ایسی چیزیں ہیں یہاں تک کہ یہ سلسلہ ان چیزوں پر جا کر ختم ہوتا ہے جو صرف ایک صورت کو قبول کرتی ہیں۔ اگر تم اس حقیقت کو پالو تو اسے سمجھو یہاں تک کہ اس کتاب میں اس ذکر کا مفصل باب آ جائے۔ انشاءاللہ۔

یہ ایک منتشر حقیقت ہے جس میں منتشر حقائق شامل ہیں، یہ جنس عام ہے جو الف لام کو اس کی ذات پر حمل کا مستحق بناتی ہے اسی طرح ان کا عہد ان کی حقیقتوں کو ایسے علم پر جاری کرتا ہے جو دو موجودات کے درمیان واقع ہوتا ہے پس دو میں سے موجود پر کسی بھی امر کے لیے دونوں داخل ہوں اور دونوں کے درمیان ان میں سے ہر ایک جہت کسی تیسرے امر سے متعلق ہو تو وہ اس تیسرے امر کے لیے ہوتے ہیں جسے وہ ظاہر کر رہے ہوتے ہیں حقیقت کے اعتبار سے الف اخذِ عہد کے لیے اور لام اس کے لیے جس پر عہد لیا گیا ہے، ہوتا ہے۔

اسی طرح الف لام کی تخصیص و تعریف کا معاملہ ہے وہ دونوں کسی چیز کو اپنی جنس سے خاص طور پر مخصوص کر لیتے ہیں تا کہ انہیں علم حاصل ہو اس شخص کے نزدیک جو مخبر کا اردہ کرے کہ وہ انہیں بتا دے۔ پس مخصص اور وہ شی جس کی وجہ سے یہ دونوں حقیقتیں ظاہر ہوئیں، صورتوں کی شکل میں بدل جاتے ہیں اور یہ اشتراک ذاتی ہے۔ اگر یہ اشتراک صفت میں ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ بڑے کا امتیاز کریں تو اس وقت الف لام اس وصف میں تعظیم کے لیے آتے ہیں جس پر یہ داخل ہوتے ہیں۔

پس الف اور لام ہر صورت کو حقیقۃً قبول کر لیتے ہیں اس لیے کہ وہ تمام

حقائق کے لیے موجود اور جامع ہیں جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ دونوں اس کے بارے میں اپنے پاس موجود حقیقت کو کھول دیتے ہیں اور وہ اس کے ذریعے اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ پس کسی چیز پر ان کی دلالت ذاتی طور پر ہے نہ یہ کہ انہوں نے دلالت کو اسی چیز سے کسب کیا ہے جس پر الف لام داخل ہوئے ہیں اس کی مثالیں اس طرح ہیں: اھلک الناس الدینار والدرھم لوگوں کو درہم و دینار نے ہلاک کر دیا۔ رایت الرجل امس میں نے کل ایک آدمی دیکھا احببت الرجال دون النساء میں عورتوں کی بہ نسبت مردوں کو پسند کرتا ہوں۔

الجز السابع (پ ۷)

باب ہفتم

حروف کے سلسلے میں ذکر کردہ الفاظ مثلاً بسائط، مراتب، تقدیس، افراد، ترکیب، انس اور وحشت کی تشریح وتوضیح

دنیائے حروف کا باطنی سلسلہ:

واضح رہے کہ پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ حروف انسانی مکلّف عالم کی طرح ہیں البتہ حروف انسانوں کے ساتھ صرف خطاب میں مشترک ہیں جب کہ وہ مکلّف نہیں ہیں۔ عالم میں اور کوئی چیز اس شرف سے مشرف نہیں ہے۔ حروف انسان کی طرح تمام حقائق کو قبول کرتے ہیں۔ حروف کا بھی سارا عالم اس طرح نہیں ہے۔ حروف میں بھی ہماری طرح ایک قطب ہوتا ہے جو الف ہے۔

عالمِ انسانی میں قطب کا مقام حیاتِ قیومیہ (زندگی کو تھامنے کی خاصیت) ہے۔ یہ مقامِ قطب کے ساتھ مخصوص ہے وہ اپنی باطنی قوت کے ساتھ سارے عالم میں پرواز کرتا ہے، اسی طرح الف بھی ہر حیثیت میں اپنی روحانیت کی وجہ سے سیر میں رہتا ہے۔ اس روحانی سیر کو ہم سمجھتے ہیں ہمارے سوا اسے کوئی

نہیں جانتا' الف اپنی سریانی خصوصیت کی وجہ سے مخارج کے آخر سے نکلتا ہے جو سانس کے اٹھنے کا مقام ہے وہ لمبا ہو کر ہوائے خارج میں پھیل جاتا ہے جب کہ ادا کرنے والا اسے بول کر خاموش ہو جاتا ہے اسی کو صدا کہا جاتا ہے اور یہ صدا ہی الف کی قیومیت ہے نہ یہ کہ وہ قائم ہونے والا حرف ہے لکھنے کی حیثیت سے تمام حروف الف کی طرف ڈھلتے اور اسی سے مرکب ہوتے ہیں جب کہ الف کسی حرف کی طرف نہیں ڈھلتا البتہ وہ اپنی روحانیت کی طرف ڈھلتا ہے یہ ایک تقدیری نقطہ ہے حالانکہ ایک کسی طرف نہیں ڈھلتا اسی بناء پر ہم نے تمہیں ان فضائل سے واقف کر دیا ہے جن کی بناء پر الف قطبیت کے مقام پر فائز ہے اگر آپ اس کی مزید حقیقت جاننا چاہتے ہیں تو اس کے بعد ہم جو بیان کریں گے اس پر عمل کرو۔ حروف میں سے دو حرف امام ہیں اور وہ ہیں واؤ اور یاء یہ دونوں معلولہ یعنی مَدّ اور لین ہیں حروف صحیحہ نہیں ہیں حروف میں اوتاد چار ہیں اور وہ یہ ہیں الف' واؤ' یـا اور نـون' یہ اعراب کی علامات ہیں' حروف میں سے ابدال سات ہیں جو یہ ہیں: الف' واؤ' یاء' نون' تائے ضمیر' کافِ ضمیر اور ہائے ضمیر' الف وہ ہے رجلان میں آتا ہے واؤ وہ ہے جو عمرون میں آتی ہے یـا وہ ہے جو عمرین میں آتی ہے اور ن وہ ہے جو یفعلون میں آتا ہے۔

مرتبہ ابدال میں ہمارے اور حروف کے درمیان نسبت کا ایک راز ہے

جیسا کہ ہم قطب کے ذکر میں بیان کر چکے ہیں جس وقت تا "قـمـت" سے گرتی اور غائب ہوتی ہے تو اپنا بدل چھوڑ جاتی ہے متکلم کہتا ہے" قـام زیـدٌ "یہ معاملہ صاف ہے مگر قمت میں تائے ضمیر نے اپنے آپ کو ان حروف کا قائم مقام بنایا

ہے جو اس شخص کے نام پر مشتمل ہیں جن کی خبر دی جا رہی ہے اگر نام ہزار حروف سے مرکب ہو تو بھی ضمیر ان حروف کے نائب اور قائم مقام بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حروف ضمیر کی قوت ان کی طاقت اور اُن کے فلک کو وسعت بہت زیادہ ہے۔ مثلاً اگر آپ نے کسی شخص کو اس طرح پکارا ''یا دارمیۃ بالعلیاء فالسند ''تو یہاں یا یا کاف یا ھاء دلالت میں ان تمام حروف کے قائم مقام ہو جاتی ہیں اور اپنا بدل قائم کرتی ہیں یا جس طرح تم چاہو ان کا بدل قائم ہو جاتا ہے یہ بات اس طرح صحیح ہے اس لیے کہ حروف ضمائر کو آپ جانتے ہیں اور وہ شخص نہیں جانتا جس کا یہ حروف بدل بن رہے ہیں اسی طرح وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کن حروف کے بدل میں قائم مقام ہو گا۔ اسی بنا پر تا اور اس کے ہم جنس (اخوات) مقامِ ابدال کے مستحق قرار دے گئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ اس کا علم کا ماخذ اور منبع کیا ہے؟ تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا دار ؛ مدار کشف پر ہے اسے حاصل کرنے کے لیے خلوت' ذکر اور توجہ کی ضرورت ہے۔

بعض مقامات میں حروف کا تکرار:

متعدد مقامات میں حروف کے تکرار سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ وہ سب ایک ہیں ان کو کئی دفعہ بیان کرنے کی متعدد وجوہات ہیں خیال رہے کہ حروف انسانی اشخاص کی طرح ہیں زید بن علی اپنے بھائی زید بن علی کا عین نہیں ہے ہر چند وہ بیٹے ہونے' انسان ہونے اور والد ایک ہونے کی وجہ سے آپس میں مشترک ہیں۔ لیکن یقینی طور پر ہم جانتے ہیں کہ ایک بھائی کا عین (مکمل اُس جیسا) نہیں ہے۔ پس جس طرح نظر اور علم دونوں میں امتیاز کرتے ہیں اسی طرح

کشف کے اعتبار سے اہلِ کشف کے نزدیک علمِ حروف میں بھی امتیاز پیدا کرتا ہے۔ ایسے ہی اس درجے کے نیچے والے اس مقام کے اعتبار سے جو ان حروف کا بدل ہے ان میں فرق کرتے ہیں اور جب کشف عالم کے مقابلے میں بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ ایک ایسے امر کی طرف بڑھتا ہے جس کا اس مقام کے عالم کو علم نہیں ہوتا اور یہ مثلاً آپ نے کہا قُلْتَ (تم نے کہا) جب آپ نے نام کی جگہ اسے دہرایا تو آپ بعینہٖ اسی مخاطب شخص سے کہتے ہیں " قُلْتَ كَذَا وَقُلْتَ كذا " (آپ نے ایسے کہا اور ایسے کہا) اب صاحبِ کشف کے نزدیک پہلے " قُلْتَ" کی تا دوسرے قلت والی تا سے مختلف ہے اور غیر ہے اس لیے کہ مخاطب کا عین ہر لمحہ بدلتا رہتا ہے۔

بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ

"بلکہ وہ اپنے از سرنو پیدا ہونے کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں"۔

احدیت جوہر کے ساتھ عالم کے بارے میں یہ حق کی شان ہے اسی طرح وہ حرکتِ روحانیہ جس سے اللہ تعالیٰ نے پہلی تاء کو پیدا کیا اس حرکت سے مختلف ہے جس سے دوسری تا پیدا ہوئی ایک کی پرواز دوسرے سے مختلف ہے لہٰذا یقینی طور پر ان کے معانی مختلف ہو جاتے ہیں۔ علم مقام کا مالک اختلاف معنیٰ کو سمجھ لیتا ہے مگر وہ تاء کے اختلاف اور حرف چاہے وہ ضمیر ہو یا غیر ضمیر کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس لیے کہ وہ صرف تحریر اور لفظ کا دانشور ہوتا ہے جیسے کہ اشاعرہ اعراض کے برابر ہونے کی بات کرتے ہیں لوگ خاص طور پر اس حرکت کے بارے میں

ان سے متفق ہیں وہ حرکت کے علاوہ اس علم تک پہنچے ہی نہیں۔ لہٰذا اس کا انکار کرتے ہیں اور اس کے قائل نہیں ہوتے اور اس کے قائل کو ہوس اور انکارِ حس کا طعنہ دیتے ہیں یہ لوگ اپنی کم فہمی نگاہِ فکر کے فساد اور معانی پر دسترس کے فقدان کے باعث حجاب میں رہ گئے ہیں اگر انہیں کشفِ حقیقی کے ذریعے ابتدا ہی میں علم اپنے اصل ماخذ سے حاصل ہوتا تو یہ حقیقت حکم عام کے طور پر تمام اعراض پر ان کو حاوی نظر آتی۔ یہ کسی ایک عرض کے ساتھ خاص نہ ہوتی چاہے اعراض کی جنسیں مختلف ہوں تاہم ایک حقیقت جامعہ اور حقیقت فاصلہ کا ہونا انتہائی ضروری ہے اس مسئلے کی اصل صورت یہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے اس شخص کے حق میں جو ہماری طرح اس کا قائل ہے یا منکر ہے۔

محققین کے نزدیک محسوس صورتوں میں لفظ اور ان کی تحریر مطلوب نہیں ہے ان کے ہاں مطلوب معانی ہیں جو اس تحریر یا لفظ سے مراد ہیں اور لفظ اور مرقوم کی حقیقت اپنی معانی کا عین ہے۔ صورتوں میں دیکھنے والی چیز ایک روحانی امر ہوتا ہے وہ اپنی جنس سے نکلنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ تمہیں یہ بات حجاب میں نہ ڈالے کہ تم دیکھو کہ میت اپنے روحانی راز نہ ہونے کی بنا پر روٹی طلب نہیں کرتا اور زندہ شخص اپنے اندر روح کی بنا پر روٹی طلب کرتا ہے تم کہو گے کہ وہ اپنی غیر جنس کو طلب کرتا ہے۔ خیال رہے روٹی' پانی اور تمام ماکولات ومشروبات' لباسوں اور بیٹھنے کی جگہوں میں لطیف اور نادر ارواح موجود ہوتے ہیں یہی ارواح اس کی زندگی کا راز' اس کے علم' اپنے رب کی تسبیح اور حضرت خالق کے مشاہدہ میں اس کی بلندی اور منزلت کا راز ہے۔ یہ ارواح ان محسوس صورتوں کے

پاس امانت ہوتے ہیں جنہیں وہ صورتیں اس روح کے پاس پہنچا دیتی ہیں جو انسانی جثّے میں امانت ہوتی ہیں۔

آپ دیکھتے نہیں کہ یہ صورتیں کس طرح اپنی امانتیں روح کو پہنچا رہی ہیں جو زندگی کا راز ہے پس جب یہ اپنی امانت اسے پہنچا دیتی ہیں تو وہ یا تو اس راستے سے خارج ہو جاتی ہیں جس سے داخل ہوئی تھیں مثلاً قے وغیرہ سے اور یا وہ بول و براز کے راستے خارج ہو جاتی ہیں۔ جسم کو پہلا نام وہ راز عطا کرتا ہے جسے وہ روح کی طرف پہنچاتا ہے اور وہ دوسرے نام کے ساتھ موجود رہتا ہے جسے اپنی خاطر ''صاحب خضر دات'' اور ''مُد برّ ین اسباب الاستحالات'' طلب کرتا ہے۔ اسی طرح بعض لطیف اور نادار ارواح اسے وجود کے اطوار میں پھراتی رہتی ہے چنانچہ کبھی عاری ہوتے ہیں اور کبھی لباس پہن لیتے ہیں وہ چرخی کی طرح جب تک خدائے علیم وحکیم چاہتا ہے دولاب کی صورت میں گھومتے رہتے ہیں۔

روح محسوسات کے ساتھ اپنے عشق کے سلسلے میں معذور ہے اس لیے کہ اس نے اپنے محبوب و مطلوب کو محسوسات ہی کی شکل میں دیکھا ہے اور محسوسات ہی اس کے محبوب کا ٹھکانہ ہیں۔

اَمُرُّ عَلٰی الدِّیارِ دِیَارِ سَلْمٰی
اُقَبِّلَ ذَالْجِدَارَا وَ ذَالْجِدَارَا

''میں اپنی محبوب سلمٰی کے گلی کوچوں سے گزرتا ہوں تو دیوانہ وار کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اُس دیوار کو''۔

وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ مَضٰی بِقَلْبِیْ
وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

''درودیوار کی محبت نے میرے دل کو قابو نہیں کیا میرا دل تو اس کی محبت کا دیوانہ ہے جس کا یہ مسکن ہیں''۔

یَا دَارَ اِنَّ غَزَالًا فِیْکَ تَیَمَّنِیْ
لِلّٰہِ دَرُّکَ مَا تَحْوِیْہِ یَا دَارَا

''اے گھر تجھے ایک ہرن نے اپنا مسکن بنایا تیری کیا اچھی قسمت ہے کہ اس نے تیرے اندر بسیرا کیا''۔

لَوْ کُنْتَ اَشْکُوْ اِلَیْھَا حب سَاکِنِھَا
اِذَنْ رَأَیْتَ بِنَاء الدَّارِ یَنْھَدِ

''اگر میں گھر کے آگے اس میں رہنے والے کی محبت کا درد و حزن چھیڑتا تو تم دیکھتے کہ اس کی تاب نہ لا کر گھر کی بنیادیں اکھڑ جاتیں''۔

سمجھو! اللہ تمہیں اور ہمیں اپنے کلمات کے اسرار سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی مخفی حکمتوں کے غیوب پر مطلع فرمائے۔

عالم حروف کے معانی:

ہر حرف کے بعد ہم نے جو بات کہی ہے میں چاہتا ہوں کہ میں تمہارے لیے اس کی وضاحت کردوں اور تم ان کے حقائق پوری طرح جان لو تا کہ جاننے کی وجہ سے تمہارے اندر اکتاہٹ پیدا نہ ہو راہِ حقیقت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ جسے تم نہیں جانتے اسے بھی بلا چون و چرا تسلیم کرلو اور اس راہ کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اس

بات پر صدقِ دل اور قطعیت کے ساتھ یقین کر لو' ان دو مقامات (تسلیم و تصدیق) کے سوا باقی ہر بات محرومی کا موجب ہے ان دو مقامات کا حامل سعادت مند سمجھا جاتا ہے۔

حضرت ابو زید بسطامیؒ نے ابو موسیٰؒ سے فرمایا! اے ابو موسیٰؒ: اگر تم راہِ حقیقت کے کلام اور فرمودات کے قائل کسی شخص سے ملو تو اس سے اپنے لیے دعا کرانا اس لیے کہ ایسے شخص کی دعا مقبول ہے۔

حضرت رویمؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص صوفیاء کے ساتھ اُٹھے بیٹھے مگر جو چیز ان کے ہاں ثابت ہے اس کی مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نورِ ایمان سلب کر لیتا ہے۔

حروف کے ذکر میں ہم نے کہا ہے کہ "حرف یہ ہے اسے اس کے نام کا حصہ ملا ہے اس کا تعلق عالمِ غیب سے ہے" واضح رہے کہ عالم بعض تقسیموں کے مطابق ہمارے نزدیک ایک حقیقت پر نظر کرتے ہوئے دو اقسام پر ہے یک قسم عالمِ غیب ہے اور عالمِ غیب وہ ہے جو حِس سے غائب ہے اور نہ ہی عادۃً اسے حِس کے ذریعے دریافت کیا جا سکتا ہے اور اس کا تعلق ان حروف سے ہے۔

الغین' الصاد' الکاف' الخاء المعجمہ' الفاء' الفاء' الشین' الھاء' الثاء' الحاء' یہ حروف' حروفِ رحمت و الطاف رافت و کرم' سکون و وقار اور عاجزی و تواضع ہیں انہی سے متعلق یہ آیت ہے۔

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۞

''اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جاہل لوگ جب ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں بس ہمارا اسلام''۔

[الفرقان : ۶۳]

اور انہی میں سے وہ حروف ہیں جن پر لطافتِ محمدیہ ﷺ نازل ہوئی ہے۔ یہ لطافت اور رافت آپ کی ذات سے ان کی طرف آئی ہے اس لیے کہ آپ کو ''جوامع الکلم'' عطا کیا گیا ہے کلمات میں یہ جامعیت حروف کے رسول کی بدولت آئی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاس

''اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں''۔

[آلِ عمران : ۱۳۴]

اور انہی میں یہ آیت ہے:

وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ

''اور ان کے دل لرزتے ہوتے ہیں''۔ [المومنون : ۶۰]

اسی طرح انہی سے متعلق فرمایا:

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۞

''جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں''۔ [المومنون : ۲]

انہی کے بارے میں فرمایا:

وخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ

''سب آوازیں رحمٰن کے رعب سے پست ہو جائیں گی''۔ [طٰہٰ : ۱۰۸]

یہ حروف کی اس قبیل میں سے ہیں جن کے بارے میں ہم کہہ چکے ہیں کہ ان کا تعلق عالمِ لطف سے ہے۔ لہٰذا یہ بھی انہی معانی میں سے ہیں جن پر عالمِ غیب ولطف کا اطلاق کرتے ہیں۔

دوسری قسم جو عالمِ شہادت وقہر کہلاتی ہے اور وہ دنیائے حروف میں وہ عالم ہے جو عادۃً حواس سے دریافت ہوسکتا ہے اور وہ باقی ماندہ حروف ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ

''تو آپ اعلانیہ فرمادیں جس بات کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے''۔

[الحجر : ۹۴]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَاغۡلُظۡ عَلَيۡهِمۡ

''اُن پر سختی کرو''۔ [:]

اسی بارے میں ارشاد ہے:

وَاجۡلِبۡ عَلَيۡهِمۡ بِخَيۡلِكَ وَرَجِلِكَ

''اور دھاوا بول دے اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کے ساتھ''۔

[بنی اسرائیل : ٦٤]

یہ ملک غلبے' قہر' شدت' جہاد' مقابلے اور جنگ کا عالَم ہے۔ اور انہی حروف کی روحانیت سے صاحبِ وحی کو خواب میں آواز آتی ہے گھنٹیوں کی صدا سنائی دیتی ہے اور پیشانی پر پسینہ نمودار ہوتا ہے انہی کے لیے:

يَا اَيَّهَا الْمُزَمِّلُ اور يَا اَيُّهَا الْمُدَثِّرُ

فرمایا گیا۔ جیسے کہ عالمِ غیب کے حروف میں ہے :

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ

''جسے روح الامین جبرئیل نے اتارا آپ کے قلبِ مبارک پر۔''

[الشعراء : ۱۹۳]

یا

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۞

''آپ قرآن کے ساتھ اسے یاد کرنے کی عجلت میں اپنی زبان کو متحرک نہ فرمائیں''۔ [القیمۃ : ۱۶]

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ

''اور قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجیے اس سے پہلے کہ اس کی وحی آپ کی طرف پوری ہو جائے''۔ [طٰہٰ : ۱۱۴]

ہمارے قول ملک جبروت یا ملکوت کے بارے میں مراتب حروف کے ضمن میں اس باب کے آغاز میں ذکر گزر چکا ہے۔ ہمارا یہ کہنا کہ فلاں حرف کا مخرج یہ ہے۔ قراء حضرات کے ہاں ایک معلوم امر ہے ہمارے نزدیک اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح آپ اس حرف کے فلک سے آگاہی حاصل کر لیں گے۔ اس لیے کہ وہ فلک جسے اللہ تعالیٰ نے کسی حرف کے وجود کا سبب بنایا ہے وہ فلک نہیں ہے جس سے اس کے سوا کوئی دوسرا حرف پیدا ہوا گر فلک ایک ہو تو اس مفروضے پر نظر کرتے ہوئے جسے آپ کسی چیز میں فرض کریں اور اس کی حقیقت

اس فرض کا تقاضا کرتی ہو۔ فلک کا دورہ ایک نہیں ہوگا فلک میں ایک امر ہوتا ہے جو تمہارے نزدیک نفس فلک سے الگ ہے جسے تم ایک مفروضے میں علامت ٹھہرا کر اس کی نگرانی کرتے ہو اور جب مفروضہ اول کی طرف رجوع کرتی ہے تو ایک دورہ ختم اور دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ سرورِ عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الزمانَ قَدْ اِسْتَدارَ کَھَیْئتِہٖ یوم خَلَقَه الله

''زمانہ اسی ہیئت پر پھر رہا ہے جس پر اسے پہلے روز اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تھا''۔

اس حدیث کا بیان اس کتاب کے گیارہویں باب میں آئے گا۔

ہمارا یہ کہنا کہ فلاں حرف کے عدد ایسے ایسے ہیں یا ایسے ہیں ایسے نہیں ہیں' تو یہ وہ ہے جس کا نام بعض حضرات جَزْم کبیر اور جَزْم صغیر رکھتے ہیں اور بعض اوقات اسے جَزْم کی بجائے جمل کا نام دیتے ہیں افلاک دراری اور افلاک بروج میں اس کے عجیب اسرار ہیں اور ان کے نام لوگوں کے علم میں ہیں وہ جَزْم کبیر کو فلک بروج کے لیے ٹھہراتے ہیں اور جو عدد اٹھائیس اٹھائیس اکٹھے ہوتے ہیں انہیں طرح دیتے ہیں اور جَزْم صغیر افلاک دراری کے لیے ہے اور اس کے عدد کی ضرب نونو ہے یہ ایک طریق کے مطابق ہیں مگر یہ کتاب اس کا محل نہیں ہے اور نہ یہ علم ہمارا مطلوب ہے۔

محققین کے نزدیک اعداد کا فائدہ:

ہمارے نزدیک اعداد کا فائدہ اور جس سے ہمارے طریقے کے مطابق سعادت کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ جب محقق اور صاحبِ ارادہ اس سے ایک حرف اخذ کرے تو جَزْم صغیر کو جَزْم کبیر سے ملا دے۔ مثلاً قاف کی طرف پھیرے

جو کبیر کے ساتھ سو اور صغیر کے ساتھ ایک ہے وہ ہمیشہ کے لیے جَزْم کے لیے صغیر کا عدد بن جائے گا اور وہ ایک سے نو تک ہے اسے اپنی ذات کی طرف پھیر دے۔ اگر حرف کی شکل دو جزموں والا الف ہے تو قاف، شین اور یا ہمارے نزدیک اور دوسروں کے نزدیک شین کے بدلے میں جَزْم صغیر کے ساتھ غین معجمہ اس ایک کو جس جَزْم کے ساتھ چاہے لطیفہ مطلوبہ بنا دے۔ اور اگر الف طا کے آخر میں ہو جو اعداد کے بسائط میں ہے تو یہ دو جزموں کے کبیر و صغیر کے درمیان مشترک ہے تو اس کے جَزْم کے ذریعے ہونے کی وجہ سے اپنی طرف پھیر لو اور اس کے جَزْمِ کبیر کے لیے ہونے کی وجہ سے اپنی واردات مطلوبہ کی طرف پھیر لو، پس اسے الف میں تلاش کرو جو ایک ہے اسی طرح یائے عشرہ کو قاف سو کو اور شینِ ہزار کو طلب کرو یا مخالف سمت میں غین کو طلب کرو گے تو اعداد کے مراتب مکمل ہو گئے اور محیط پورا ہو گیا اور دورہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اب صرف چار باقی بچیں گے۔ مشرق، مغرب، بلندی اور پستی چار کی چوتھائی اور چار محیط کا عدد ہے اس لیے کہ وہ بسائط کا مجموعہ ہے جس طرح یہ عقد مرکبات عددیہ کا مجموعہ ہے۔

اگر حرف کی صورت دو کی ہے جو دو جزموں کے ساتھ باء اور جَزْمِ صغیر کے ساتھ کاف اور راء ہیں اور باء کو تم نے اپنی طرف سے اپنا حال بنا لیا اور اس کے ذریعے تم عالمِ غیب و شہادت کے سامنے آ گئے اور اس کے غیب و شہادت ہونے کی وجہ سے تم ان کے اسرار و رموز سے واقف ہو گئے اور یہ اسرار و رموز الٰہیات کی ذات و صفات، عقلیات میں نہیں طبیعات میں علت و معلول

ہیں اور اسی طرح یہ اسرار طبیعات میں نہیں عقلیات و شرعیات بلکہ الٰہیات میں شرط و مشروط پر مشتمل ہیں۔

اگر حرف کی صورت تین کی ہے جو دو جزموں کے ساتھ **جیم** اور ایک جماعت کے نزدیک **لام** اور **سین** مہملہ ہے اور دوسرے گروہ کے نزدیک **شین** معجمہ جزمِ صغیر کے ساتھ ہے تم نے **جیم** کو اپنی طرف سے اپنا عالم ٹھہرایا اور ملک ہونے کی وجہ سے تم عالم ملک کے سامنے آ گئے۔ اسی طرح تم جبروت ہونے کی بنا پر عالمِ جبروت اور ملکوت ہونے کے وجہ سے عالمِ ملکوت کے سامنے آ گئے اور عدد صغیر سے جو کچھ **جیم** میں ہے وہ تمہارے ذریعے ظاہر ہوگا اسی طرح لام 'سین اور شین میں عددِ کبیر سے جو کچھ ہے اس سے عدد کے وجوہ ظاہر ہوں گے۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

''جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہیں''۔

[الانعام : ۱۶۰]

اور اللہ اس میں جس کے لیے چاہتا ہے استعداد اور صلاحیت کے مطابق دوگنا اضافہ کرتا ہے اور عام لوگوں کے لیے کم از کم دس نیکیاں تو ہیں ہی' ثواب میں اضافہ استعداد کے مطابق ہے اور اس میں لوگوں کی فضیلت اعمال پر موقوف ہے اس میں ہر عالم اپنے اپنے طریق پر ہے اس کتاب میں ہماری غرض یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حروف کو جو حقائق عطا کیے ہیں ہم وہ بیان کریں اور تمہیں ان حقائق پر عبور ہو جائے' ہماری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حروف کو جوڑنے اور انہیں تحریر میں لانے کے بارے میں جو کچھ عطا کیا ہے اسے منضبط کریں تا کہ

ان حروف کے حقائق ثابت ہوں اور ان کے اسرار کا پردہ کھلے۔

اور اگر حروف کی صورت چار ہو تو اور وہ دو جزموں والی دال ' میم اور صغیر کے ساتھ تاء ہے اور تم نے دال کے لیے اپنے سے اپنے قواعد بنائے اور اس کے ساتھ تم ذات ' صفات اور افعال و روابط کے سامنے آ گئے اور جزمِ صغیر کے ساتھ عدد سے جو کچھ دال میں ہے وہ تمہاری قبولیت کے اسرار کو ظاہر کرتا ہے ' اسی طرح جو اس میں ہے اور جو کچھ جزمِ کبیر سے عدد سے میم اور تاء میں ہے اس سے مطلوب مقابل کے وجوہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اس میں کمال اور اکمل استعداد کے مطابق ہوگا۔

اور اگر حروف کی تحریر پانچ ہو جو دو جزموں کے ساتھ ھاء اور نون اور تاء جزمِ صغیر کے ساتھ ہے ھاء تجھ سے میدانِ جنگ اور شہ زوروں کی لڑائی میں تیرے لیے مملکت بناتا ہے اس سے تم ارواح خمسہ یعنی حیوانی ' خیالی ' فکری ' عقلی اور قدسی کے بالمقابل ہو گے جو کچھ ھائے صغیر میں ہے اس کے ساتھ تمہارے اسرارِ قبول ظاہر ہوں گے اور جو کچھ اس میں اور نون اور ثائے کبیر میں ہے اس کے ساتھ وجوہ مطلوب مقابل کے وجوہ ظاہر ہوں گے اور کامل اور اکمل استعداد سے حاصل ہونے والا اثر اور نتیجہ ہے۔

اگر حروف کی صورت چھ ہے جو دو جزموں کے ساتھ واؤ اور صاد ہیں بروجہ اختلاف سین اور جزمِ صغیر کے ساتھ خاء ہے واؤ تم سے تمہاری جہاتِ معلومہ قائم کریں گی اور تمہیں اس قابل بنائے گی کہ ایک حیثیت سے حق کی نفی اور ایک سے اس کا ثبات ہو اور یہ عالمِ صورت ہے اور اسرارِ قبول سے جو کچھ واؤ

میں ہے وہ صغیر کے ساتھ ظاہر ہے اور جو کچھ اس میں ہے جو صاد یاسین اور جزم کبیر کے ساتھ خاء میں ہے وہ مطلوب مقابل کی وجود کو ظاہر کرتا ہے' اور اسی تجلی میں صاحبِ کشف اسرار کے استواء سے باخبر ہوتا ہے۔

مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلاَ ثَةً

''نہیں ہوتی تین کی سرگوشی''۔ [المجادلۃ : ۷]

وَھُوَم مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ

''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو''۔ [الحدید : ۴]

وَھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ اِلٰهٌ وَفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ

''اور وہی ذات آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے''۔

[الزخرف : ۸۴]

ان کے علاوہ ہر وہ آیت جو اللہ تعالیٰ کے لیے جہت' تحدید اور مقدار کا اشارہ کرتی ہے وہ اسی قبیل سے ہے' اس میں کمال اور اکملیت استعداد اور تیاری کے موافق ہے۔

اور اگر حرف کی صورت سات ہے جو دو جزموں کے ساتھ زاء اور جزم صغیر کے ساتھ عین اور ذال ہے اور اس سے تم نے اپنی صفات بنائی ہیں اور اس کے صفات کے بالمقابل آ گئے ہو اور عدد جزم صغیر سے جو کچھ زاء میں ہے اس کے ساتھ تمہارے اسرار قبول ظاہر ہوں گے اور جو کچھ اس میں ہے اور عدد جزم کبیر سے جو کچھ عین اور ذال میں ہے اس سے مطلوب مقابل کے وجوہ ظاہر ہوں گے اس تجلی میں صاحبِ کشف جہاں جہاں مُسبّعات واقع ہوں سب کو جان لیتا ہے اور کمال اور اکمل استعداد اور تیاری کے موافق ہوتا ہے۔

اور اگر حروف آٹھ ہیں جو دو جزموں کے ساتھ طاء ایک قول میں صاد ایک قول میں ظاء ہے تمہاری طرف سے حاء کو تمہاری ذات ٹھہرایا گیا تم حضرت الٰہیہ کے ایسے سامنے آ گئے جیسے صورت شیشے کے سامنے آ جاتی ہے اور عدد میں جو کچھ جزمِ صغیر سے حاء میں ہے اس سے تمہارے اسرار قبول ظاہر ہوتے ہیں اور اس میں جو کچھ ہے جو کچھ فاء اور ظاء اور ضاد میں جزمِ کبیر سے ہے اس سے مطلوب مقابل کے وجوہ ظاہر ہوتے ہیں اور اس تجلی میں صاحبِ کشف جنت کے آٹھ دروازوں کے اسرار اور جس کے لیے اللہ چاہے یوں اِن دروازوں کے کھلنے کے اسرار کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور یہاں ہر حضرت وجود ہشت پہلو ہے اور کمال اور اکمل استعداد کے موافق ہوتا ہے۔

اور اگر حروف نو ہیں جو دو جزموں کے ساتھ طاء اور ضاء یا ایک قول میں صاد ہیں یا دوسو میں ظاء یا یک قول کے مطابق جزمِ صغیر کے ساتھ غین ہے اور طاء تجھ سے تیرے اس وجود کے مراتب مقرر کرتا ہے جس پر تم اس تجلی میں نظر کرنے کے وقت موجود تھے اور اس کے ذریعے تم حضرت الٰہیہ کے سامنے آ گئے اور یہ اس کے اور تمہارے لیے ابد ہے اور جو کچھ جزمِ صغیر سے طاء میں ہے اس سے اسرار قبول ظاہر ہوتے ہیں اور جو کچھ اس میں اور ضاد یا صاد اور غین یا ظا سے جزمِ کبیر میں ہے اس سے مطلوب مقابل کے وجوہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی تجلی میں صاحبِ کشف منازلِ اسرار، روحانی مقامات اور اسرار احدیت جان لیتا ہے اور کامل اور اکمل استعداد کے مطابق ہوتے ہیں۔

پس دوسری وجوہ کے علاوہ یہ وہ درجہ ہے جس کی خاطر ہم نے عدد

حروف کا مسئلہ چلایا ہے اس پر عمل کروا گرچہ اس کی اور بھی کئی وجوہ ہیں کاش آپ ہماری بیان کردہ وجہ کو سمجھ لیتے' یہی پہلی کنجی ہے۔ اور اسی سے ہی تمہارے لیے اعداد کے اسرار' ان کے ارواح اور منازل کے دروازے کھلیں گے' عدد وجود میں اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سِرّ ہے جو بالقوۃ حضرت الٰہیہ میں ظاہر ہوا ہے۔ آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ لِلّٰہِ تِسۡعَةً وَتِسۡعِیۡنَ اِسۡمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِداً مَنۡ اَحۡصَاھَا دَخَلَ الۡجَنَّةَ

''اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو یعنی ننانوے اسمائے گرامی ہیں جو انہیں یاد کر لے وہ جنت کا مستحق ہوگا''۔

اسی طرح آپ نے فرمایا:

ان لِلّٰہِ سَبۡعِیۡنَ اَلۡفَ حِجَابٍ

''اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار حجاب ہیں''۔

اسی طرح اور روایات بھی موجود ہیں اس سے عالم میں عدد بالفعل ظاہر ہوا ہمارا مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے زندگی دی اور اجل کی طرف سے مہلت ملی تو عدد کی خصوصیت پر ایک مستقل کتاب لکھی جائے گی جو میرے علم کے مطابق آج تک کسی نے نہیں لکھی اور میں اس میں اعداد کے وہ اسرار اور ان کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے حقائق بیان کروں گا جو حضرتِ الٰہیہ سے واسطہ رکھتے ہیں اور جن کا تعلق عالمِ ارواح اور روابط سے ہے جن پر خود اسرار بھی رشک کرتے ہیں اور جو یومِ آخرت میں باعث سعادت ہیں۔

معانی عالم حروف:

ہمارا یہ کہنا کہ بسائطِ حروف'' اس سے ہماری مراد شکل حرف کے بسائط نہیں جو مثلاً ''ص'' ہے بلکہ ہماری مراد وہ لفظ ہے جس پر کلمہ دلالت کرر ہا ہے اور وہ اسم وتسمیہ ہے اور وہ تمہارا ''صـــاد'' کہنا ہے اسی سے لفظ کو ہم بسائط سے تعبیر کرتے ہیں۔ رہی بسائط شکل تو یہ حروف کے بسائط نہیں ہیں مگر اس میں نقص' تمام ہونا اور زیادہ ہونا مثلاً را' زا' نصف نون' واؤ' نصف قاف اور کاف' طاء کا ۵/۴ حصہ اور ظاء کا ۶/۴ حصہ ہے اور دال کے پانچ حروف ہیں۔ اور یـــا دوذال' ہیں اور لام الف کے ساتھ نون پر اور نون کے ساتھ الف پر اضافہ کرتا ہے اور اسی طرح دوسرے معانی حروف کا معاملہ ہے۔

اور اشکال حروف کے بسائط خصوصی نقطے ہیں اور بسائط ان نقاط کے اندازے کے مطابق اور عالم میں ذات کے عتبار سے حرف کے مرتبے کے مقام کی حیثیت کے موافق ہوتے ہیں یا اس صفت کے مطابق ہوتے ہیں جس پر اس وقت وہ نقطے موجود ہوتے ہیں یعنی نقاط اور ان کے افلاک بلندی کی کس منزل یا نزول کے کس مقام پر ہیں۔ پس وہ افلاک جن سے اس حروف مذکور کے جملہ بسائط اور تمام حرکات پیدا ہوتی ہیں ہمارے نزدیک اس کے ساتھ لفظ پایا جاتا ہے اور وہ افلاک اپنی وسعت کے اعتبار سے فلکِ اقصیٰ میں دورہ کرتے ہیں۔

اور ہمارا یہ کہنا کہ حرف کا فلک فلاں ہے اور اس کے فلک کی حرکت کے سال اتنے ہیں' اس سے ہماری مراد وہ فلک ہے جس سے وہ عضو پیدا ہوتا ہے جس میں اس کا مخرج ہے اس لیے کہ انسان کے سر کو اللہ تعالیٰ نے خاص افلاک

میں سے ایک خاص فلک کی ایک خاص حرکت سے پیدا کیا ہے اور اس کی گردن کو اس فلک سے پیدا کیا ہے جو اس فلک مذکور کے قریب ہے اور اس نے سینہ کو اس پہلے فلکِ مذکور کے چوتھے فلک سے پیدا کیا ہے پھر سر میں' اسرار' معانی' ارواح' اسرار اور رگوں کی شکل میں جو کچھ موجود ہے اور جو اس کی ہیئت ہے وہ تمام اسی فلک سے ہے اور اس کا دورہ بارہ ہزار سال ہے۔ گردن کے فلک کا دورہ جو اس کی ہیئت' معنی اور تمام حروف حلقیہ پر مشتمل ہے' گیارہ ہزار سال ہے۔ اسی طرح سینے کے فلک کا دورہ ہماری ذکر کردہ طریقے کے مطابق نو ہزار سال کا ہے' اس کا مزاج اور سرشت اور جو اس سے پیدا ہوتی ہے وہ تمام اس فلک کی حقیقت کی طرف راجع ہوتے ہیں۔

ہمارا یہ کہنا کہ فلاں حروف فلاں طبقے میں امتیاز رکھتا ہے تو جان لیجیے کہ حضرت الٰہیہ سے نسبت اور ہماری طرح اس کے ساتھ قرب کی نسبت سے عالمِ حروف کے کئی طبقات ہیں۔ ہم جو کچھ بیان کر رہے ہیں اس سے تمہیں ان سے آگاہی ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ حضرتِ الٰہیہ حروف کے لیے ہمارے نزدیک دیکھنے والے تک مقرر ہے اور وہ عالمِ رقم میں قرآن مجید کا خط ہے اور کلام میں اس کی تلاوت ہے اگرچہ حضرتِ الٰہیہ تمام کلام میں جاری ہے تلاوت ہو یا غیر تلاوت' اس سے تمہاری غرض نہیں کہ تم یہ جانو کہ ابدالآباد تک جو بھی لفظ بولا جائے گا وہ قرآن ہے البتہ یہ وجود میں ہماری شریعت کے مطابق اباحت کے حکم میں داخل ہے۔ اس موضوع کا دروازہ کھولنا ایک بڑی لمبی بحث کا متقاضی ہے اس لیے کہ یہ ایک بہت وسیع میدان ہے۔ ہماری توجہ ایک جزوی امر کی طرف ہے جو

ایک اعتبار سے مختصر ہے اس کا فلک مرقوم ہے جو بالخصوص لکھی اور بولی جانے والی چیزوں پر مشتمل ہے۔

واضح رہے کہ وہ تمام امور جن کا تعلق ہمارے نزدیک کشف کے باب سے ہے ان سے جو بھی امر ظہور پذیر ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اول ثانی سے بلند مرتبہ ہے اور یہی سلسلہ نصف تک چلتا ہے۔ پھر نصف سے اول کی طرح آخر تک تفاضل شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اول اور آخر ظہور میں بلند مرتبہ ہوتے ہیں اور وہ اپنی سرشت اور مقام کے مطابق فضیلت حاصل کرتے ہیں۔ پس بلند رتبہ ہمیشہ بلند مقام کی طرف بڑھتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پندرہویں کی رات شرف و منزلت میں تیرہویں کی رات کے برابر ہے۔ اسی طرح مہینے کی ابتدا میں طلوعِ ہلال اور آخر ماہ میں طلوعِ ہلال کی یہی صورت ہے۔ پھر تقریباً یہی کیفیت چاند کی آخری راتوں اور چودھویں کے چاند کے متعلق راتوں کی ہے۔

ہم نے اس پر نظر ڈالی کہ ہمارے نزدیک قرآن لکھنے کی ترتیب کس طرح ہوئی اور کس چیز کے ساتھ سورتیں حروف سے شروع ہوئیں اور کس طرح ختم ہوئیں اور کیونکر علم نظری میں مجہول المعنی خاص سورتیں حروف میں علمِ لدنی کے ذریعے معلوم ہوئیں۔ اسی طرح ہم نے ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کے تکرار پر نگاہ کی۔ اسی طرح ہم نے ان حروف کو جان لیا جو نہ ابتدا سے مخصوص ہیں اور نہ انتہا سے اور نہ ہی وہ ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کے ساتھ مخصوص ہیں' اور ہم نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی ہے کہ وہ ہمیں اس خصوصیتِ الٰہی کا علم عطا کرے جو ان حروف کو عطا ہوئی ہے اور ہمیں معلوم ہو کہ کیا یہ اختصاص وہی ہے جو کسی

چیز کے بغیر ہے جیسے انبیا، کو نبوت عطا ہوئی ہے یا جس طرح تمام چیزیں شہ وع میں بغیر کسی سبب اور وجہ کے وجود میں آئی ہیں یا یہ ایسا اختصاص ہے جو کسب کے ذریعے حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ ہم پر الہام کے ذریعے ظاہر کیا گیا کہ اختصاص دونوں ذریعوں سے ہوا ہے کچھ کے لیے بطور عنایت اور بعض کے لیے بطور جزا واقع ہوا ہے جیسا کہ اُن کے ذریعے اول وضع میں اور ہمارے لیے کل میں واقع ہوا ہے۔ یہ ہمارے لیے اُن کے لیے اور عالم کے یے اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔

جب ہم اس بات سے واقف ہو گئے تو ہم نے اُن حروف کو مراتبِ اولیت میں رکھا جو اول واخر ثابت نہیں ہوئے۔ چنانچہ ان کا ذکر کرتے ہیں۔

حروفِ عامہ کو اس قرآنی اختصاص میں کوئی بہرہ نہیں ہے اور وہ یہ ہیں: الجیم' الضاد' الخاء' الذال' الغین' اور الشین۔ اور ہم نے خواص میں سے طبقہ اولیٰ کو سورتہائے مجہولہ کے حروف مقرر کیا ہے اور وہ یہ ہیں: الالف' اللام' المیم الصاد' الراء' الکاف' الھاء' الیاء' العین' الطاء' الحاء' القاف اور النون۔ اس سے میری مراد لفظ اور رقم میں ان کا اشتراک ہے رقم میں ان کا اشتراک ان کی صورت میں اشتراک ہے۔ اشتراکِ لفظی یہ ہے کہ ان پر ایک ہی اسم کا اطلاق ہو۔ زید اور ایک دوسرا زید۔ اب یہ صورت اور نام دونوں میں مشترک ہیں اور جو ہمارے نزدیک طے شدہ اور معلوم بات ہے وہ یہ ہے کہ ''المص'' میں ص'' کھیٰعص'' سے ص اور ''صٓ'' سے ص میں ہر ایک دوسرے کا عین نہیں ہے۔ بلکہ تمام سورتوں کے احکام اُن کے احوال اور منازل کے اعتبار کے اختلافات کی بنا پر مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح تمام حروف اسی مرتبہ پر ہیں حروف کے لیے یہ صورت لفظ

اور رقم دونوں کو شامل ہے۔

حروف خاص میں سے طبقۂ ثانیہ جو خاص الخاص ہے' وہ حروف وہ ہیں جو قرآن کی ہر سورت کی ابتداء میں آئے ہیں وہ مجہول اور غیر مجہول اور وہ حروف یہ ہیں: **الالف' الیاء' الباء' السین' الکاف' الطاء' القاف' التاء' الواؤ' الصاد' الحاء' النون' اللام' الهاء' العین۔**

اور خواص میں طبقہ سوم جو خلاصہ ہیں وہ حروف ہیں جو سورتوں کے آخر میں واقع ہوئے ہیں مثلاً: **النون' المیم' الراء' الدال' الزاء' الالف' الطاء' الواؤ' الهاء' الظاء' الثاء' الفاء' السین۔**

اور ہر چند الف جو خط اور لفظ میں دیکھنے میں آتا ہے مثلاً ''رکـــزاً'' ''لـزاماً'' اور ''مـن اهتدیٰ'' میں' ہمیں اس الف کے نزل کا کشف ہوا ہے تو ہم اس کے پاس ٹھہر گئے اور ہم نے اس کا دوسرا نام رکھا جیسا کہ ہم نے مشاہدہ کیا اور جس طرح ہم نے دیکھا الف کو ثابت کیا ہے مگر اس فصل میں نہیں دوسری فصل میں ان فصول میں ہم وہ تمام چیزیں بیان نہیں کرنا چاہتے جو ہمارے مشاہدے میں آئی ہیں بلکہ طوالت کے خوف سے ہم نے کئی باتوں میں کمی کر دی ہے۔ ہم عنقریب رقم اور لفظ کے اعتبار سے مزید باریکی میں جائیں گے اور ایک ایسا لفظ لائیں گے جو ان معانی پر حاوی ہوگا جن کے الفاظ زیادہ ہوتے ہیں اس سے القاء میں نہ کچھ خالی ہوگا اور نہ ناقص' اس طول اول کے لیے کوئی عین بھی ظاہر نہ ہوگا اس سے دل پسند بات پوری ہوگی' اس پر اللہ کا شکر ہے۔

خواص میں سے چوتھا طبقہ صفائے خلاصہ ہے اور وہ ''بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ

الــــرَّحِيــــم'' کے حروف ہیں۔ میں نے اسے اسی طرح بیان کیا ہے جس طرح آنحضور ﷺ نے وحیِ الٰہی کے مطابق دو وجہ سے بیان فرمایا ہے اور وہ وحیِ قرآن ہے اور وہی پہلی وحی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بات کشف کے طور پر ثابت ہے کہ پہلے قرآن مجید آنحضور ﷺ پر مجمل صورت میں یعنی آیات اور سورتوں کی تفصیل کے بغیر نازل ہوا تھا یہی وجہ ہے کہ جب جبرئیل امین قرآنی وحی لے کر نازل ہوتے اور آنحضور ﷺ اسے پڑھنے میں جلدی فرماتے تو آپ سے فرمایا گیا:

وَلاَ تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ

''اور قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجیے''۔ [طٰہٰ : ۱۱۴]

اس سے مقصود یہ تھا کہ آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ فرمائیں تاکہ جو وحی نازل ہو رہی ہے وہ تفہیم میں مجمل نہ رہ جائے۔ فرمایا گیا:

مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يُّقۡضٰۤى اِلَيۡكَ وَحۡيُهٗ

''اس سے پہلے کہ اس کی وحی آپ کی طرف پوری ہو جائے''۔ [طٰہٰ : ۱۱۴]

اور آپ فرماتے رہیں:

وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِىۡ عِلۡمًا ۞

''اور فرمایئے کہ اے مرے رب میرے علم کو زیادہ فرما''۔ [طٰہٰ : ۱۱۴]

یعنی اے اللہ ان چیزوں کا تفصیل علم مجھے عطا کر دے جو تو نے اجمالاً عطا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسرار کے باب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ

''بے شک ہم نے اس کو ایک شب (قدر) میں اتارا''۔ [القدر : ۳]

یوں نہیں فرمایا کہ ہم نے قرآن کا بعض حصہ ایک رات میں اتارا۔ پھر فرمایا:

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمٍ ۞

''اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے''۔ [الدخان : ۴]

اور یہی وحی فرقان ہے۔ اور یہ دو وجود میں سے دوسری وجہ ہے اور'' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم '' پر کلام اس کتاب کے ایک الگ باب میں آیا چاہتا ہے۔

سورۃ براۃ میں بِسْمِ اللهِ نہ ہونے کا راز:

واضح رہے کہ سورۃ برأت کی بِسْمِ اللهِ وہی ہے جو سورۃ نمل میں بیان ہوئی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو کوئی چیز عطا کرتا ہے تو نہ تو وہ اسے واپس کرتا ہے اور نہ معدوم کرتا ہے جب برأت کے ذریعے رحمت خارج ہوئی جو بِسْمِ اللهِ کی صورت میں تھی اور جنہیں یہ عطا ہوئی تھی وہ حکم برأت میں آ کر محرومی کی فہرست میں آ گئے تو فرشتہ بِسْمِ اللهِ کی شکل میں یہ رحمت لے کر کھڑا ہو گیا اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اسے کہاں رکھے اس لیے کہ انسانی امتوں میں سے ہر امت اپنے نبی پر ایمان لانے کے سبب اپنی رحمت کا حصہ حاصل کر چکی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ بِسْمِ اللهِ اُن جانوروں کو دے دو جو (حضرت) سلیمان علیہ السلام پر ایمان لائے تھے ان کو اپنے رسول پر ایمان لانا ضروری تھا۔ جس وقت انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی قدر پہچان لی اور ان پر ایمان لے آئے تو انہیں رحمت انسانی سے حصہ دیا گیا اور یہ وہ بِسْمِ اللهِ تھی جو مشرکین سے سلب کی گئی تھی۔ اس صورت میں یہی پیچیدہ نکتہ تھا۔

حروف میں سے پانچواں طبقہ عین صفائے خلاصہ ہے اور وہ حروف باء

ہے۔ یہ حرف مقدم ہے جو ہر سورت کے آغاز میں آتا ہے چنانچہ جو سورت بسم اللہ سے شروع نہیں ہوتی وہ بھی بـاء سے شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:
بَرَآءَةٌ [توبہ : ۱]

ہم سے کچھ یہودی علماء نے بحث کی کہ تمہیں توحید سے کچھ واسطہ نہیں ہے اس لیے کہ تمہاری قرآن کی ہر سورت با سے شروع ہوئی ہے میں نے انہیں کہا اس میں تو پھر آپ لوگ بھی شامل ہیں اس لیے کہ تورات بھی باء سے شروع ہوتی ہے۔ وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے۔ بـاء کے بغیر آغاز ممکن نہیں اس لیے کہ الف کے ساتھ ہرگز ابتدا نہیں ہو سکتی۔

ان حروف میں سے جو قرآن مجید کی سورتوں کے ابتدا میں واقع ہوئے ہیں ان کے بارے میں ہم نے کہا ہے کہ یہ راستے کا آغاز ہیں اور جو حروف سورتوں کے آخر میں واقع ہوئے ہیں انہیں ہم نے راستے کی انتہا قرار دیا ہے اور جو عام حروف سے ہیں انہیں ہم نے راستے کا وسط قرار دیا ہے اس لیے کہ راہِ مستقیم صرف قرآن ہی ہے۔

حروف کے مراتب اور حقائق:

ہمارا یہ کہنا ہے کہ اس حرف کا مرتبہ دوسرا تیسرا یا ساتویں تک ہے۔ اس سے ہماری مراد اعداد میں ان حروفِ مشترکہ کے بسائط ہیں۔ نون کے بسائط الوہیت میں دو ہیں' میم کے بسائط انسان میں تین ہیں جیم 'واؤ' کاف اور قاف کے بسائط جنات میں چار ہیں۔

اسی طرح ذال' زا' صـاد' عین' ضاد' سین' دال' غین' شین کے

بسائط بہائم میں پانچ ہیں۔

الف‘ ھاء اور لام کے بسائط نباتات میں چھ ہیں اور باء‘ ھاء‘ طاء‘ فاء‘ را‘ تاء‘ ثا‘ خا اور ظاء کے بسائط جمادات میں سات ہیں۔

ہمارا یہ کہنا ہے کہ اس (حرف) کی حرکت ٹیڑھی یا سیدھی یا سرنگوں یا ملی ہوئی یا افقیہ ہے۔ حرکت مستقیمہ (سیدھی) سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہر وہ حرف جو سلب کی جہت سے ہمت کو حق تعالیٰ کی طرف حرکت دے اگر تمہیں اس کا علم ہے اور اس جہت سے جس سے مشاہدہ کیا جا سکے اگر تم مشاہدہ کرنے والے ہو۔

حرکت منکوسہ (سرنگوں) سے مراد ہر وہ حرف ہے جو توجہ اور ہمت کو کائنات اور اس کے اسرار کی طرف پھیرے۔ ٹیڑھا حرکت جو افقیہ بھی ہے اس سے مراد وہ حرف ہے جو کائنات کو مُکوِّن (حق تعالیٰ) کی طرف حرکت دے اور حرکت ممتزجہ (ملی ہوئی) سے مراد وہ حرف ہے جو ہمت اور توجہ کو دو امور کی طرف پھیرے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

اور ہمارا یہ کہنا کہ حرف کے لیے اعراف‘ خلق‘ کرامات‘ حقائق‘ مقامات اور منازل ہوتے ہیں تو واضح رہے کہ ہر چیز اپنی وجہ یعنی حقیقت ہی سے پہچانی جاتی ہے جو چیز کسی چیز کے بغیر نہ پہچانی جائے وہی اس کی وجہ ہے۔ پس حروف کے نقطے ہی وہ وجہ ہیں جس سے حرف پہچانے جاتے ہیں اور نقطے دو قسم پر ہیں بعض نقطے حروف کے اوپر ہیں بعض ان کے نیچے اگر کسی چیز کے لیے وہ چیز نہ ہو جس سے وہ پہچانی جائے تو وہ مشاہدے کے ذریعے بنفسہٖ پہچانی جاتی ہے یا اس کی ضد کے نقل کرنے سے اس کی معرفت ہوتی ہے اور وہ حروف یابسہ (خشک)

پس جب فلک یعنی معارف کا فلک پھرتا ہے تو فوق سے حروف منقوطہ پیدا ہوتے ہیں اور جب اعمال کا فلک پھرتا ہے تو اس سے نیچے سے نقطے والے حروف ظاہر ہوتے ہیں اور جب مشاہدہ کا فلک پھرتا ہے تو وہ ان تمام سے چھٹکارا دلاتا ہے۔

حضرت ابویزید سے پوچھا گیا کہ آپ نے کس حال میں صبح کی:

انہوں نے فرمایا: میرے لیے نہ صبح ہے نہ شام' صبح وشام اس کے لیے ہیں جو کسی نہ کسی صفت میں مقید ہے اور میری کوئی صفت نہیں ہے۔ یہ مقام اعراف ہے۔

ہمارا یہ کہنا کہ حرف خالص یا ملا ہوا (ممتز ج) ہے تو خالص وہ حرف ہے جو ایک عنصر سے پیدا ہوتا ہے اور ممتز ج (ملا ہوا) وہ حرف ہے جو دو یا زیادہ عناصر سے نکلا ہے۔

ہمارا یہ کہنا کہ حرف کامل ہے یا ناقص ہے تو کامل وہ حرف ہے جو فلک کے دورے کے تمام ہونے سے پیدا ہوتا ہے اور ناقص وہ ہے جو فلک کے دورے کے بعض حصے سے پیدا ہوا ہے' فلک پر کوئی ایسی علت طاری ہوئی جس سے وہ ٹھہر گیا۔ اور جو صورت اس کے دورے کے مکمل ہونے سے پیدا ہوتی ہے وہ اس سے ناقص رہ گیا ہے جیسے وہ کیڑا جو عالم حیوان میں ہوتا ہے اور اس کے پاس چھونے کی حِس کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس کی غذا اسی لمس (چھونے) میں منحصر ہے۔ جیسے واؤ' قاف کے ساتھ اور زاء' نون کے ساتھ۔

ہمارا یہ کہنا کہ جو اس حرف کے ساتھ متصل ہوا ہے اسے بلندی عطا کرتا ہے ہر وہ حرف ہے جس کے راز اور حقیقت سے تمہیں آگاہی حاصل ہو جائے

اور اس سے تمہیں ثبوت اور اتحاد ملے اور تم عالمِ علوی میں امتیاز حاصل کر سکو۔

حروف مقدسہ:

ہمارا یہ کہنا کہ فلاں حرف مقدس ہے اس سے مراد وہ حرف ہے جو غیر کے تعلق سے پاک ہو اور وہ لکھنے میں دوسرے حرف کے ساتھ متصل نہ ہو' البتہ حروف اس کے ساتھ متصل ہوں وہ پاکیزہ ذات ہے جیسے چھ بلند رتبہ افلاک کھینچتے ہیں اسی سے جہات پیدا ہوتی ہیں ان چھ حروف کی معرفت ایسا ناپیدا کنار اور عظیم سمندر ہے جس کی گہرائی تک پہنچنا ناممکن ہے اس کی حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ یہ حروف غیب کی کنجیاں ہیں ان کے ساتھ وابستہ اثرات کو ہم صرف کشف ہی کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں اور وہ یہ حرف ہیں:

الف' الواؤ' الدال' الذال' الراء' الزاء۔

ہمارا یہ کہنا کہ یہ حرف مفرد ہے یا مثنیٰ ہے یا مثلث ہے یا مربع ہے یا مونس وموحش ہے۔ مفرد سے مربع تک اپنی مراد ہم بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ افلاک جن سے یہ حروف پیدا ہوتے ہیں اگر اس کا دورہ ایک ہے تو ہم اسے مفرد سے تعبیر کرتے ہیں اور اگر اس کے دورے دو ہیں تو وہ مثنیٰ ہے۔ اسی طرح مربع تک اسی طرح حروف میں سے مونس اور موحش سے ہماری مراد یہ ہے کہ دورہ اپنی مثل اور شکل کے ساتھ الفت حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لِتَسۡكُنُوۡا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً

''تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھ

دی''۔ [الروم : ۲۱]

عارف حال کے ساتھ الفت اور انس کرتا ہے:

آنحضور ﷺ کو شب معراج تحیّر کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لہجہ میں ندا کی گئی۔ چنانچہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز سے مانوس ہوئے۔ آنحضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک ہی طینت سے پیدا کیے گئے۔ آنحضور ﷺ سبقت لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

''وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے فرمارہے تھے غمگین نہ ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

[التوبہ : ۴۰]

پس ان دونوں کا کلام اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا کلام تھا۔ یہاں مرتبے میں تجاوز نہیں کیا گیا خطاب کو دوسرے مرتبے کی طرف پھیرا گیا گویا اللہ تعالیٰ نے ابتداء کی ہے اس کا تعلق اس ارشاد سے ہے:

مَایَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا وَهُوَ رَابِعُهُمْ

''نہیں ہوتی تین کی سرگوشی مگر وہ اللہ اُن کا چوتھا اور اُن کے ساتھ ہے''۔

[المجادلۃ : ۱۷]

حرف مونس میں مقام اثبات' بقائے رسم' ظہورِ عین' سلطانِ حقائق اور عدل کا ظہور اس کے فضل وکرم سے ہے۔ حرف موحش محو ہے محق نہیں ہے صاحبِ

علت ارتقاء حاصل کرتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔

ہمارا یہ کہنا کہ اس حرف کے لیے ذات' صفات اور افعال ہوتے ہیں یہ مذکورہ وجوہ کے مطابق ہے۔ پس ہر وہ حرف جس کی کوئی وجہ ہے اس کے لیے ان حضرات میں سے ایک حضرت ہوتی ہے یعنی ایک ہی چیز اپنی بلندی اور نزول کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے اسی طرح جب وجوہ متعدد ہو جائیں۔

ہمارا یہ کہنا کہ اس (حرف) کے لیے حروف میں یہ یہ حرف ہیں اس سے ہماری مراد حقائق ہیں جو کسی جہت سے اس کی ذات کو مکمل کرنے والے ہیں۔ س

ہمارا یہ کہنا کہ اس (حرف) کے لیے اسمائے الٰہیہ میں سے یہ یہ اسماء ہیں اس سے ہماری مراد وہ اسمائے الٰہیہ ہیں جو حقائق قدیمہ ہیں جن سے اس حرف کے بسائط ظاہر ہوتے ہیں نہ کچھ اور' عُرفاء کے ہاں ان میں بے شمار بلند مرتبہ فائدے ہیں وہ جب بھی ان کا تحقق چاہتے ہیں تو وجود کو اول سے آخر تک حرکت دے دیتے ہیں یہ ان کے کے لیے اس دنیا میں خاص اور آخرت میں تمام اہل جنت کے لیے عام ہیں۔ انہی حقائق کے ذریعے مومن جنت میں جس چیز کی خواہش کرے گا اسے کہے گا کُن ہو جا وہ ہو جائے گی' عالم حروف کے معانی میں سے اختصار کے ساتھ یہ چند اسرار ہیں جن کا خلاصہ گنجائش کے مطابق ممکن ہو سکا ہے اس میں صاحبانِ ذوق وشوق کے لیے مہمیز ہے۔

یہاں ساتواں پارہ ختم ہوا اور اس پر اللہ کا شکر ہے۔

❀

دار العلم والمعرفة

شائقین علم کے لیے یہ خبر انتہائی مسرت کا باعث ہوگی کہ ''ادارہ دارالعلم والمعرفۃ'' سخی میموریل ویلفیئر ٹرسٹ نے نامور عالم، محقق، اور اہل قلم پیر سید محمد فاروق القادری سجادہ نشین خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں کی تمام علمی و تحقیقی کتابوں کے حقوق واشاعت دوسرے اداروں سے واپس لے لیے ہیں اب کوئی دوسرا ادارہ یہ کتابیں چھاپنے کا مجاز نہیں ہے۔ ''دارالعلم والمعرفۃ'' آپ کی تمام کتابیں (مطبوعہ وغیر مطبوعہ) معیاری طباعت، خوب صورت گٹ اپ اور فروغ علم کی تحریک کے طور پر تقریباً لاگت قیمت پر جدید انداز میں شائع کر رہا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

١. ہدیہ مرسلہ بجناب سرور عالم ﷺ قرآن مجید کے الفاظ سے مرتب کردہ درود پاک کا نیا اور نادر مجموعہ، مرتبہ: جناب محمد یوسف خاں خٹک (سابق اکاؤنٹنٹ جنرل) بہترین کاغذ، عکسی طباعت، دیدہ زیب جلد
٢. تحقیقی مقدمہ وسلیس اردو ترجمہ فتوحات مکیہ، شیخ ابن عربی، جلد اوّل، پیر سید محمد فاروق القادری
٣. اردو ترجمہ فتوحاتِ مکیہ (جلد دوم) (پیر سید محمد فاروق القادری) زیر طباعت
٤. احوال وآثار سید عبدالقادر جیلانیؒ (پیر سید محمد فاروق القادری)
٥. اردو ترجمہ فتوح الغیب، از: غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ (پیر سید محمد فاروق القادری) زیر طبع
٦. فاضل بریلوی اور امورِ بدعت، (پیر سید محمد فاروق القادری) زیر طبع
٧. اردو ترجمہ ومقدمہ کشف المحجوب، از: داتا گنج بخشؒ (پیر سید محمد فاروق القادری)
٨. اردو ترجمہ ومقدمہ انفاس العارفین، از: شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (پیر سید محمد فاروق القادری)
٩. رسائل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (١۔الانتباہ ٢۔القول الجمیل ٣۔دُرالثمین) (پیر سید محمد فاروق القادری)
١٠. اسلام کا تصورِ ملکیت (پیر سید محمد فاروق القادری) زیر طبع
١١. اسلام، سرمایہ داری، افلاس، کفر (پیر سید محمد فاروق القادری) زیر طبع
١٢. اردو ترجمہ الطاف القدس: از: شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (پیر سید محمد فاروق القادری) زیر طبع
١٣. اردو ترجمہ جامع العلوم ساٹھ علوم کا تعارف، از: امام رازی (پیر سید محمد فاروق القادری) زیر طبع
١٤. اردو ترجمہ المفاخر فی مناقب الشیخ عبدالقادرؒ، از امام یافعیؒ (پیر سید محمد فاروق القادری) زیر طبع
١٥. تذکرہ سید محمد حسن جیلانیؒ سوئی شریف (سندھ) (پیر سید محمد فاروق القادری) زیر طبع
١٦. احوال وآثار حافظ الملت سید العارفین، جنیدِ وقت حافظ محمد صدیقؒ بھرچونڈی شریف، (پیر سید محمد فاروق القادری) زیر طبع

مرکزی دفتر ''دارالعلم والمعرفۃ'' خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف، گڑھی اختیار خاں، ضلع رحیم یار خاں
ذیلی دفتر (١) عائشہ لاج، ١٢٢۔اے ممتاز سٹریٹ، حبیب اللہ روڈ، گڑھی شاہو لاہور
(٢) ١٦۔سی بلاک ڈبلیو مین روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن خان پور

﴿ فتوحاتِ مکیہ ﴾

اہلِ نظر جانتے ہیں کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی آخری اور شہرہ آفاق کتاب ''فتوحاتِ مکیہ'' حقائق و معارفِ ربّانی اور علوم و اسرارِ الٰہی کا بے پایاں سمند ہے۔ ہر دور کے فضلاء اپنی استعداد کے مطابق اس سے موتی و جواہرات تو نکالتے رہے ہیں مگر اس کی تہ تک پہنچنے کا دعویٰ کسی نے نہیں کیا۔

دار العلم والمعرفۃ گسخنج ویلفیئر ٹرسٹ کے بانی و سرپرست راہِ حقیقت کے شناور اور صاحبِ علم و دانش جناب محمد یوسف خاں خٹک (سابق اکاؤنٹنٹ جنرل سرحد، بلوچستان) کے اس گنجینۂ معرفت سے خصوصی لگاؤ کے باعث یہ ادارہ محققانہ پیش لفظ اور ضروری تشریح کے ساتھ فتوحاتِ مکیہ کا سلیس اور شگفتہ اردو ترجمہ پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہے، نیز شائقین کی خدمت میں یہ خوشخبری پیش کرتا ہے کہ بحمدہٖ تعالیٰ ہر ششماہی میں فتوحات کی نئی جلد منظرِ عام پر آتی رہے گی۔

اہلِ نظر سے توقع ہے کہ فروغِ علم کا مقصد لے کر قائم ہونے والے اس ادارے کی زیادہ سے زیادہ سرپرستی کرتے ہوئے علم دوستی اور معارف پروری کا مظاہرہ کریں گے۔

سید علی رضا شاہ بخاری

ناظم مرکزی دفتر دار العلم والمعرفۃ

خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں

ضلع رحیم یار خاں۔ فون: ۶۸۴۲۴۵-۰۷۰۷

﴿ ذیلی دفتر ﴾

عائشہ [illegible] ۲۲ [illegible] ممتاز سٹریٹ، حبیب اللہ روڈ